غایۃ المامول

فی علم الرسول

ظُفر

تصنیفِ مبارک

فیضِ ملّت، شیخ القرآن، استاذ العلماء

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب رضوی

مدظلہ العالی

— باہتمام —

صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی رضوی

ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور پاکستان



غَایَۃُ الْمَامُوْل

فِیْ

عِلْمِ الرَّسُوْل



از قلم

حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی

باہتمام صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی

ملنے کا پتہ

مکتبہ اُویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور (پاکستان)

نام کتاب : غایۃ المامول فی علم الرسول
مصنف : مولٰنا علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی
ناشر : مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
سائز : ۱۸ × ۲۲ / ۸
باہتمام : صاحبزادہ عطاالرسول اویسی
ضخامت : صفحات
کتابت : منیر احمد خانپوری رفیق ملتانی
طباعت : آفسٹ
بار : اول
قیمت :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لمن لا یغرب عنہ شیٔ فی السمٰوٰت والارضین
وما ھو علی الغیب بضنین . عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ
احدا الا من ارتضی من الانبیاء والمرسلین ، والصلوٰۃ والسلام
علی حبیبہ سید المرسلین : الذی قال ان اللہ رفع لی الدنیا وانا انظر
الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم الدین کانما انظر الی کفی
ھٰذہ جلیا وعلی اٰلہ الطاھرین واصحابہ الطیبین :

اما بعد :- بندہ بےچارہ روزگار ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہٗ ربہٗ بندگانِ خدا سے گذارش کرتا ہے کہ جس دور سے ہم گذر رہے ہیں یہ بعینہٖ وہی زمانہ ہے جس کے متعلق چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبی ؐ غیب کی خبریں دینے والے ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امت کے تہتر فرقے پیدا ہونگے وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر صرف ایک فرقہ ہے جو بہشت کا مستحق ہوگا اس کا نام اہل السنۃ والجماعۃ ہے ، اس سچے فرمان پر صرف ہمارے پاکستان میں متعدد گروہ حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں مثلاً دہریہ ، نیچریہ ، پرویزیہ ، چکڑالویہ ، خاکساریہ ، بہائیہ ، مرزائیہ شیعہ ، وہابیہ ، مودودیہ ، غلام خانیہ ، دیوبندیہ نامعلوم دیگر ممالک میں کتنی شاخیں موجود ہوں گی ۔

سب سے زیادہ شریر دیوبندی فرقہ ہے اس لیئے کہ یہ ٹولہ خلق خدا کو گمراہ کرنے میں ہر طرح کا حربہ استعمال کرتا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ دین جائے تو جائے لیکن جماعتی پروگرام پروان ضرور چڑھے بنا بریں ان کی تردید میں فقیر نے زیادہ زور لگایا ہے

مقدمۃ الکتاب

دیوبندیوں وہابیوں کے عقائد منافقوں والے جو زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سرورِ انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کی گستاخی کے لئے ہر وقت تاک میں رہتے جن کا آگے چل کر خوارج نام ہوا پھر وہ اعتزال کے پردے میں چھپے رہے کچھ عرصہ بعد وہابیت سے موسوم ہوئے اب ان کے پاکستان میں دو گروہ ہیں

(۱) وہابی غیر مقلد (۲) دیوبندی

نوٹ: جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت (بستروں والے) اور انجمن سپاہ صحابہ بھی دیوبندی وہابی ہیں صرف نام بدل لیا ہے۔

تفصیل مع دلائل فقیر نے "ابلیس تا دیوبند" میں لکھ دی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس گروہ کی خبر چودہ سو سال پہلے دیدی چنانچہ مروی ہے:

"حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک وقت مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص اسی مجلس سے بولا اور کہنے لگا "یَا مُحَمَّدُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ" اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔

اس سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت غصہ آیا اور فرمایا تم کو میرے بعد مجھ سے بڑھ کر کوئی عادل نہیں ملے گا اس بدگستاخ کی بے ادبی کو دیکھ کر زبانِ نبوت سے یہ الفاظ نکلے۔

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَانَ هٰذَا | آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی اور

مِنْهُمْ | یہ گستاخ انہی سے ہے۔

اس کے بعد ان کی علامات بیان فرمائیں۔

يَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ يُحْسِنُوْنَ الْقَوْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ وَفِي رِوَايَةٍ يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنَّا فِيْ شَيْءٍ

پھر فرمایا

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ

صحابہ کرام علیہم الرضوان اللہ نے پوچھا:

یا رسول اللہ ماسیماھم (یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے؟)

ساری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ گستاخ کی گستاخی پر آپ نے فرمایا کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جو بہت قرآن پڑھیں گے لیکن ہوں گے قرآن کے مخالف کہ قرآن ان کے سینے سے تجاوز نہیں کرسکیگا۔ اور میٹھی میٹھی باتیں کریں گے لیکن کردار میں گرے ہوئے ہوں گے اور ہر وقت کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوں گے اور اسلام سے ایسے دور نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے ایسے لوگوں کی علامت پوچھی تاکہ آئندہ عوام ان کی علامت دیکھ کر ان سے کنارہ کش ہوں غیب جاننے والے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نشانی ان کی نشانی ہے سر منڈانا اب وہابیوں کے اکثر چھوٹے بڑے سر منڈوانے ہیں آخر میں فرمایا:

هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ ❖ وہ بدترین مخلوق ہیں۔

ے مشکوٰۃ ص۳۰۸ ے ایضاً سے ایضاً ے ایضاً

اور فرمایا کہ وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے، [علے]

گذشتہ مضامین دیو بندیوں وہابیوں، مودودیوں پر صادق آتے ہیں۔ (تفصیل فقیر کی کتاب وہابی دیو بندی کی نشانی میں پڑھئے)

بخاری شریف کا آخری ٹکڑا قابل غور ہے کہ اسماعیل دہلوی نے انگریزوں کو چھوڑ کر سرحد کے مسلمانوں سے لڑائی کی اور دیو بندیوں کے اکثر اکابر مسلم لیگ کو چھوڑ کر کانگرس میں شامل رہے۔ اب بھی ان کی لڑائی مسلمانوں میں رہتی ہے۔ آزمائیں۔

گذشتہ مضمون کے مطابق نجد سے محمد بن عبد الوہاب خارجی پیدا ہوا اُس نے اہل حرمین اور دیگر اہل اسلام پر ظلم کئے وہی کیا جو حدیث شریف کا ارشاد تھا۔

كَمَا قَالَ ابْنُ عَابِدِينَ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي أَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوا يَنْتَحِلُونَ إِلَى الْحَنَابِلَةِ لَكِنْ هُمْ اِعْتَقَدُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُونَ وَأَنَّ مَنْ خَالَفَ اِعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُونَ وَاسْتَبَاحُوا بِذَالِكَ قَتْلَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَاءِهِمْ كَسَرَ اللهُ شَوْكَتَهُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَظَفَّرَ بِهِمْ عَسَاكِرَ الْمُسْلِمِينَ عَامَ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِينَ وَمِائَتَيْنِ وَأَلْفٍ [لہ] (فتاوی شامی)

یعنی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہے کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ و مدینہ شریف پر انہوں نے غلبہ کیا اپنے آپ کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم مسلمان ہیں اور جو بھی ہمارے مذہب کیخلاف ہے وہ مشرک ہے اسی لئے انہوں نے اہل سنۃ کا قتل جائز سمجھا اور اہل سنت کے علماء کو قتل کیا

لہ اب حالات قارئین کے سامنے ہیں کہ یہ لوگ یا رسول اللہ کہنے والوں کو شہید کر دیتے ہیں اور ان کے ہاں ہندو۔ عیسائی۔ سکھ، مکھ کے ساتھ گذارہ رہے ہیں ۱۲۔ اُویسی غفرلہ

یہانتک کہ وہابیوں کی شوکت کو اللہ تعالیٰ نے توڑا اور ان کے شہروں کو ویران کیا اور اسلامی لشکر کو ان پر فتح دی یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

بعینہٖ یہی دستور دیوبندیوں وہابیوں مودودیوں کا ہے کہ ان کے عقائد کے جو بھی خلاف ہو وہ مشرک اور بدمذہب ہے

محمد بن عبد الوہاب نجدی بھی ان کے نزدیک اچھا آدمی تھا جیسا کہ رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔ [لے]

محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔

اسی محمد بن عبد الوہاب کی ایک کتاب "التوحید" عربی زبان میں ہے، جس کا خلاصہ مع افادات اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان کے نام سے ہندوستان میں شائع کی اور دیو بندیوں کے نزدیک تقویۃ الایمان عمدہ و اعلیٰ کتاب ہے جیسا کہ رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے۔ اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص۱۲ مطبوعہ دہلی)

تقویۃ الایمان کو دیو بندی چھاپ کر مفت تقسیم کرتے ہیں اور گھر گھر پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے سلف صالحین نے اس کتاب کی خوب تردیدیں لکھیں علامہ مولٰنا فضل حق خیر آبادی، مولٰنا فقیر محمد جہلمی اور مولٰنا مخصوص اللہ حافظ دراز پشاوری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ یہانتک کہ حضرت شاہ عبد العزیز

سے اسے اصح المطابع کراچی نے مع اردو چھاپ کر شائع کیا ہے صرف نام کا فرق ہے مضمون وہی ہے اہل انصاف دونوں کا توازن کر کے دیکھیں ۱۲ منہ کذا فی انوار آفتاب صداقت اور حالات کتب وہابیہ ۱۲ عے فتاوی رشیدیہ ص۱۹ کتاب التقلید

رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر میں بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ جیسا رد لکھتا۔

سینکڑوں علماء کرام سلف صالحین نے تقویۃ الایمان کا رد لکھا جس کی تفصیل فقیر کی کتاب "التحقیق الجلیل فی تحریک اسماعیل قتیل" میں ہے۔

دیوبندیوں سے ہماری لڑائی صرف ان کی بے ادبیوں سے ہے جو ان کے اکابر و اصاغر لکھ گئے اور لکھتے رہتے ہیں وھی ھذہ

(۱) خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (براہین قاطعہ۔ خلیل انبیٹھوی و رشید گنگوہی)

(۲) خدا تعالیٰ کو جگہ اور زمانہ اور مرکب ہونے اور ماہیت سے پاک ماننا بدعت ہے
(ایضاح الحق اسماعیل دہلوی)

(۳) خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے۔ (بلغۃ الحیران حسین علی واں بھچراں تلمیذ رشید احمد گنگوہی اور استاد غلام خان فضلائے دیوبند)

(۴) خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ اصلی نبی ہیں باقی عارضی لہٰذا اگر حضور علیہ السلام کے بعد اور بھی نبی آجاویں تو بھی خاتمیت میں فرق نہیں آئیگا۔
(تحذیر الناس مصنفہ قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند)

(۵) اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔
(تحذیر الناس)

(۶) حضور علیہ السلام کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں۔
(تقویۃ الایمان اسماعیل دہلوی)

(۷) شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ)

(۸) حضور علیہ السلام کا علم بچوں پاگلوں جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے۔
(حفظ الایمان اشرف علی تھانوی)

(۹) حضور علیہ السلام کو اردو بولنا مدرسہ دیوبند سے آگیا۔ (براہین قاطعہ)

(۱۰) ہر چھوٹی یا بڑی مخلوق (نبی یا غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۱۱) نماز میں حضور علیہ السلام کا تصور لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

(۱۲) میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ مجھے آپ پلصراط پر لے گئے اور میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام پلصراط سے گرے جا رہے ہیں تو میں نے حضور علیہ السلام کو گرنے سے بچالیا۔
(مبشرات بلغۃ الحیران از حسین علی واں بھچراں)

ان کے علاوہ ان کی بہت گندی عبارتیں ہیں جن کو فقیر نے رسالہ دیوبندی[عہ] اور بریلوی میں فرق" اور "دیوبندی کافر ہیں یا بریلوی" میں لکھا ہے۔

ان کی انہی عبارتوں کو دیکھ کر تمام علماء عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا جیسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد برحق محقق بن محقق علامہ بن علامہ شیخ الاسلام سیدی مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ نے حسام الحرمین میں اور ان کے تلمیذ عزیز شیر بیشۂ اہلسنت علامہ مولانا حشمت علی خانصاحب قدس سرہٗ نے "الصوارم الہندیہ" میں جمع فرمایا۔

عہ علامہ غلام مہر علی چشتیاں شریف کی کتاب "دیوبندی مذہب" خوب ہے دیوبندیوں کے غلط عقائد و مسائل کے بارہ میں اس جیسی اور کتاب نہیں ہے۔

یہی تو وجہ تھی کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو بہاول پور کے والی نے بفرمان حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ سجادہ نشین چاچڑاں شریف بہاول پور سے نکلوا دیا۔ جس کی تفصیل فقیر کی کتاب[1] تذکرہ علماء اہل سنت میں ہے۔

دیو بندیوں کے درج ذیل عقائد و مسائل میں ہمارا تنازع[2] ہے۔

(۱) امکان کذب
(۲) امتناع النظیر
(۳) علم غیب
(۴) حاضر و ناظر
(۵) مختار کل
(۶) استمداد
(۷) بدعت
(۸) نور و بشر
(۹) ندا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۰) سماع موتی
(۱۱) محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۲) قیام بوقت ذکر خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم
(۱۳) بارہویں کے دن کا جلوس
(۱۴) فاتحہ تیجہ دسواں چالیسواں
(۱۵) عرس بزرگان اسلام
(۱۶) گیارہویں شریف
(۱۷) نماز جنازہ کے بعد دعا
(۱۸) جنازہ کے آگے آگے نعت خوانی و ذکر خیر
(۱۹) مزارات کے گنبد
(۲۰) مزارات پر پھول چڑھانا
(۲۱) اولیاء کرام کی نذریں۔
(۲۲) قبر پر اذان دینا
(۲۳) زیارت قبور اولیاء کرام کا سفر
(۲۴) کفن پر الفی لکھنا
(۲۵) بلند آواز سے ذکر کرنا
(۲۶) یا عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔
(۲۷) اولیاء اللہ کا جانور
(۲۸) بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں چومنا
(۲۹) عبد النبی وغیرہ نام رکھنا
(۳۰) حیلہ و اسقاط
(۳۱) انگوٹھے چومنا

[1]: اور مناظرہ بہاولپور مرتبہ فقیر اویسی غفرلہ، [2] جھگڑا اور اختلاف ۱۲

(۳۲) رمضان شریف میں ختم قرآن شریف (۳۳) بزرگوں کے مزارات پر چراغاں وخیرات

(۳۴) درود و سلام عند الاذان وغیرہ ان کی تردید میں ہمارے اسلاف نے اور دور حاضرہ میں بے شمار کتابیں رسالے شائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں منجملہ ان کے فقیر کی بھی تصنیف بھی ہے۔

غیب کا لغوی معنی

غیب بالفتح مصدر ہے بمعنی چھپنا کہا جاتا ہے۔ غابت الشمس سورج غروب ہو گیا (مفردات امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ) وکل ما غاب عنک ہر وہ چیز جو تجھ سے پوشیدہ ہو المصباح المنیر ص ۴۹ ج ۲۔ اسی لئے راز اور پست زمین اور شک کو غیب کہتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں (المنجد وغیرہ کذا فی المصباح المنیر وغیرہ) اسی سے غیبت پس پشت کسی کا عیب بیان کرنا اور غیابۃ بمعنی زمین کی ڈھلوان اور قبر اور ہر چیز کا اخیر ہر چیز ڈھانپنے والی اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں؛ غیابۃ الوادی والجب۔ یعنی کنوئیں اور وادی کی گہرائی۔ اسی سے لیا گیا ہے غیابۃ البحر یعنی سمندری کرم کا اجتماع پتھر کی صورت میں۔ شاخ در شاخ اور کہتے ہیں غیاب الشجر یعنی درخت کی جڑیں وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز انسان سے اوجھل ہو اُسے غیب کہتے ہیں۔

غیب مصدر بمعنی اسم فاعل یعنی غائب (مفردات امام راغب وروح البیان) ۱۲

عرفی معنی غیب وہ ہے جو حواس یعنی آنکھ، ناک، کان، زبان وغیرہ سے پوشیدہ ہو کما قال رازی رحمۃ اللہ علیہ ھو الذی یکون غائبا من الحاسۃ۔ تفسیر کبیر ص اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

والمراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل یعنی

غیب سے وہ چھپی ہوئی چیز مراد ہے جس کو حواس نہ پاسکیں اور نہ بداہتًہ اسکو عقل چاہے۔
اور مدارک میں ہے:

والغیب مالم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق

خلاصہ کلام یہ کہ وہ شئے جو نہ انسان کو آنکھ سے اور نہ کان سے اور نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے اور نہ دیگر اعضاء اور نہ ہی عقل سے معلوم ہو سکے وہ غیب ہے یہی وجہ ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر کے انسان کے اعضاء اندرونی کے پتہ دینے کو غیب نہیں کہتے اور نہ ہی بیرونی ممالک اور اندرونی ممالک کی خبروں کو آلات جدیدہ کے ذریعے معلوم کرنے کو غیب کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں عقل کے ذریعے یا آلات جدیدہ کی رو سے معلوم کی جاتی ہیں۔

ہاں قبر کے اندر کی باتیں، عالم برزخ کے حالات، عالم آخرت کی خبریں اور آسمان اور اُس کے وراء الوریٰ کی معلومات بلکہ وہ ذات اجن نے لا تدرکہ الابصار کا دعویٰ فرمایا دیکھنے اور جان لینے کا نام غیب ہے۔ اور ان تمام کو تفصیلاً اجمالاً حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف جانا بلکہ اپنی سر اقدس کی آنکھ مقدس سے مشاہدہ فرمایا۔

افادہ

آنکھ سے دیکھنے کا کام لیا جاتا ہے اگر دیکھنے کا کام کان کرے اور کان سے سننے کا کام لیا جاتا ہے اگر یہ کام آنکھ یا زبان وغیرہ کریں تو ان کو غیب کہا جائیگا کیونکہ یہ بطور خرق عادت ہوا اور خرق عادت کا نام معجزہ یا کرامت ہے اور ایسا ممکن بھی ہے۔

کما قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد للنسفی صفحہ ۱۱

فلا یمتنع ان یخلق اللہ عقیب صرف الباصرۃ ادراک الاصوات مثلاً الخ

"یعنی یہ بات ممتنع نہیں کہ آنکھ میں اصوات کا ادراک پیدا ہو جائے وغیرہ وغیرہ
یہی وجہ ہے کہ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کرنے والے کے پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ اس میں جھوٹ، گلہ، زنا بہ رہا ہے۔
اسی بناء پر ان کے نزدیک مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے اور حضور سیدنا غوث اعظم نے فرمایا ؎

وما منہا شہور او دہور   تمر وتنقضی الا اتانی

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گذرتا مگر وہ ہمارے پاس ہو کر اجازت لیکر گذرتا ہے اسی طرح بہت بڑے واقعات روایات صحیحہ سے ثابت ہیں۔

غیب کا اطلاق قرآن میں

قرآن پاک نے غیب کے لغوی و عرفی دونوں معنوں کو مختلف آیات میں بیان فرمایا۔

۱۔ یومنون بالغیب۔ ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے۔

قال صاحب المظہری تحت ہٰذہ الآیۃ:۔

المراد بہ ما غاب عن ابصارھم من ذات اللہ وصفاتہ والملائکۃ والبعث والجنۃ والنار والصراط والمیزان وعذاب القبر وغیر ذالک ص ۱۹/ج۱

ف) گویا یہاں ہر غیب سے اصطلاحی معنی مراد ہیں۔

ترجمہ: اس آیت میں غیب سے مراد وہ ہے جو انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور ملائکہ اور قیامت اور بہشت و دوزخ، پلصراط و میزان و قبر کا عذاب وغیرہ اور ان تمام اشیاء کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف جانتے

ہیں بلکہ آنکھوں سے کئی بار مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

۲- حٰفظات للغیب ۔ یعنی نیک بخت عورتیں وہ ہیں جو حفاظت کرنے والی ہیں پوشیدہ چیز کی

تفسیر مظہری میں ہے۔

اے فی غیبۃ الازواج او المراد بالغیب ما غاب عن الناس من اسرار الازواج واحوالھم الخفیۃ۔

یعنی شوہر کے غائب ہونے کے وقت یا غیب سے مراد وہ ہے جو لوگوں سے مخفی ہے یعنی شوہر کی راز کی باتیں اور ان کے مخفی احوال

ف۔ بہرحال لغوی یا اصطلاحی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

۳- انی لم اخنہ بالغیب ۔ میں نے اس کی غائبانہ خیانت نہیں کی۔

ای مکان الغیب وراء الاستار و الابواب المغلقۃ مظہری ج۵ ص۲۹

اسی طرح ہر جگہ قرآن مجید میں غیب ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

مسئلہ غیب میں گفتگو کرنے سے پہلے چند قواعد خوب یاد رکھیے۔

قواعد ۱- نفس علم کسی چیز کا برا نہیں۔ ہاں بری باتوں کا سیکھنا اور عمل کرنا برا ہے اگر علم فی نفسہ برا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہوتا کیونکہ وہ ہر برائی سے منزہ و پاک ہے۔

سحر برا ہے لیکن ملائکہ "یعلمان السحر" کا حکم لائے اور فرماتے انما نحن فتنۃ فلا تکفر ع۳

اگر علم فی نفسہ برا ہوتا تو ان ملائکہ کو نہ سکھایا جاتا لیکن ان کے لئے تو برا نہ تھا

البتہ لوگوں کے لئے برا تھا جنہیں فرمایا جا رہا ہے۔ فلا تکفر (تو کفر نہ کر)

اور دنیا میں سے سب سے بدتر چیز شرک اور کفر ہے۔ مگر فقہا فرماتے ہیں الفاظ کفریہ کا سیکھنا فرض ہے تاکہ ان سے بچے۔ اسی طرح علم ریا علم بغض اور حسد برے ہیں لیکن ان کا سیکھنا ضروری ہے۔

قال العلامۃ ابن عابدین فی رد المحتار (مقدمہ) "وعلم الریاء وعلم الحسد والعجب وعلم الالفاظ المحرمۃ والمکفرۃ ولعمری ھذا من اھم المھمات

یعنی علم ریا اور حسد، عجب، حرام اور کفریہ کلمات کا سیکھنا ضروری اور واللہ یہ فرض ہے۔

اسی مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

وفی ذخیرۃ الناظرۃ تعلمہ فرض لرد الساحر اہل الحرب

ذخیرہ ناظرہ میں لکھا ہے کہ جادو سیکھنا فرض ہے اہل حرب کے جادو کو دفع کرنے کے لئے۔

اسی طرح آج ہم مرزائیوں، عیسائیوں اور پرویزیوں کے مسائل جاننے پر مجبور ہیں تاکہ ہم ان کے جوابات تیار کر سکیں کیا ان کے عقائد و مسائل کا جاننا فی نفسہ برے نہیں ہیں لیکن ہم صرف ان کی تردید کے لئے ازبر رکھتے ہیں۔

اس تقریر کو خوب یاد رکھیں تاکہ دہابیہ دیوبندیہ کا وہ اعتراض کافور ہو جائے جو کہتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام کو بری چیزیں چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں کیونکہ ان کا جاننا عیب ہے۔

سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیئے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنکر ایسے فریب دیتے ہیں جیسے مجوس کا عقیدہ ہے کہ بری چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں کیونکہ بُری شے کا پیدا کرنا بُرا ہے۔ وغیرہ۔ وہ بھی دھوکہ دہی پر مبنی ہے اور یہ بھی

۲۔ تمام مخلوق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم زیادہ ہے جس کا اقرار مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں کیا ہے۔ بلکہ بفرمان نبی علیہ السلام "وانما انا قاسم واللہ یعطی" بقول وہابیہ دیوبندیہ کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں تو بھی پہلے یا اب جتنا لوگ علوم وفنون میں ترقی کر رہے ہیں یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم ہے اور قاسم سب کچھ جانتا ہے۔

(۳) قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات ہیں اسپر ملائکہ کی نظریں ہیں اور لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ انہیں تقدیر کا کاتب بھی ہے جو حضور علیہ السلام کے غلاموں میں شمار ہوتا ہے۔

قطع نظر آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے خود لفظ نبی سے علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

نبی وہ ہے جسے علم غیب ہو کیونکہ نبی صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور نبوت سے مشتق ہے اور نبوت نَبَاءٌ سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ احمد قسطلانی شارح بخاری رحمہ اللہ مواہب لدنیہ صہ ۱۹۲ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔

اَلنُّبُوَّةُ مَاْخُوْذَةٌ مِنَ النَّبَاءِ بِمَعْنٰی اَیْ اِطَّلَعَهُ اللّٰهُ عَلَی الْغَیْبِ

یعنی نبوت نَبَاءٌ بمعنی خبر سے ماخوذ ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا ہے۔

اور نَبَاءٌ بھی ہر اس خبر کو کہتے ہیں جو غیبی خبر ہو چنانچہ قرآن پاک کی چند

چند آیات ملاحظہ فرمائیے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِیْمِ	کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں وہ بڑی خبر۔

یہاں پر نباء سے قیامت مراد لیگئی جو غیب ہے۔ اور فرمایا

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ الخ	کیا تمہارے پاس پہلے لوگوں کی خبر نہیں آئی۔

یعنی ثمود وقوم نوح وغیرہ وغیرہ جو پہلے گذر چکے اور وہ ہم سے غیب ہیں اور فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۳) اور سناؤ ان کو احوال نوح علیہ السلام کے اور یہ حضرت بھی پہلے تھے جو ہم سے غیب۔ اسی طرح فرمایا

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرَاهِیْمَ (پ ۱۹ ع ۹) اور سناؤ ان کو ابراہیم علیہ السلام کی خبر اسی طرح فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ پ ۶ ع	اور ان کو دو بیٹوں آدم کی خبر دو

اور فرمایا۔

فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ پ ۱ ع ۳	پس جب بتلایا ان کو

یعنی ملائکہ کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کی خبر دی جو ملائکہ سے غیب تھی۔

مَنْ اَنْبَاَکَ هٰذَا پ ۲۸ ع	یہ وہ واقعہ بی بی عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما

کا ہے جو انہوں نے مشورہ کر کے خفیہ بات کی لیکن حضور علیہ السلام نے انہیں بتلا دیا۔

اسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھ والے قیدیوں کو فرمایا کہ تمہارے طعام آنے سے پہلے تمہارے خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔

چنانچہ فرمایا۔ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا۔ پ ۱۲ ع ۱۲۔

یہ کہ نبا بمعنے وہ خبر جو غیب ہو اور نبی نباء سے مشتق ہے اب معنے

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی وہ ہے جو غیب کی خبریں دینے والا ہو اور انبیاء علیہم السلام آتے بھی غیبی خبریں دینے کے لیئے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی خبر دی اور اُس کے صفات بیان فرمائے اور جنت و دوزخ کی خبر دی اور ملائکہ کی خبر دی آخرت اور قبر کے حالات سنائے جو سب کے سب ہم سے غیب ہیں بلکہ علماء حضرات تو فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا غیبی خبریں دینا لازمۂ نبوت ہے۔

چنانچہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ صہ ۲۶۵ ج ۱۰ میں ہے۔

ان صحة النبوة تستلزم اطلاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع المغیبات۔

یعنی نبوت کی صحت اس بات کو مستلزم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام غیبی باتوں سے مطلع ہوں۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

النبوة عبارة عما يختص به النبي ويفارق به غيره وهو يختص بانواع من الخواص احدها انه يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله وصفاته وملائكته والدار الآخرة علماً مخالفا لعلم غيره بكثرة المعلومات وزيادة الكشف والتحقيق وثانيها ان له في نفسه صفة بها تتم الافعال الخارقة للعادة كما ان لنا صفة تتم بها الحركات المقرونة بارادتنا وهي القدرة وثالثها ان له صفة يبصر الملائكة يشاهدهم كما ان للبصير صفة بها يفارق الاعمى

رابعها ان له صفة بها يدرك في الغيب فهذه كمالات و صفات ينقسم كلها منها اقسام (زرقانی ج ۲)

ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام وہ ہے جو غیب جانے اگر غیب نہ جانے تو غیبی خبر کیسے دے۔

سوال نبی واقعی نبوت سے مشتق ہے لیکن نبوت بمعنے رفعت ہے جیسا کہ لغات کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے اور نبی بمعنی رفیع اور چونکہ نبی اپنی امت سے برگزیدہ ہوتا ہے اسی لیئے اُسے نبی کہتے ہیں۔

جواب واقعی نبی اپنی قوم سے برگزیدہ ہوتا ہے اور اسی برگزیدگی کی وجہ سے بعض لغات میں بمعنے رفعت لیا گیا ہے لیکن نبوت بمعنے رفعت باعتبار دلالت التزامی کے ہے گویا یہ اسکا مجازی معنی ہے حقیقی معنی نبوت کا وہی ہے جو ہم قرآنی آیات سے ثابت کر چکے اور اگر نبوت بمعنے رفعت لیا جائے تب بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام کی برگزیدگی بھی بوجہ علم کے ہی ہے جس کی شہادت سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ سے ملتی ہے کہ جب انہیں پیدا کیا گیا اور تاج خلافت نصیب ہوا تو باری تعالیٰ نے ملائکہ کو اسکا تذکرہ فرمایا انہوں نے وہی کہا جو کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا۔

أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۔ انہیں انکے اسماء کی خبر دے دیجیئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر آدم کی شرافت جتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا اب چونکہ تم پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو چکی ہے بنا بریں۔

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۔ آدم کو سجدہ کرو۔

اب بتائیے آدم علیہ السلام کی فضیلت کا موجب قرآن نے کیا بنایا وہی علم تو

ہے اب ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام واقعی بلند قدر ہیں اور اُس کا موجب نبوت کا علم ہی ہے۔

نکتہ انبیاء علیہم السلام کا علم علی الدوام والاستمرار ہوتا ہے نہ کہ چند لمحات کے لئے دیا گیا ہے اور پھر چھینا گیا کیونکہ نبی صیغۂ صفت جیسے شریف ہے جسے دوام واستمرار لازم اور ضروری ہے ایسا نہیں ہوگا کہ شریف کی شرافت کبھی ہو اور کبھی نہ۔ بلکہ ہمیشہ شریف ہی شریف ہے۔

صرف کی مشہور کتاب علم الصیغہ صہ میں ہے

صفت مشبہ آں کہ دلالت کند بر اتصاف ذاتی بمعنے مصدری بوضع ثبوت

اب اس معنے پر نبی علیہ السلام کو ہر وقت علم غیب سے موصوف ہونا لازم ہوگیا اگر بالفرض کسی نے نبی علیہ السلام کو کسی وقت عدم علمی سے موصوف کیا تو گویا اُس نے نفس نبوت سے انکار کیا جو صریح کفر ہے

اسی لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولٰنا احمد رضا خانصاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

اُس کے آگے چل کر فرمایا کہ:

یہ باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔ (خالص الاعتقاد صہ)

سوال یہ تو ہم مانتے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہت سے غیوب پر اطلاع بخشی گئی لیکن اُسے اطلاع علی الغیب کہہ سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کیونکہ اُس کا ترجمہ ہوگا النبی یعلم الغیب

اور ایسا کہنا کفر ہے کیونکہ علم غیب خاصۂ خدا ہے اور قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی کتابوں وتفسیروں میں کہیں نہیں آیا کہ علم غیب کی نسبت غیر اللہ کی طرف جائے۔

جواب سبحان اللہ یہ عجیب فلسفہ ہے کہ ایک شخص کسی بات کو جانتا ہے لیکن پھر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص جانتا تو ہے لیکن ہم اُس کے علم کے قائل تو نہیں اطلاع کے قائل ہیں پھر تو اپنا دین اور اپنا دھرم ہوا جیسے مرضی آئی بنالیا۔ باقی رہی یہ بات کہ "علم غیب خاصۂ خدا ہے۔" اس کا مطلب بھی آپ سے تاہنوز مخفی رہا کہ یہ تخصیص کون سی ہے اور سلف صالحین نے اس سے کیا مراد لی ہے۔

سوال میں دو باتوں کو مطمح نظر بنایا گیا ہے اول یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یعلم الغیب نہیں کہہ سکتے۔ دوسرا یہ کہ ایسی نسبت معتبر تفاسیر میں نہیں آئی۔

یہاں پر فقیر صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے۔ تفسیر روح البیان صہ تحت آیت۔ قل لا اقول لکم فمن قال ان نبی اللہ لا یعلم الغیب فقد اخطاء۔

یعنی جو قائل ہے کہ نبی علیہ السلام کو غیب کا علم نہیں وہ مخطی ہے۔

باقی حوالجات فقیر کی کتاب "علم غیب فی القرآن" میں دیکھیے



باب اوّل

آیاتِ قرآنیہ

(۱) نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ (نحل ع ۱۲)

ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

تفسیر اتقان ج ۲ از علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں فرمایا۔

عن ابی بکر بن مجاهد انه قال یوما ما من شیٔ فی العالم الا هو فی کتاب الله

ابوبکر بن مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن مجید میں نہ ہو۔

(۲) ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شیٔ (سورہ یوسف رکوع ۱۲)

قرآن ایسی بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان کیا۔

(۳) ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ (سورۃ انعام رکوع ۴)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی

جب قرآن مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصل اور اہلسنت کے مذہب میں شئی ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہو اور منجملہ موجودات کے

کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورت یہ بیانات محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔ عہ

(۴) کل صغیر وکبیر مستطر (سورۃ قمر ع ۳)

لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

(۵) وکل شیٔ احصیناه فی امام مبین (سورہ یٰسین ع ۱)

اور ہر شئے کو ہم نے شمار کر رکھا ہے کتاب واضح یعنی لوح محفوظ میں۔

(۶) ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (سورہ انعام رکوع ۷)

اور نہ کوئی دانہ ہے زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر و خشک مگر سب کا سب روشن کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔

اور اصول میں ثابت ہوچکا ہے کہ نکرہ تحت نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اور عام کا فائدہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے۔ نہ حدیث احاد اسکی تخصیص کرسکتی ہے اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو جو کہ عموم قرآن کی تخصیص کرسکے بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ نا ممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نہیں ہٹاتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی قیاس سے تخصیص ہو سکے۔

عہ قرآنی آیت علم غیب کی بسط وتفصیل فقیر کی کتاب علم غیب فی القرآن میں دیکھئے

اس کے متعلق فقیر نے قواعد و دلائل و حوالہ جات فقیر نے اپنی کتاب "احسن البیان فی مقدمۃ تفسیر القرآن" میں درج کئے ہیں۔

(۷) وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین (سورہ یونس رکوع ۱۲)

اور نہیں چھپتی پروردگار تیرے سے کچھ چیز برابر بھنگے کے بیچ زمین کے اور نہ بیچ آسمان کے اور نہ کوئی چیز چھوٹی اس سے اور نہ بڑی مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے لئے

(۸) لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین۔ (سورہ سبا رکوع ۱)

نہیں پوشیدہ اس سے برابر ایک بھنگے کے کا بیچ آسمانوں کے اور نہ بیچ زمین کے اور نہ چھوٹا اور نہ بڑا مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے۔

لوح محفوظ میں ذرہ ذرہ کے اندراج کے متعلق مزید براہین و دلائل کی ضرورت نہیں جبکہ قرآنی نصوص موجود ہیں کہ اس میں ماکان و مایکون کی ہر شئے کا ذکر ہے اس سے مزید اور کیا چاہیئے اور لوح محفوظ ہمارے نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم بے پایاں کا ایک حصہ ہے۔

کما قال الامام محمد البوصیری فی القصیدۃ البردۃ الشریفۃ ؎

فان من جودک الدنیا وضرتھا | ومن علومک علم اللوح والقلم

دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔

اس کی شرح میں ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ حل العقدہ فی شرح القصیدۃ البردۃ میں فرماتے ہیں۔

وکون علومھما من علومہ علیہ السلام ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمھما یکون نھراً من بحور علمہ وحرفا من سطور علمہ (از ابناء المصطفیٰ ص ۱۲) ؎

اور لوح و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علوم کا بعض حصہ اس لیے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معارف کی طرف جنہیں ذات و صفات سے تعلق ہے لہٰذا لوح و قلم کا علم آپ کے دریاؤں کی ایک نہر اور آپ کے علوم کے سطروں کا صرف ایک حرف ہے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ خیر الخلق کلہم

(۹) ومامن غائبۃ فی السماء ولا فی الارض الا فی کتاب مبین (پ ۲۱ ع ۲)

ہر غیب جو زمین و آسمان میں ہے وہ سب کتاب میں ہے۔

(۱۰) ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (سورہ بقرہ رکوع، سورۃ حج رکوع)

اور یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے رسول اور گواہ ہوں۔

؎ الحمد للہ اب اصل شرح مذکور فقیر کو دستیاب ہوگئی ہے جو صاحب اصل دیکھنا چاہیں تو فقیر اصل کتاب بھی دکھا سکتا ہے۔

تفسیر عزیزی اسی آیت کے تحت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔

"رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بردین ہر متدین بدین خود کہ درکدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان اوست وحجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال بد ونیک شمارا واخلاص و نفاق شمارا۔ لہذا شہادت را در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔"

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہونچا ہے اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور کونسا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان درجات کو اور تمہارے نیک وبد اعمال کو اور تمہارے نفاق واخلاص کو پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(۱۱) من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم مابین ایدیھم وماخلفھم۔ (بقرہ ع ۱۰)

وہ کون ہے جو اس کے حکم کے بغیر اس کے یہاں شفاعت کرے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے سب کچھ جانتا ہے۔

آیت ہذا میں جسطرح یعلم کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی بعض مفسرین نے لوٹائی ہے۔

کما قال مولٰنا اسماعیل الحقی فی تفسیر روح البیان یحتمل ان تکون الہاء کنایۃ عنہ علیہ السلام

یعنی ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس ضمیر سے حضور علیہ السلام مراد ہوں روح البیان کی تائید تفسیر نیشاپوری سے بھی ہوتی ہے۔

کما قال تحت ھذا الآیۃ۔ "یعلم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ما بین ایدیھم من اولیات الامور من قبل الخلائق وماخلفھم من احوال القیامۃ"۔

"یعنی حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے حالات اور جو مخلوق کے بعد قیامت میں ہیں سب کو جانتے ہیں۔

(۱۲) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم

سورہ آل عمران ع ۱۸

اللہ تعالےٰ کے لئے یوں نہیں کہ تمہیں غیب کی باتیں بتلادے لیکن اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے۔ چن لیتا ہے۔

اس آیت کا شان نزول اکثر تفاسیر میں حضرت سدی رحمۃ اللہ تعالےٰ سے یوں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عرضت علیّ امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم و اعلمت من یؤمن بی ومن یکفر بی۔

میری امت اپنی اصلی صورتوں میں جو مٹی میں تھیں میرے روبرو پیش کی گئیں، جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیش کی گئی تب میں نے ہر ایک

شخص کو پہچان لیا کہ جو مجھ پر ایمان لائے گا۔ اور جو کفر کرے گا۔

منافقوں نے جب یہ بات سنی تو ہنسی و مذاق کرتے ہوئے کہا۔

زعم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ یعلم من یؤمن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن معہ و ما یعرفنا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان ہے کہ اُسے علم ہے کہ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ ہم تو اس کے پاس ہر وقت رہتے ہیں ہماری تو اُسے کوئی خبر بھی نہیں۔"

یہ بات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچی تو آپ ناراض ہو کر منبر پر تشریف لائے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

ما بال اقوام طعنوا فی علمی	ایسی قوموں کا کیا حال ہے جو علم (غیب) پر طعن کرتے ہیں۔
لو تسألونی عن شیء فیما بینکم و بینی و بین الساعۃ الا نبأتکم بہ	مجھ سے قیامت تک کے حالات جو کچھ چاہو پوچھ سکتے ہو میں ان کو ذرہ ذرہ کی خبر دوں گا۔

حضرت عبداللہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا حذافہ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر کہنے لگے۔

رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بالقرآن اماما و بک نبیا فاعف عنا عفی اللہ عنک۔

ہم اللہ تعالےٰ سے راضی ہیں جو ہمارا رب ہے اور اسلام سے جو ہمارا دین ہے اور قرآن سے جو ہمارا امام ہے اور آپ سے جو آپ ہمارے نبی (علیہ السلام) ہیں ہمیں معاف فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔"

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فھل انتم منتھون	کیا تم کچھ اور نہیں پوچھنا چاہتے۔ تم نے

پوچھنے سے کیوں بس کر دی۔ اس کے بعد منبر شریف سے اترے تو اسی وقت مذکورہ آیت اتری۔ کذا فی معالم التنزیل و تفسیر نیشاپوری و روح المعانی و کبیر و لباب المنقول و اسباب النزول للواحدی وغیرہ۔

حضرت ابن عباس، ضحاک، مقاتل، کلبی اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب کفار اور منافقین کو ہے۔

ف شان نزول کو غور سے پڑھیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر طعن زن کون لوگ تھے گستاخ بے ادب تھے اور پھر اسی طعنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا رنج و غصہ ہوا اور مومن صحابہ کرام کی شان اس بارہ میں کس طرح تھی اب بھی وہابیہ دیوبندیہ علم غیب پر طعنہ زن ہیں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رنج و غصہ کی خبر قبر یا حشر میں معلوم ہوگی جب فرمایا جائے گا۔

سحقاً، سحقاً	دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ۔

اور ہم بحمدہ صحابہ کرام کے طریق پر چل رہے ہیں کہ ہر غیب بتائے پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ منکرین و مخالفین کے ساتھ شب و روز لڑائی و جھگڑا رکھتے ہیں۔ باقی نکات و تحقیقات کتاب "علم غیب فی القرآن" میں دیکھیے۔

(۱۳) وعلّمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما (سورہ نساء ع ۱۷)	آپ کو سب کچھ کی تعلیم دی جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ آپ پر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

آیت ہٰذا میں لفظ مَا موجود ہے جو عموم کا مقتضی ہے اس میں قرینہ قیاس سے تخصیص نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مفسرین نے خاص کیا ہے۔ جلالین سے لے کر روح المعانی تک لکھ رہے ہیں

ای من الاحکام والغیب	یعنی آپ کو احکام اور غیب کی تعلیم دی (جلالین)
اور فرمایا۔	
ای من امور الدین والشرائع ومن خفیات الامور وضمائر القلوب۔ (مدارک)	یعنی امور دین اور احکام شریعت کے علاوہ تمام پوشیدہ امور غیبیہ اور تمام لوگوں کے اندرونی بھید آپ کو سکھائے۔

سوال اگر یہاں مَا عموم کے لیئے ہے اور جمیع علوم ثابت ہوتے ہیں تو ہم بھی جمیع علوم کے عالم ہوں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔
وعلم الانسان مالم یعلم اور فرمایا وعلّمکم مالم تکونوا تعلمون

جواب تفصیل دوسرے مقام میں ہے اجمالی جواب یہ ہے کہ پہلی آیت بھی ہمارے لیئے نہیں بلکہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیئے ہے کیونکہ یہ آیت سورۃ اقراء میں ہے اور دوسری آیت میں علّمکم کا فاعل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مخاطب جمیع الناس من حیث الجمع ہیں اور ہر ایک کے علم کو جمع کیا جائے تو عموم ثابت ہوجائیگا لیکن ضروری نہیں کہ عموم ہر ایک کا برابر ہو کیونکہ اصول کا قاعدہ ہے کہ عموم کے مراتب ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے لیئے فرماتا ہے۔ یعلم مافی البر والبحر اور یہ مَا عموم کے لیئے اور علوم غیر متناہیہ مراد ہیں اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیئے وعلّمك مالم تكن تعلم میں عموم ہے لیکن علوم متناہیہ مراد ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کے لیئے علوم غیر متناہیہ نہیں بلکہ متناہیہ ہیں۔ اس فرق کے بعد ذی فہم خود ہی اندازہ لگائے کہ وہ معلّم ہیں اور ہم سب قیامت تک آنے والے متعلّم اور ہمارے عموم کی وہی حد ہے جس کے ہم اہل ہیں۔

مزید جوابات "رسالہ غیب فی القرآن" میں ہیں۔

(۱۴) وجئنابك علٰى هٰؤلاء شهيدا (نساء ع)	اور لائیں گے آپ کو اُن پر شہید بناکر

تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

"لان روحه عليه السلام شاهد على جميع الارواح والقلوب والنفوس بقوله عليه السلام اول ما خلق الله نوری"

یعنی حضور علیہ السلام کی روح طیبہ تمام ارواح اور قلوب و نفوس کو مشاہدہ فرمارہی ہے۔ اس لیئے آپ کا ارشاد ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(۱۵) وتفصیل الکتاب لاریب فیه	لوح محفوظ میں جو کچھ ہے قرآن مجید اُس سب شئے کی تفصیل کرنیوالا ہے

کسی نے خوب فرمایا ہے۔

جمیع العلم فی القرآن لکن۔ تقاصر عنه افهام الرجال

؎ اس کی مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی کتاب نور الایمان میں ہے۔ اویسی غفرلہٗ

یعنی تمام علوم تو قرآن مجید میں ہیں لیکن لوگوں کی سمجھ سے وراء الوراء
جتنا کسی کو عطیہ نبویہ علی صاحبہا التحیۃ ہوتا ہے اتنا وسعت بلند ہوتی ہے
یہاں تک کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لو ضاع لی عقال بعیری لوجدتہ فی القرآن (اتقان، صاوی)

اگر میرے اونٹ کی نکیل گم ہو جائے تو میں قرآن کی گہرائیوں سے مطلع ہو کر حاصل کر لوں گا۔

یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جنکو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حافظ نصیب ہو کر حبر الامۃ کا لقب پایا۔

(١٦) الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان (سورہ رحمٰن ع ١) — رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان کو پیدا کر کے اُسے بیان سکھایا۔

تفسیر معالم التنزیل اور حسینی میں انسان سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور بیان سے ماکان و مایکون مراد لیا یعنے جو دنیائے عالم میں پیدا ہوا اور جو پیدا ہوگا سب کچھ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلایا۔

(١٧) ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستہزؤن لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔

(سورہ توبہ رکوع ٨)

"اگر آپ ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی اور کھیل میں تھے۔ آپ فرمایئے کیا اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات

اور اُس کے رسول علیہ السلام سے ہنسی کھیل کرتے ہو اب کوئی عذر نہ کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

در منثور اور طبری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک منافق نے کہا۔

یحدثنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ناقۃ فلان بواد فلان و فلان ومایدریہ بالغیب۔

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے رہے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے انہیں غیب کی باتوں کی کیا خبر۔

اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی

آیت کے شان نزول سے ذی فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ علم نبوی پر طعن و تشنیع کرنا منافقوں کا کام ہے۔ اور پھر آیت سے واضح ہو گیا کہ علم نبوی پر طعن کرنا کفر ہے اگرچہ طعن سے قبل دعویٰ ایمان ہو لیکن ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

دیو بندیو، وہابیو! ذرا سوچ لو۔ قرآن مجید کی تلقین قیامت تک جاری ہے اس کے مورد منافقین ہیں لیکن تم بھی حکم میں شامل ہو۔

(١٨) وماھو علی الغیب بضنین (س تکویر ع ١) — اور وہ غیب کی بات پر بخل کرنے والے نہیں۔

تفسیر جلالین اور بیضاوی و دیگر تفاسیر میں ہے کہ ھُوَ کا مرجع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب ظاہر ہے کہ غیب اگر آپ کے پاس نہ ہوتا تو بخل کا الزام کیسا بخل تو اس وقت ہو جب کسی کے پاس کچھ ہو۔ اب دینے والا استعداد مطابق دیتا ہے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر شخص کو اس کی اہلیت کے

مطابق غیب عطا فرما گئے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے۔

قال حفظت من رسول اللہ وعائین فاما احدھما فبثثتہ فیکم

واما الاٰخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم یعنی مجری الطعام۔

"میں نے حضور علیہ السلام سے دو علم حاصل کئے ہیں ایک تو میں نے تمہیں بتایا۔ دوسرا اگر بتاؤں تو میرا یہ حلقوم کاٹ لیا جائے۔ رواہ البخاری"

(۱۹) وھو بکل شیٍٔ علیم (سورہ حدید رکوع ۱)	اور وہ ہر شئے کو جاننے والا ہے

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مدارج النبوۃ کے خطبہ میں فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یوں ہے کہ

"اب رہا یہ اشارہ کہ آپ ہر شئے کے جاننے والے ہیں۔ بیشک حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی حق تعالیٰ کی ذات کی شان اور صفات حق اسماء، افعال اور جمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر کے جاننے اور احاطہ کرنے والے اور فوق کل ذی علم علیم۔ یعنی ہر جگہ اور ہر صاحب کے اوپر اور زیادہ جاننے والا ہے۔ کے مصداق ہیں۔"

(۲۰) فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (سورۂ جن رکوع ۲)	اپنے خاص غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا ہاں رسولوں میں سے جسپر راضی ہو جاتے۔

یہ آیت دیوبندی ٹولے کے لیئے تلوار کاری ہے کیونکہ جب بھی کوئی حدیث یا آیت پیش کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ معجزہ کے طور پر ہوا اور وہ بات استمراراً و دواماً

نہ تھی

۱۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ نبی علیہ السلام کا معجزہ دوامی ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک معجزہ ہے لیکن دوامی اور موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ سفید ہو جانا اور عصا کا سانپ بن جانا معجزہ تھے لیکن دوامی اور عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء الموتیٰ وغیرہ معجزے تھے لیکن دوامی۔

(۲) خود لفظ نبی صیغہ صفت کا ہے جو دوام و استمرار کا مقتضی ہے جیسا کہ مقدمہ میں گذرا۔

(۳) آیت میں باب اظہار کے بعد لفظ علیٰ صلہ ہے جس کا معنے ہے تسلط (قدرت)، علی الغیب کما قال تعالیٰ لیظھرہ علی الدین کلہ ہے۔ فلہذا نبی علیہ السلام کے لیئے مطلق علم غیب کا کفر ہے۔

یہ آیت آخری ہے اسی لیئے اس کے لیئے کچھ باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

محققین فرماتے ہیں "لا یظھر علیٰ غیبہ احداً" ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ عبارت کا تقاضا تھا کہ لا یظھر غیبہ علی احد الخ فرمانا یعنے ہر غیب کا اظہار مقصود نہیں ایک خاص غیب جو صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے کیونکہ عام غیب تو ظاہر ہوتا رہتا ہے خواہ وحی سے یا الہام سے وغیرہ وغیرہ لیکن یہ خاص غیب ہے جو پسندیدہ رسولوں کا حصہ ہے خصوصاً وہ رسول جو سب رسولوں کی جان اور کائنات کی جان و ایمان ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اب وہ غیب خاص کیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی تحت آیت ہذا فرماتے ہیں۔

"آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است۔ غائب مطلق است۔ مثل وقت آمدن قیامت واحکام تکوینیہ وشرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز و ہر شریعت و

مثل حقائق ذات وصفات او تعالےٰ علیٰ سبیل التفصیل این قسم را غیب خاص او تعالےٰ نیز می نامند فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً پس مطلع نکند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسے را پسند می کند وآن کس رسول باشد خواہ از جنس ملک وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او را اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماید"

ترجمہ "جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت روزانہ اور ہر شریعت کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات وصفات بطریق تفصیل اسی قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس اپنے خاص غیب ہر کسی کو مطلع نہیں کرتا اس کے سوا جس کو پسند فرماوے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعض غیب پر ظاہر فرماتا ہے۔"

ان سے پہلے فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالےٰ تفسیر کبیر میں لکھ گئے۔

"ای وقت وقوع القیمۃ من الغیب الذی لا یظہر اللہ احدا یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں سے ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے کسی پر ظاہر نہیں فرمایا"

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا — اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

پ۲ (کنز الایمان)

اس آیت سے نہ صرف حضور علیہ السلام کا علم غیب کا بلکہ آپ کے حاضر وناظر ہونے کا بھی ثبوت ہے چنانچہ ① صاحب روح البیان نے لکھا کہ

ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينه وحقيقته التى هو عليها من دينه وحجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم واعمالهم وحسناتهم وسياتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق۔

اُن پر رسول کے گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور مطلع ہیں اپنے دین کے ہر متدین کے رتبے پر اور اُس کے ایمان کی حقیقت پر اور اس حجاب پر کہ جس کے سبب سے وہ کمال دین سے محجوب ہے پس حضور ان کے گناہوں کو اور ان کے ایمان کی حقیقت کو اور اُن کی نیکیوں اور برائیوں کو اور اُن کے اخلاص و نفاق کو نور نبوت سے پہچانتے ہیں۔

(روح البیان)

② حضرت مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں ويكون الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا یعنی و باشد رسولِ شما بر شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدینِ خود کہ در کدام درجہ از دینِ من رسیدہ۔ و حقیقت ایمانِ او چیست و حجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او مے شناسد گناہانِ شمارا و درجاتِ ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاق و نفاق شمارا۔

نہ صرف عالم بیداری میں بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ عالم خواب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے حالات سے آگاہ رہا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ملا حسن کشمیری کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حدیث تنام عیناى ولا ینام قلبی کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریانِ احوال خویش و امت خویش۔ (مکتوبات) بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اب بھی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں۔

نوٹ: اس آیت کے متعلق مزید تحقیق وتفصیل فقیر کی تصنیف "دلوں کا چین یعنی حاضر و ناظر" میں پڑھیے۔

عقیدۂ اسلاف رحمہم اللہ علیہم

ہمارے اسلاف کا بھی یہی عقیدہ ہے

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا وضرتها
ومن علومک علم اللوح والقلم

تمہارے جود دنیا اور اس کی صورت یعنی آخرت ایک حصہ اور تمہارے علوم میں سے لوح وقلم کا علم ایک ٹکڑا۔

شرح حضرت ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ حنفی اس کی شرح میں زبدہ میں فرماتے ہیں

ترجمہ: اس کے مطلب کا ایضاح یہ ہے کہ علم لوح سے مراد وہ قدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے جس قدر چاہا اس میں ودیعت رکھا۔ اور اضافت ادنیٰ علاقے کے سبب ہے۔ اور لوح وقلم کے علوم علم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم بہت اقسام ہیں۔ کلیات وجزئیات اور حقائق ودقائق اور عوارف ومعارف کہ ذات وصفات الٰہیہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب علوم سے نہیں مگر ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں سے ایک نہر پھر با ایں ہمہ اس کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے ہے۔

باب دوم

اعتراضات سے پہلے چند عقائد دیوبند ملاحظہ ہوں

(١) کسی انبیاء، اولیاء، امام شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔ (تقویۃ الایمان صہ ٢٦)

(٢) جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے ہیں سو وہ جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ (تقویۃ الایمان صہ ٢٧)

(٣) غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر (تقویۃ الایمان صہ ٥٨)

(٤) یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صہ ١٠ ج ٢)

(٥) اور جو یہ اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صہ ٤٢ ج ٣)

(٦) اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ از گنگوہی صہ ٤٢ ج ٢)

ان کے یہ عقائد و مسائل کے ساتھ ان کی تقیہ بازی کے الفاظ بھی یاد رہنے لازمی ہیں جبکہ ان کی اہلسنت نے گرفت کی تو ذیل کے جوابات دیئے جو درج ذیل ہیں ان دونوں عبارات کا موازنہ اہل انصاف کرکے جواب دیں کہ دیوبندی اپنے ایک عقیدہ پر کیوں نہیں جم کے رہتے۔

مخالفین کیطرف سے پیش کردہ دلائل

گویا ان کے کہنے موجب علم غیب خواہ عطائی کیوں نہ ہو کا قائل کافر اور مشرک ہے اور کفر و شرک کا فتویٰ کے لیئے استدلال آیات یا احادیث متواترہ سے ہوگا بنا بریں ان کے پیش کردہ دلائل کو غور سے دیکھیں اور چند قواعد یاد رکھیں۔

(۱) دیوبندی وہابی کی آیت پیش کردہ قطعی الدلالت ہو جس کے معنے میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر اخبار احاد سے عقائد نہیں ثابت ہوتے،

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ اللہ تعالیٰ فرمائے کہ میں نے ان کو اس کا علم نہیں دیا یا حضور علیہ السلام خود فرمائیں کہ مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

(۳) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو لیکن مصلحت کے تحت ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ السلام کا فرمانا خدا ہی جانے اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لیئے ہوتے ہیں۔

(۴) جس کے لیئے نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔

(جاء الحق از ازاحۃ العیب ص۲)

فقیر اویسی غفرلہ نہایت وثوق سے عرض کرتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں علم

(۱) غیب کی نفی ہے وہاں کفار و مشرکین و منافقین کی وجہ سے ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ نبوت کے دعویٰ کو سنکر غیب کی باتیں پوچھتے اور

ادھر انکا عقیدہ تھا جو بھی علم غیب جانے وہ ساحر اور کاہن ہے ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے سحر و کہانت وغیرہ جیسے الزام کو دور کرنے کی کوشش کرتے بار ہا ایسا ہوا کہ ہر شئے کے علم کے باوجود پھر بھی اُس کے علم کو اللہ تعالیٰ کیطرف سپرد کرتے۔

(۲) جب کفار و مشرکین کی تردید مقصود نہیں ہوتی تو وہاں پر علم غیب کا اثبات فرمایا جیسا کہ آیات گذشتہ میں گذرا اور جب خالص صحابہ کرام سے موقعہ گفتگو ہوا تو پھر کوئی کسر چھوڑی جیسا کہ تیسرے باب میں مفصل آتا ہے یہ مختصر تقریر ہے اُسے تفصیل اور دلائل سے "غیب فی القرآن" میں لکھ دیا گیا۔

مندرجہ ذیل قواعد دیوبندیہ کے اعتراضات از آیات و احادیث وغیرہ

قواعد کے جوابات کے لیئے اجمالی طور خوب مفید ثابت ہوں گے۔

(۱) نفی علوم کی آیات عموماً آیات مکیہ ہیں اور اثبات کی آیات اکثر مدنیہ ہیں

(۲) علوم کی نفی صرف کفار کے لیئے ہوتی ہے جیسا کہ تمام آیات منفیہ وہاں پر ہیں جہاں کفار سے کوئی گفتگو ہو رہی ہوگی۔

(۳) علم کے ہوتے تب بھی مصلحت کے تحت نفی ارشاد سے علم کی نفی نہیں ہوا کرتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا۔ "لاعلم لنا"

یعنی قیامت میں جب اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام سے ان کی امتوں کا حال پوچھیگا تو وہ عرض کریں گے ہمیں کوئی علم نہیں حالانکہ انہیں علم ہوگا کہ وہ دنیا میں ان کے ساتھ کس طریقے سے پیش آئے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اسکی مصلحت ہے جس کی تفصیل اسی آیت کے تحت آئے گی۔ ۴۔ کبھی تواضع و انکساری کے طور نفی ہو گی

۵۔ ذاتی علم کی نفی ہوگی۔

مخالفین کی پیش کردہ آیات

سوال قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب و لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اقول لکم انی ملک ۔ (سورہ انعام رکوع ۵)

ترجمہ "اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں" یہ آیت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ نبی علیہ السلام غیب نہیں جانتے تھے۔

جواب (۱) مخالف کی ہر دلیل پیش کردہ کو اول و آخر دیکھ لیا کریں قطع نظر دیگر دلائل کے وہی دلیل الٹا ہماری مؤید ہوگی۔ چنانچہ اسی آیت کو سلسل پڑھیں گے تو اس کے آگے یہ الفاظ موجود پائیں گے۔

ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ | میں نہیں تابعداری کرتا مگر صرف اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اب مطلب صاف ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے علم کی نفی فرما رہے ہیں اس لیئے کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ بھی ان جادوگروں سے ہیں بلکہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ میں نبی برحق ہوں جو بات کہتا ہوں وہ وحی ربانی ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ آیت کے سیاق سے معلوم کر لیا کریں کہ یہ گفتگو کس سے ہو رہی ہے چنانچہ آیت کے ماقبل کو دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ کفار و مشرکین کو مختلف طریقوں

سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل بیان فرما رہا ہے۔ یہاں بھی آپ کی نبوت کی دلیل ارشاد فرمائی کہ اے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم ان کو فرمایئے کہ نبوت کا دارومدار وحی ربانی پر ہے چنانچہ میں بھی ہر بات وحی کے مطابق کہوں گا۔ تمہاری لایعنی باتوں کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

(۳) آیت کا شان نزول بھی دیکھ لیا کریں کہ آیت کس واقعہ پر نازل ہوئی اس آیت کا شان نزول یوں ہے کہ کفار کا طریقہ تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے طرح طرح کے سوالات کرتے تھے کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سا مال اور دولت دیجیے کہ ہم کسی کے محتاج نہ ہوں یا ہمارے لیئے پہاڑ کو سونا بنا دیجئے اور کبھی کہتے کہ ہمیں گذشتہ اور آئندہ کی خبر دیجیے۔ اور مستقبل میں ہمیں کیا کیا پیش آئیگا تاکہ منافع حاصل کر لیں اور نقصان سے بچنے کے انتظام کریں کبھی کہتے کہ ہمیں بتایئے کہ قیامت کب قائم ہوگی کبھی کہتے کہ آپ کیسے رسول ہیں کہ آپ کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں اور نکاح بھی کرتے ہیں ان کی لایعنی باتوں کا جواب دیا گیا کہ

اے کفار تمہاری یہ سب باتیں نہایت بے محل اور جاہلانہ ہیں کیونکہ جو شخص کسی امر کا مدعی ہو اُس سے وہی باتیں دریافت کی جاتی ہیں۔ غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور اس کے دعویٰ کے خلاف ان باتوں کو حجت ٹھہرانا انتہا درجہ کا جہل ہے۔

ان کے لیئے قرآن مجید میں جواب دیا گیا کہ آپ ان کو فرمائیں کہ ان اشیاء کا میں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ میرا دعویٰ کچھ اور ہے۔ باقی رہا کہ یہ چیزیں مجھے باذن باریتعالیٰ حاصل ہیں۔ یا نہیں۔ تو باب اول علم غیب کے اثبات میں کافی ہے اور کچھ باب

ثالث میں لکھی جائیں گی اور خزائن اللہ کا عطیہ بھی ملا جیسا کہ بحث اختیار میں چل کر عرض کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اور فرشتے ہونے کی نفی صرف کافروں کے قول کی وجہ سے تھی کہ یہ کیسے رسول ہیں کھاتے پیتے اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ
میں رسول ہوں فرشتہ نہیں ہوں ۔

(۴) وجوہ بالا کے علاوہ مفسرین نے کئی جوابات دیے ہیں۔

(۱) ذاتی اور بالاستقلال کی نفی ہے۔ (نیشاپوری، النسیم الریاض، روح البیان)

(۲) کسر نفسی، تواضع اور اپنی عبودیت کا اقرار تاکہ لوگ وہ اعتقاد نہ کریں جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کیا۔ (کبیر، خازن عرائس)

(۳) جمیع معلومات و مقدرات کی نفی ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں۔ (کبیر، نیشاپوری)

(۴) دعوی کی نفی ہے یعنی میرا دعویٰ اختیار علم کا نہیں بلکہ نبوت کا دعویٰ ہے (نیشاپوری، کبیر، روح البیان)

عبارات و دیگر دلائل (غیب فی القرآن) میں دیکھئے ۔

ف اول میں قول بمعنے دعویٰ ہے اور اعلم الغیب کا عطف لا اقول پر ہے۔
ای لا ادعی اعلم الغیب ۔ الخ۔

باقی جوابات تو فقیر کی کتاب "احسن التحریر فی تقادیر دورۂ تفسیر" میں پڑھئے۔

سوال قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ (سورہ نمل ع ۵)

اے محبوب مدنی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایئے کہ آسمان و زمین میں اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی غیب نہیں جانتا۔

آیت میں حصر اور عموم ہے جو نبی علیہ السلام اور ولی جن فرشتے سب سے علم غیب کی نفی ہے۔

جواب (۱) یہاں بھی وہی بات ہے کہ کفار کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم جن کی پرستش کر رہے ہو وہ نہ کسی کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسری قدرتیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ سابقہ آیات "اللہ خیر اما یشرکون الخ" سے یہ گفتگو چلی اور یہاں تک کفار کے اصنام کی کمزوریوں کو ظاہر کیا گیا آخر میں انکے باطل عقیدہ کی تردید کی گئی کہ تمہارے یہ خیال کہ ہمارے معبود سب کچھ جانتے ہیں۔ غلط ہے بلکہ جسطرح وہ سابقہ مضامین کے رو سے دیگر قدرتوں سے خالی ہیں وہ علم کی نعمت سے بھی محروم ہیں۔ بلکہ ہر قسم کے علوم کا ذاتی طور میں ہی مالک ہوں اس آیت میں دینے اور نہ دینے کی کوئی بات نہیں۔ اپنے طور قیاس آرائی کرنا جرم عظیم

(۲) خود قرآن نے آگے چل کر واضح کیا ہے کہ

وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین۔ (سورۃ نمل رکوع ۶)

یعنے آسمان و زمین میں کوئی چیز مخفی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

اب لوح محفوظ کے متعلق (علوم کے) مختصراً پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔

(۳) حصر سے مغالطہ کھانے والے غور کریں کہ ایک جگہ حصر آجانے سے

دوسرے مقامات کے اثبات کو نظر انداز نہیں کیا جاتا مثلاً ایک جگہ فرمایا۔
لا یؤخذ منھا شفاعۃ اور فرمایا قل للہ الشفاعۃ جمیعاً
اور پھر فرمایا من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ اسی طرح ایک جگہ فرمایا
ان العزۃ للہ جمیعاً اور پھر فرمایا وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن
المنافقین لا یعلمون اسی طرح فرمایا قل ان الھدیٰ ھدی اللہ
اور پھر فرمایا۔ انک لتھدی الی صراط مستقیم۔ اسی طرح فرمایا ان الحکم
الا للہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ پھر فرمایا فابعثوا حکما من اھلہ وحکماً
من اھلھا۔ وغیرہ۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ایک جگہ حصر ہے تو کفار کو سمجھانا کہ یہ صفت
صرف اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے تمہارے معبودوں میں بالکل ہے نہیں اور جہاں
اثبات ہے تو اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی صفت ہے جس کا انکار کرنا جہالت کا ثبوت
دینا ہے اگر آیت ہذا میں حصر ہے (نفی عن الغیر ہے) تو دیگر آیات جو باب اول

فرمایئے ہدایت تو اللہ کی ہی ہے۔ بے شک تو سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔
ایک حکم شوہر کی طرف سے ایک عورت کی طرف سے مقرر کرو۔
اس سے شفاعت قبول نہ کی جائے گی۔
فرمایئے جملہ شفاعت اللہ کے لئے ہے
کون ہے جو شفاعت کرے اس کی اجازت کے بغیر۔
تمام عزت اللہ (تعالیٰ) کے لئے ہے۔
عزت اللہ و رسول اور اہل ایمان کے لئے ہے مگر منافقین نہیں جانتے۔

میں صحیح ہیں۔ میں اسکا ثبوت ہے۔

(۴) آیت میں نفی ہے تو دوسرے آیات میں اثبات بھی اور بقاعدہ اذا
تعارض النفی والاثبات فالاثبات اولیٰ۔ جب نفی اور اثبات میں
معارضہ آجائے تو اثبات والی دلیل کو لینا اولیٰ ہے۔ اہل سنت کے مسلک کو
ترجیح ہے۔

(۴) علاوہ وجوہ مذکورہ کے مفسرین نے فرمایا۔

(۱) ذاتی اور بالاستقلال۔

(۲) جمیع معلومات الٰہیہ کی نفی ہے۔ تفسیر نیشاپوری۔ نسیم الریاض۔ زرقانی
شرح مواہب تفسیر انوزرح۔ مدارک۔ فتاوی نووی۔ فتاوی حدیثیہ وغیرہ وغیرہ

(۳) ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما
مسنی السوء (اعراف ع ۱۳)
اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع
حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب کی خود نفی فرمائی ہے پھر تم بلاوجہ
کیوں اثبات کے درپے ہو۔

جواب مفصل جوابات تو فقیر نے رسالہ علم غیب المعروف مناظرہ عاشق رسولؐ
وعبد القہار" میں شرح کیئے ہیں اور کچھ "علم غیب فی القرآن" میں
لکھے ہیں۔ اجمالاً یہاں بھی لکھا جاتا ہے۔

مزید فقیر کی کتاب احسن التحریر میں دیکھیے

(۱) یہاں بھی وہی بات ہے کہ کفار کے چند غلط اعتراضات تھے مثلاً وہ کہتے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو ہمارے کہنے کے مطابق ہماری دنیوی مضرات کو دفع کرو۔ ہم محتاج ہیں ہمیں غنی کردو اور ہمارے فلاں احباب قریب مرگ ہیں یا مر گئے انکو تندرست اور زندہ کردو۔ ہمیں غیب کی باتیں بتاؤ کہ ہمیں کاروبار میں نفع ہوگا یا نقصان۔ مینہ کب برسے گا۔ فلاں مفقود الخبر کہاں ہے اور کب آئے گا۔ کوئی اونٹ کھوئے گئے پوچھا کہ کہاں ہیں
تفسیر کبیر میں تحت ہذا الآیۃ لکھا ہے کہ
جب آپ غزوہ بنی مصطلق سے واپس لوٹے تو آپ نے رفاعہ کا مدینہ میں مرنا بھی بیان فرمایا اور پھر اپنی اونٹنی کی تلاش کا حکم بھی دیا اس پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ہنسکر کہا کہ مدینہ اتنا دور ہے اس کے واقعہ کی خبر تو دے رہے ہیں اور اونٹنی چار قدم ہوگی وہ نہیں معلوم کہ کہاں ہے۔
آپ نے فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں درخت میں اونٹنی کی مہار اٹکی ہوئی ہے جاؤ لے آؤ۔ لوگ وہاں گئے تو اونٹنی موجود تھی۔
اس پر یہ آیت اتری۔
چنانچہ آیت کے ماقبل میں کفار کی مختلف باتوں کی تردید بھی شاہد ہے اور پھر ان انا الا نذیر الخ فرماکر کفار کو فرمایا کہ تم لایعنی باتوں کو چھوڑو۔ میرے دعویٰ کو دیکھو۔ کہ میں تمہیں غیب منوانے نہیں آیا بلکہ میرا کام توحید و رسالت کا اثبات ہے باقی تمہارے یہ سوال یہ نبوت و رسالت کے اقرار کے بعد خود حل ہوجائیں گے اور بحمدہٖ تعالےٰ یہ تمام باتیں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں

کو کرکے دکھلائیں جو اپنے اپنے مقامات پر ثابت ہیں۔
(۲) علم غیب کی نفی مشروط بدو شرط ہے۔
(۱) خیر کثیر
(۲) مس سوء۔ یعنے مجھے علم غیب نہیں کیونکہ مجھے خیر کثیر حاصل نہیں اور دوسرا مجھے دکھ بھی پہونچے۔
بقاعدہ: اذا فات الشرط فات المشروط۔ جب شرط ختم ہوجائے تو مشروط بھی ختم ہوجاتا ہے۔
آیت میں نفی غیب کا علم ہے شرط اور خیر کثیر نہ ہونا و دکھ نہ پہنچنا مشروط ہے۔
قرآن کریم نے مشروط یعنے خیر کثیر کی نفی کو اثبات سے بدل دیا۔
کما قال "انا اعطینٰک الکوثر"۔
جمہور مفسرین نے الکوثر سے مراد خیر کثیر لی ہے (کبیر، روح المعانی وغیرہ)
بلکہ تیسرے پارہ میں یوں فرمایا۔
من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا۔
جسے حکمت دی جاتی ہے اُسے خیر کثیر بھی دی جاتی ہے۔
اور ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صرف حکمت نہیں دیے گئے بلکہ آپکو حکمت کا معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔
کما قال تعالےٰ: یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کتاب و حکمت کے معلم ہیں۔
جب خیر کثیر کی نفی اثبات سے تبدیل ہوئی تو نفی علم غیب بھی اثبات سے

تبدیل ہو ورنہ قرآن کا ابطال لازم آتا ہے یہ قاعدہ نہ صرف عقلی ہے بلکہ آیات قرآنیہ ثبوت علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بکثرت موجود بھی ہیں ۔

(۳) لو کا قاعدہ ہے کہ مستقبل کو ماضی سے تبدیل کرتا ہے ۔ (کما هو معلوم للنحاة واللغويين والبيانيين) اب مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ زمانہ ماضی میں نفی علم غیب ہے ۔ مستقبل اور نزول آیت کے وقت سے نفی نہیں ہوتی جیسا کہ شان نزول کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے غیبی خبریں بیان بھی فرمائیں ۔

ہمارے سلف صالحین بھی اس آیت کے منکرین علم غیب کو تین جواب دے رہے ہیں ۔

(۱) تواضعاً وانکساراً اظہاراً للعبودیت فرمایا ۔

(۲) جمیع معلومات الٰہیہ کی نفی

(۳) ذاتی علم کی نفی ہے ۔ (خازن ، حاشیہ جلالین ، جمل ، صاوی نسیم الریاض ، کبیر ، شرح مواقف ۔ روح البیان وغیرہا)

سوال وعندہ مفاتیح الغیب لایعلمها الا الله | اسی کے پاس ہی ہیں غیب کی کنجیاں انہیں اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔

جب غیب کی کنجیاں ہی اس کے ہاں محفوظ ہیں پھر تمہارے دعاوی کہاں تک سچ اور پھر حصر کے ساتھ کہ سوائے اس کے کسی کو معلوم نہیں ۔

جواب (۱) مناظرہ کے فن کا قاعدہ ہے کہ دعویٰ کے مطابق دلیل ہونی چاہیئے ۔ دیوبندیوں کا دعویٰ تو نفی علم غیب کی ہے اور دلیل

ہے نفی کنجیوں کی ۔ کیونکہ ھا کا مرجع مضاف الیہ مفاتح ہے نہ کہ غیب ۔

(۲) کنجیوں کی نفی سے علم غیب کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ خزانے کے مالک کا طریقہ ہوتا ہے کہ خزانہ سے عطا عام کر کے کنجیاں اپنے پاس رکھتا ہے ۔

(۳) غیب کی کنجیوں سے مراد تکوینی امور ہیں کیونکہ کنجی کا کام بھی یہی ہے کہ اندر کی چیز باہر اور باہر کی اندر کردینا ۔

کما قال صاحب روح البیان : وقلم تصویرها الذی هو مفتاح یفتح به باب علم تکوینها علی صورتها الخ

ان چیزوں کے نقش باندھنے کا قلم جو ایسی کنجی ہے جس سے ان چیزوں کے پیدائش کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور یہ کام اللہ تعالےٰ کا ہے نہ کہ نبی علیہ السلام کا ۔

(۴) حصر علم کے لیئے ہے نہ کہ اعلام کے لیئے اصول کا قاعدہ ہے کہ نص میں جس شے کا ذکر نہ ہو اُسے اپنے قیاس سے شامل نہ کیا جائے ۔ جب اللہ تعالےٰ نے نہ دینے کا ذکر نہیں فرمایا ۔ دیوبندیوں کو کس نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنے قیاس سے اُسے شامل کریں ۔

(۵) یہاں بھی وہی کفار کی تردید مقصود ہے اور پھر مومنوں کے لیئے فرمایا

ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

اس میں اشارہ ہے کہ کنجیاں میرے پاس ہیں لیکن دینے سے مجھے رکاوٹ بھی نہیں جبکہ میں نے ان کے کھولنے کی خبر دے دی ہے ۔ انا فتحنا لك فتحاً مبيناً

(۶) مفسرین نے بھی اس کے متعلق جواب لکھے۔

(۱) جمیع معلومات کا جاننا

(۲) چیزوں کے پیدا کرنے کی قدرت۔

(۳) ابتداً ان کے متعلق معلومات رکھنا

(۴) ذاتی اور بالاستقلال کی نفی (کبیر، خازن، روح البیان، عرائس البیان

(۷) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کائنات کے ہر قسم کی کنجیاں دی گئی ہیں جیسا کہ مسئلہ اختیار میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

سوال: یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک علام الغیوب ۔ جس دن اللہ تعالیٰ رسل علیہم السلام کو جمع فرما کر کہیگا کہ کفار سے تم کو کیا جواب ملا کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں بے شک تو ہی غیب کو خوب جاننے والا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سب مل جل کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں کوئی علم نہیں اب تمہارا دعویٰ علوم کلیہ کا خودبخود باطل۔

جواب: (۱) اثبات کو نفی بنانا جہالت کا ثبوت دینا ہے قیامت کی بات کو اب فرمایا جارہا ہے کہ ایسے ایسے بات ہوگی جو ذات کل کی بات آج بتا رہے اُسے بھی لاعلم کہنا عجیب منطق ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ جمیع علوم کو جاننے کے باوجود پھر بھی پوچھتا ہے کہ "ماذا اجبتم" اللہ تعالیٰ علیم ہو کر سوال کر رہا ہے تو اُس کے علم پر اعتراض نہیں ہوتا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا عالم ہو کر بنا بر مصلحت جواب میں لاعلم لنا کہہ دیتے تو بھی اعتراض نہ ہونا چاہیے۔

(۳) کیا انبیاء علیہم السلام کو معلوم نہیں تھا کہ قوم نوح نے کیا جواب دیا اور عاد و ثمود اور قوم لوط کے کیا کیا جواب تھے۔ نمرود و فرعون و ہامان اور ابوجہل وغیرہم نے کیا کیا لیکن بات لاعلم لنا کہہ رہے ہیں اس میں یا تو ان کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے اور جھوٹ سے وہ معصوم یا اس میں کوئی مصلحت ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوال میں مصلحت ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے جواب میں بھی مصلحت ہے۔

(۴) علم کے ہوتے نفی کر دینا الٹا اس میں ہماری تائید ہے جیسا کہ اصول میں ہم لکھ چکے۔

(۵) عبودیت کا اظہار کر جب بڑا عالم چھوٹے سے پوچھے کہ وضوء میں اگر دن کا مسح رہ جائے تو کیا وضو ہو جائے گا تو چھوٹا آدمی علم کے باوجود اپنی انکساری کے تحت بڑے عالم کو کہے گا حضور آپ زیادہ جانتے ہیں اسی طرح یہاں ہے۔

مفسرین کرام نے بھی جواب دیئے۔

(۱) ہمارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے فلہذا سوال سنکر لاعلم لنا کہہ دیا۔

(۲) ادب کی بنا پر لاعلم لنا کہا۔

(۳) قیامت میں عدل و انصاف کی بات ہوگی اگر انبیاء علیہم السلام ہر امت پر شہادت دے دیتے تو ان پر سزا لازم ہو جاتی انبیاء علیہم السلام نے کا معاملہ کریم کی کریمی کے سپرد کر کے لاعلم لنا کہہ دیا۔

باقی جوابات "تغییب فی القرآن" میں دیکھیے۔

سوال: وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ۞ مجھے کیا پتہ کہ میرے اور تمہارے لیے کیا ہوگا جب وہ اپنے خاتمہ سے بھی بے خبر ہیں اور دوسروں سے بھی بیزاری کا اظہار

فرماتے ہیں پھر علم کلی ثابت کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جواب (۱) وہی بات جو پہلے ہو رہی تھی دوبارہ آگئی وہ یہ کہ دعویٰ کے مطابق دلیل پوری نہیں دعویٰ تو علم کی نفی کا ہے اور دعویٰ میں درایت کی لغوی تحقیق مع نظائر و امثال "غیب فی القرآن" میں ہے۔ یہاں صرف اتنا یاد رہے کہ درایت بعض اپنے قیاس اور اٹکل پچو سے کسی کے بتائے بغیر کسی شے کو جاننے کی کوشش کرنا اور ہم اپنے عقائد میں کہہ چکے کہ نبی علیہ السلام کا علم ایک برابر بھی بغیر بتائے اللہ تعالیٰ کے ماننا کفر ہے چنانچہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود وضاحت فرما دی جسے مخالف نے آگے کے الفاظ چھوڑ دیئے۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ (میں اسکی تابعداری کرتا ہوں جسکی مجھ پر وحی کی جاتی ہے)۔

(۲) یہ آیت منسوخ ہے ناسخ انا فتحنا لک فتحا مبینا الخ ہے۔

(۱) کما قال ملا عبدالرحمٰن فی رسالۃ الناسخ والمنسوخ۔ (۲) خازن

(۳) حاشیہ جلالین (۴) کبیر (۵) درمنثور

(۶) ابوالسعود وغیرہ

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تمام امتیوں کے بہشتی و دوزخی ہونے کی خبر دی۔ جس کے لیئے باب ثالث میں چند احادیث نقل کی جائیں گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

سوال خبر میں نسخ نہیں ہوتا۔

جواب خبر میں نسخ جائز ہے جیسا کہ قرآن میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں مثلاً قال اللہ تعالیٰ: ان تبدوا ما فی انفسکم الخ لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا سے منسوخ۔

اس کے متعلق مزید تحقیق فقیر کی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں دیکھئے۔

سوال لاتعلمھم نحن نعلمھم ﴿ تو انہیں نہیں جانتا میں ہی انہیں جانتا ہوں منافقین جو کہ ہر وقت ساتھ رہتے تھے ان کے متعلق بھی معلومات نہیں تھے چہ جائیکہ علم کلی۔

جواب (۱) یہی خیال تو منافقین کا تھا کہ ہم باوجودیکہ ساتھ رہتے ہیں لیکن ہمارا انہیں کوئی علم نہیں لیکن بوجہ مصلحت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سنکر غیبی باتیں تو بتا دیتے لیکن ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نہ دیتے جب تک ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نازل نہ ہوا۔

(۲) لتعرفنھم فی لحن القول (سورہ محمد رکوع ۳) آپ ان کی بات سنتے انکو جان لیتے ہیں۔ جیسا حاشیہ جلالین میں ہے۔

فکان بعد ذالک لایتکلم منافق عند النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم الاعرفہ ویستدل علیٰ فساد باطنہ ونفاقہ

"اس آیت کے بعد کوئی منافق حضور علیہ وسلم کے ہاں کلام نہ کرتا مگر آپ اس کو پہچان لیتے اور اس کے اندرونی فساد اور اس کی منافقت پر دلیل پکڑتے"۔ جب ان کو علیحدہ کرنے کا حکم ہوا تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ہر ایک مرد اور عورت کا نام لے کر اٹھا دیا جیسا کہ عینی شرح بخاری ج ۴ ص ۲۲۱ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

خطب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج منہا ناساً

حضور علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیا اس میں فرمایا اے فلاں نکل جا اس لیئے کہ تو منافق ہے اس میں بہت سے آدمیوں کو آپ

نے نکال دیا۔

تفسیر صاوی ص۱ اور شرح شفا للملا علی قاری ص۲۲ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

"جن منافقوں کو حضور علیہ السلام نے نکالا تھا ان کی تعداد اس وقت ۴۷۰ "چار سو ستر" تھی جن میں سے تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں۔"

(۳) جب کسی پر غصہ کیا جاتا ہے اور کوئی اس کی سفارش کرنے لگے تو غصہ والا کہتا ہے کہ اس خبیث کو تو نہیں جانتا اس کی خباثت مجھے معلوم ہے حالانکہ اس کی نالائقی سے ہر ایک واقف ہوتا ہے چونکہ منافقین کے بارہ میں سخت سزائیں بیان کی جارہی تھیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لئے رحم کھاتے۔ اللہ تعالے نے ان کے لئے فرمایا۔ چنانچہ اگلا ٹکڑا اسی تقریر کا قرینہ ہے۔

سنعذبهم مرتين ۔

(۴) لا تعلمهم الخ لتعرفنهم فى لحن القول سے پہلے اتری ہے (حاشیہ جلالین از جمل تحت ہذا الآیۃ)

سوال منهم من قصصنا عليك و منهم من لم نقصص عليك۔

بعض انبیاء علیہم السلام میں سے وہ ہیں جنکا قصہ ہم نے کر دیا بعض وہ ہیں جنکا قصہ ہم نے نہیں کیا۔

جب انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی بھی خبر نہیں تو پھر علم کلی کہاں رہا۔

جواب (۱) دعویٰ و دلیل مطابق نہیں آیت میں قصے کی نفی ہے تمہارا دعویٰ علم کی نفی میں ہے۔

(۲) دوسری جگہ فرمایا۔

وکلا نقص علیک من انباء الرسل | اور سب کچھ ہم آپ کو رسولوں کی خبریں بیان کرتے ہیں۔

جب قرآن نے خود گواہی دیدی تو تم بلاوجہ کیوں عیب تلاش کرتے ہو۔

(۳) قرآن میں اگرچہ تفصیلی طور ذکر نہیں لیکن اجمال تو اپنی جگہ ثابت ہے۔

کما قال اللہ تعالے ونزلنا علیک تبیانا لکل شیء ۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالے مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱ ص۵۰ میں فرماتے ہیں۔

هذا لا ينافي فى قوله تعالے منهم من لم نقصص عليك لان المنفي هو التفصيل والثابت هو الاجمال۔

یعنے منهم من لم نقصص ہمارے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں تفصیل کی نفی ہے باقی رہا اجمال وہ تو اپنی جگہ ثابت ہے۔

(۴) بہت سے مسائل قرآن میں اجمالی ہیں لیکن تفصیل احادیث میں ہے جس طرح قصص قرآن میں اجمال ہے اور احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

شب اسراء حضور علیہ السلام نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور ہمکلام بھی ہوئے۔

مفسرین کے اقوال "عیب فی القرآن" میں درج کئے گئے۔

سوال ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربي وما اوتيتم من العلم الا قليلا۔ | آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمایئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم اس کا تھوڑا سا علم دیئے گئے ہو۔

جب روح کے علم سے بھی بے خبر تھے تو علوم کلیہ کا اثبات بے محل ہے۔

جواب ۱

(۱) سائل کفار ہیں اور کفار کی استعداد اس کی حامل نہیں تھی کیونکہ یہ ایک باریک مسئلہ ہے جب انکو اسکی اہلیت ہی نہ تھی تو جواب میں اُس کی استعداد وما اُوتیتم من العلم الا قلیلا کو ظاہر کیا گیا جیسے چاند کے متعلق انہوں نے پوچھا کہ یہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے تو جواب تو گھٹنے بڑھنے کے متعلق دینا چاہیئے تھا لیکن نہیں بلکہ ان کی استعداد کے متعلق فرمایا۔ قل ھی مواقیت للناس والحج اس سے کوئی بھی نہیں کہے گا کہ نبی علیہ السلام کو چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ اسی طرح یہاں سمجھیئے باقی رہا نبی علیہ السلام کو علم تھا یا نہ وہ من امور ربی میں ثابت کیا گیا۔

(۲) من امر ربی میں تبعیضیہ ہے یعنی اللہ تعالٰے کے عالم امر سے ایک امر روح بھی ہے جیسا کہ کتب تفاسیر و کتب تصوف کے پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ عالم ہژدہ ہزار سے ایک عالم امر بھی ہے جو "العالمین" کے افراد سے ایک فرد ہے اور ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بمطابق وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین۔ بلا تخصیص ہر عالم کے لیئے آپ رحمت ہیں۔ اب فیصلہ خود فرمایئے کہ اگر رحمت عالم کو عالم امر وروح کا علم نہیں تو پھر اُس کے لیئے رحمت کیسی۔

(۳) شب معراج تمام عوالم سے گذر ہوا عالم عناصر اور عالم طبیعت اور عالم ارواح سے گذر کر کے عالم امر کو طے کرتے ہوئے وہاں پہونچے جہاں وہاں نہیں۔ عالم امر سے گذرنے والے کو بے خبر بنانا شان نبوت سے جہالت کا ثبوت دینا ہے

(۴) حقیقۃ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ تمام حقائق کی اصل الاصول ہے اور اصل کو اپنے فروع کا علم ضروری ہے۔ اسپر مستقل بحث "حاضر و ناظر" مسئلہ نور میں آئے گی انشاء اللہ تعالٰے۔

(۵) مفسرین اور سلف صالحین نے اثبات میں ارشادات تحریر فرمائے ہیں۔

(۱) احیاء العلوم للغزالی

(۲) مدارج النبوۃ للشیخ عبد الحق ص ۴۰ ج ۲

(۳) تفسیر خازن تحت ہذا الآیۃ

(۴) روح البیان (۵) مدارک (۶) صاوی وغیرہ وغیرہ

عبارات و مزید تحقیق "غیب فی القرآن" اور فقیر کے رسالہ الفتوح فی تحقیق الروح میں دیکھئے

سوال ۲

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ

اور نہ ہم نے ان کو شعر سکھایا اور نہ ہی ان کے لائق ہے۔

جب آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی تو پھر علم کلی کا دعوٰی کیسا۔

جواب ۲

مخالفین یہ تو مانیں گے کہ یہ آیت کفار کے کسی طعنہ کے جواب میں بیان کی گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کفار آپ کو کیا کہتے ہیں جسکا اس آیت میں جواب دیا جا رہا ہے وہ کہتے

انھم کانوا اذا قیل لھم لا الٰہ الا اللہ یستکبرون ویقولون ائنا لتارکوا آلھتنا لشاعر مجنون

جب ان لوگوں (کفار) کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰے کے سوا اور کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا ہم ایک شاعر کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

دیکھیئے اس آیت میں کفار نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو شاعر قرار دیا ہے۔ اور اُس وقت کی شاعری بام عروج پر تھی اسی لیئے وہ اپنے آپ کو اہل عرب

ناطق اور دوسرے لوگوں کو عجم (گونگا) تصور کرتے ۔ انہوں نے شاعر کہا ہے تو
کس بناء پر (یہ ایک فلسفہ ہے جو ذی شعور لوگوں کے سوا کسی کو سمجھ نہیں آئیگا)

قرآن کی عبارت نظم تو ہے نہیں حالانکہ عرف میں شاعر اُسے کہتے ہیں
جو اپنا کلام نظم میں پیش کرے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنا کلام
خواہ قرآن ہو یا غیر قرآن کبھی شعر میں نہیں کہا (الا نادراً) تو اب لامحالہ ماننا
پڑے گا کہ شعر گوئی سے کچھ اور مراد ہے اور وہ کیا ہے اس کو بھی قرآن نے بیان
فرمایا کفار حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کلام الٰہی سنکر کہتے

ان ھی الا اساطیر الاولین | یہ قرآن نہیں ہے مگر پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے۔

اور وہ کہتے۔

افتریٰ علی اللہ کذبا ام به جنة۔ | کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا کر رہا ہے یا اُسے جنون ہے۔

ان دو آیتوں سے ثابت ہوا کہ وہ لوگ شعر سے جھوٹ مراد لیتے تھے ورنہ
عقلاً بھی اور روایۃً بھی مذکورہ آیات کی کھلی تردید ہوجائے گی اور وہابیہ دیوبندیہ علم
سے تو کورے ہوتے ہیں انہیں بڑی کتابوں کا مطالعہ نصیب نہیں تو کم از کم منطق کے
چھوٹے رسالے دیکھ لیں کہ انہوں نے شعر سے کیا مراد لیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں

الشعر ھو المؤلف من المقدمات الکاذبة | شعر وہ ہے جو جھوٹے مقدمات سے مرکب ہوا

اب معنے یہ ہوا کہ ہم نے اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جھوٹی باتیں نہیں سکھلائیں
اور نہ ہی جھوٹ ان کے لائق۔ چنانچہ آیت کا دوسرا جزو اس کی تقریر کرتا ہے وہ یہ کہ

ان ھو الا ذکر و قرآن مجید | یعنے میرے محبوب کا کلام ذکر اور قرآن مبین ہے۔

باقی رہا عرفی شعر وہ تو آپ کہہ بھی دیتے تھے ۔

کما ھو معلوم لقاری کتب السیر و شعرہ صلے اللہ علیہ وسلم مشہور

انا النبی لا کذب | انا ابن عبد المطلب

وغیرہ وغیرہ۔ اگر شعر سے یہی شعر گوئی مراد ہو تو پھر تو قرآن کو غلط قرار دینا پڑ گیا جبکہ
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی شعر کہہ دیتے تھے اور غلط و صحیح کا امتیاز بھی
فرما دیتے۔ اسکی تفصیل فقیر کی کتاب "نعت خوانی پر انعام" میں پڑھئے کہ بڑے بڑے شعراء کے
کلام کی تصحیح بھی فرمائی اور انعام بھی بخشا۔

اسی لئے یقیناً آپ کو شعر کا علم بھی اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوا کیوں نہ ہو جب
حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم اولین و آخرین
تعلیم فرمائے گئے جن سے کشف حقائق ہوتا اور آپ کے علوم واقعی نفس الامری ہیں
کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وما ینبغی لہٗ | اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا دامن اس سے پاک ہے۔

اس شعر میں بھی کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح و سقیم و جید و ردی
کو پہچاننے کی نفی نہیں ہے ۔

اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم شریعت میں طعن کرنے

والوں کے لئے یہ آیت ہرگز سند نہیں ہو سکتی ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پہ فرمایا ۔

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (پ۲۳ ع ۵ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ : اور کہتے تھے کہ ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے بلکہ وہ تو حق لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی ۔

فائدہ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ کفار کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہنا مراد کذب ہے ۔

جواب ۲ وَمَا عَلَّمْنَٰهُ الشِّعْرَ میں شعر گوئی کے ملکہ کی نفی ہے اور یہ عیب نہیں کیونکہ

کتنے عروض قوافی کے جاننے والے فن شعر کے ماہر ایسے ہیں کہ وزن شعر کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں شعر کے مروی و جید میں تمیز نہ ہو ۔ فن کے قواعد و مصطلحات سے بے خبر ہوں ۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں ۔ علم سے بہت مرتبہ ملکہ مراد ہوتا ہے روز مرہ کے محاورے ہیں مثلاً ہم کہتے ہیں کہ فلاں عالم نہیں جانتا ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت و ہیئت اور قواعد کی اسے خبر نہیں ۔ سب کچھ جانتا ہے لیکن لکھنے کا ملکہ نہیں اسی طرح یہاں مراد علم سے ملکہ ہے ۔ کچھ محاورات پر ہی منحصر نہیں بلکہ ہر ملک اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے اور یہاں بھی ملکہ کی نفی مراد ہے چنانچہ ایک قاعدہ سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ علم تعلیم کے بعد کوئی صنعت واقع ہو تو وہاں تعلیم سے مراد ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے فرمایا ۔

وَعَلَّمْنَٰهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ ۝

ترجمہ : اور سکھایا ہم نے اسے تمہارا پہننا (زرہ) بنانا کہ تمہیں آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے ۔

پ۱۷ ع ۵ سورہ انبیاء

اس قاعدہ سے واضح ہوگیا کہ علم کے معنیٰ ملکہ کے ہیں ۔

اسی طرح آیت وماعلمنٰہ الشعر سے بھی علم کے مراد ملکہ ہے اور ملکہ ہی کی نفی ہے ۔ نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جیدہ ردی اور موزوں اور غیر موزوں میں امتیاز فرماتے تھے ۔

جواب ۳ علم شعر کی نفی آج تک کسی مفسر نے نہیں کی چونکہ یہ انبیا کرام علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطریق انشاء صادر نہیں ہوا ۔ ہر بشری کمال آپ کے علم جامع کے تحت ہے اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہر فصیح و بلیغ اور شاعر و اشعر اور ہر قبیلہ کو اُن لغات اور انہی عبارات میں جواب دیتے تھے اور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت کو ان کی تعلیم فرماتے تھے جیسا کہ فن سیرت کے واقفین کو معلوم ہے ۔

جواب ۴ اس ملکہ کی نفی کی بات بھی تب ہے جب آپ اہل مکہ کے ہاں تھے جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دوسرے علوم کی طرح اس ملکہ کو بھی بوقت ضرورت استعمال فرمایا اور یہ آیت بالاتفاق مکیہ ہے جیسا کہ اصول اسلام سے ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم اور امور شرعیہ تدریجی ہیں وقت سے پہلے کسی علم کو بروقت ظاہر نہ کرنا عدمِ علمی کی دلیل نہیں ۔ مثلاً آپ نے ایک دفعہ فرمایا ، لَا تُفَضِّلُونِي عَلَىٰ يُونُسَ بْنِ مَتَّىٰ مجھے یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو ۔ یہاں آپ نے یونس علیہ السلام پر فضیلت دینے سے روکا ہے حالانکہ آپ جملہ انبیا علیہم السلام سے افضل ہیں اس کا محدثین نے یہی جواب دیا ہے کہ فضیلت کی نفی وقت سے پہلے ہے ۔

سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوائے عربی کے اور کسی بولی کو نہیں جانتے (امی تھے

دیوبندیوں نے حضور علیہ السلام پر بہتان تراشا کہ آپ نے اُردو علمائے دیوبند سے سیکھی۔ (معاذ اللہ / براہین قاطعہ (اُویسی غفرلہٗ)

جواب قرآن مجید میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۔ (پ ۱۳ ع ۱ سورہ ابراہیم)

ترجمہ: ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ اُن سے کھول کر بیان کردیں۔

فائدہ: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کُل کائنات کے ذرہ ذرہ کے نبی و رسول ہیں اس عقیدہ کے مطابق اس آیت شریفہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہر رسول کو اپنی قوم کی زبان کا علم ہوتا تھا۔ اسی سے نتیجہ نکلا کہ ہمارے نبی علیہ السلام اپنی اُمت کا علم عطا فرما دیا ہے۔

<u>جملہ کائنات کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم</u>: اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام جملہ کائنات کے رسول ہیں اس کی تائید ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (پ ۲۲ ع سورہ سبا)

ترجمہ (یا رسول اللہ) ہم نے آپ کو ساری کائنات کے انسانوں کے لئے رسول بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دوسرے مقام پہ فرمایا۔

تبٰرك الذی نزل الفرقان علٰی

ترجمہ: برکت والی ہے وہ ذات جس نے

کے ہر فرد کی بولی جانتے ہیں چنانچہ صاحب تفسیر جمل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں

وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يخاطب كل قَوْمٍ بلغتهم

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قوم سے ان کی زبان میں خطاب فرمایا کرتے۔

(تفسیر جمل جلد ۲ ص ۵۱۳)

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کی زبانوں کا علم ہے۔ چنانچہ نسیم الریاض شرح شفا شریف جلد اوّل میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں

انه صلی اللّٰه علیه وسلم لجمیع الناس علّمه جمیع اللغات ۔ (نسیم الریاض جلد ۲ ص ۳۸۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمام زبانیں بھی سکھادیں۔

ثابت ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی بولی

عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا

قرآن نازل کیا تاکہ ہوں جملہ عالمین کے نذیر (نبی)

حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (مسلم) میں تمام مخلوق کا رسول ہوں (رواہ مسلم و مشکوٰۃ)

فائدہ ثابت ہوا کہ حضور آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری دنیا کے رسول اور بشیر و نذیر ہیں پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی خاص قوم کے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے لیکن سرورِ کائنات کے لئے کسی قوم کی قید نہیں بلکہ جملہ عالم کے رسول ہیں۔ جو ذات کہ ساری کائنات کے رسول اور بشیر اور نذیر ہوں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قوم کی زبانوں کا علم ہے ورنہ یہی ثابت ہو گا کہ رسالت مآب کی رسالت کل عالمین ہونے کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں کا علم ہے تو جو سید المرسلین ہیں ان کو تمام زبانوں کا علم نہیں (حالانکہ آدم علیہ السلام کو وہ جملہ لغات حضور علیہ السلام کے طفیل نصیب ہوئیں۔ (تفصیل تفسیر اُویسی میں دیکھیے)

بولی گر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حدیث شریف میں ہے۔

فَاَصْبَحَ کُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ يَتَكَلَّمُ	ترجمہ: ان صحابیوں نے صبح کی تو ہر صحابی جس
بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْهِمْ	قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسی
الخصائص الکبریٰ لجز الثانی ر ف	قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا۔

حُجَّةُ اللهِ علی العالمین)۔

اصل واقعہ: ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں جعفر بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار صحابیوں کو قیصر، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ ان صحابیوں نے صبح کی تو جس صحابی کو جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پاک سے اُن صحابہ کو وہ زبانیں آگئیں حالانکہ وہ صحابی عربی زبان کے علاوہ اور کسی زبان کو نہیں جانتے تھے۔

فائدہ ثابت ہوا کہ مالک کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ فیض سے امتیوں کو بغیر سیکھنے کے دوسری زبانیں آجاتیں اور خود انہیں عربی کے علاوہ اور کوئی زبان نہ آئے۔ سبحان اللہ یہ امتی ہیں کہ خود جاہل ہیں تو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے خبر بلکہ اُردو کا خود کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استاذ بناتے ہیں۔
(انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

آج بھی پہلے سے بڑھ کر: در رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حاضری ہر ملک اور ہر علاقہ کے مسلمانوں کو نصیب ہو رہی ہے اور بوقت حاضری ہر عاشق اپنی بولی میں بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے معروضات پیش کر رہا ہے ہمیں معلوم نہیں یہ کون ہے کیا کہہ رہا ہے آج بھی جالی مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ نظارہ دیکھا جا سکتا ہے لیکن حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کا نام بھی جانتے

ہیں اور کام بھی اور اس کی نہ صرف زبان (بولی) بلکہ اس کا ایمان بھی جانتے ہیں اگر کسی احمق کا عقیدہ نہیں تو پھر وہ ہزاروں روپے خرچ کر کے اتنا دُور کیوں جاتا ہے اور جن کا عقیدہ نہیں ہے وہ (نجدی وہابی) سرے سے حاضری ہی نہیں دیتے اگر حاضر ہوتے بھی ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے ہی نہیں یہ دولت صرف اور اہلسنت کے عقیدہ والوں کو نصیب ہے۔

دل کی گہرائیوں کو جانتے ہیں بلکہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے کہ بوقت حاضری یہ تصور ہو کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری دل کی گہرائیوں کو بھی نہ صرف جان رہے ہیں بلکہ دیکھ بھی رہے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانی آداب زیارت میں تحریر فرماتے ہیں۔

وینبغی ان یقف عند محاذاۃ اربعۃ	چاہیئے کہ زیارت کرنے والا قبر شریف
اذرع ویلازم الادب والخشوع	سے چار ہاتھ پر سامنے کھڑا ہووے
والتواضع غاض البصر فی مقام	اور ادب وخشوع وتواضع کو لازم پکڑے
الهیبة کما کان یفعل فی حال	اور مقام ہیبت میں آنکھیں بند کرلے جیسا کہ
حیاته اذلا فرق بین موته	حضور کی حیات شریف میں کیا جاتا تھا
وحیاته فی مشاهدته لامته	اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے
ومعرفته باحوالهم ونیاتهم	احوال ونیات وعزائم وخواطر کی معرفت
وعزائمهم وخواطرهم ذلك	میں حضور کی موت وحیات یکساں ہے اور
عنده جلیٌّ لاخفاء به۔ فان قلت	یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے اس میں کوئی
هذه الصفات مختصة بالله	پوشیدگی نہیں۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ
تعالیٰ فالجواب ان من انتقل الی	یہ صفات تو اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں تو اس

عالم البرزخ من المؤمنين
يعلم احوال الاحياء غالبًا و
قد وقع كثير من ذلك كما هو
مسطورٌ فی مظنة ذلك من
الكتاب وقد روى ابن المبارك
عن سعيد بن المسيب قال ليس
من يوم الا وتعرض على النبي صلى
الله عليه وسلم اعمال امته
غدوةً وعشيةً فيعرفهم
بسيماهم واعمالهم فلذلك
يشهد عليهم (مواهب لدنيه)

کا جواب یہ ہے کہ (کامل) مومنوں میں سے
جو شخص عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ وہ
زندوں کے حالات غالباً جانتا ہے ایسا
بہت وقوع میں آیا ہے جیسا کہ اس کے
متعلق کتابوں میں مذکور ہے حضرت عبداللہ
نے بروایت سعید بن مسیب نقل کیا ہے کہ
کوئی دن ایسا نہیں کہ صبح و شام اُمت کے
اعمال کو اور خود اُن کو ان کے چہرے سے
پہچانتے ہیں۔ اسی واسطے آپ ان پر گواہی
دیں گے۔

زبان سے کہنے کی حاجت نہیں: حضرت ابن الحاج المدخل میں لکھتے ہیں کہ

فاذا زاره صلى الله عليه وسلم
فان قدر ان لا يجلس فهو به
اولى فان عجز فله ان يجلس
بالادب والاحترام والتعظيم
وقد لا يحتاج الزائر فی طلب
حوائجه ومغفرة ذنوبه ان
يذكرها بلسانه بل يحضر
ذلك فی قلبه وهو حاضر بين

ترجمہ: جس وقت زائر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے۔ اگر وہ طاقت
رکھتا ہو کہ نہ بیٹھے تو اُس کے لئے نہ بیٹھنا
اولیٰ ہے۔ اگر وہ کھڑا رہنے سے عاجز ہو
تو اُسے ادب و احترام و تعظیم سے بیٹھنا
جائز ہے۔ زائر کے لئے اپنی حاجتیں اور
گناہوں کی معافی طلب کرنے میں یہ ضروری
نہیں کہ ان کو اپنی زبان سے ذکر کرے

يديه صلى الله عليه وسلم
لانه عليه الصلوة والسلام اعلم
بحوائجه ومصالحه وارحم به
منه لنفسه واشفق عليه من
اقاربه وقد قال عليه الصلوة
والسلام انما مثلی ومثلكم
كمثل الفراش تقعون فی النار
وانا اخذ بحجزكم عنها اوكما
قال وهذا فی حقه صلى الله عليه
وسلم فی كل وقت واوان اعنی
فی التوسل به وطلب الحوائج
بجاهه عند ربه عز وجل
ومن لم يقدر له زيارته صلى
الله عليه وسلم بجسمه فلينوها
كل وقت بقلبه ليحضر قلبه
انه حاضر بين يديه متشفعًا
الى من من به عليه (مدخل
لابن الحاج - جزء اول - زيارت
سيد الاولين والآخرين صلى الله

بلکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے حضور میں دل میں حاضر کرے کیونکہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زائر کی حاجات و
ضروریات کا علم خود زائر سے زیادہ ہے
اور حضور اُس پر خود اُس کی نسبت زیادہ
رحم والے اور اُس کے اقارب سے زیادہ
شفقت والے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا ہے" میرا حال اور تمہارا
حال پروانوں کے حال کی طرح ہے کہ تم
آگ میں گرتے ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ کر
آگ سے بچانے والا ہوں" اور یہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہر وقت
اور ہر لحظہ میں ہے یعنی حضور سے توسل
کرنے میں اور آپ کے جاہ کے وسیلہ
سے حاجتیں مانگتے ہیں اور جس شخص کے لئے
بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی زیارت مقدر نہ ہو اُسے چاہیئے کہ ہر
وقت اپنے دل میں زیارت کی نیت کرے
اور یہ سمجھے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علیہ وسلم۔

کے سامنے حاضر ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں شفیع لا رہا ہوں جس نے آپ کو بھیج کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے

ہر جگہ ہر آن: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

النظر فی اعمال اُمتہ والاستغفار لہم من السیئات والدعا بکشف البلاءِ عنہم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکۃ فیہا وحضور جنازۃ من مات من صالحی اُمتہ فان ھذہ الامور من جملۃ اشغالہ فی البرزخ کما وردت بذٰلک الاحادیث والاٰثار (انباء الاذکیا)

ترجمہ: اپنی اُمت کے اعمال دیکھنا اور اُن کے گناہوں کی بخشش طلب کرنا۔ اور اُن سے بلا دُور کرنے کی دُعا کرنا اقطارِ زمین میں حلول برکت کے لئے تشریف لے جانا اور اپنی اُمت کے صالحین میں سے کسی کے جنازے میں حاضر ہونا کیونکہ یہ اُمور برزخ میں حضور کے اشغال میں سے ہیں جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہے۔

سوال اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں پانچ علوم کی غیر اللہ سے نفی فرمائی ہے بلکہ پانچ علوم کے لئے خود حضور علیہ السلام نے اپنے اور تمام لوگوں سے نفی فرمائی ہے چنانچہ فرمایا۔

خَمسٌ لا یعلمھن الا اللّٰہ (بخاری) پانچ علوم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

جواب[1] بار بار عرض کیا جا رہا ہے کہ جہاں مطلق نفی ہو وہاں ذاتی علم کی نفی مراد ہوتی ہے اور ہم عطائی علوم کے قائل ہیں۔ تفصیل سے پہلے ایک منطقی قاعدہ سے سمجھئے۔

منطقی قاعدہ سے: ایساغوجی صغریٰ کبریٰ کے مبتدی طالب علم کو معلوم ہے کہ لا یعلمھن الا اللّٰہ سالبہ کلیہ ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ احدٌ یہاں محذوف ہے اور نکرہ

تحت نفی واقع ہو تو فائدہ عموم کا دیتا ہے اور اللہ مستثنیٰ ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوئی:

لا یعلمھن احد الا اللّٰہ۔ ای لا یعلم الخمس احد من العالم یا لا شئ من العالم او من الخلائق لا یعلم الخمس الا اللّٰہ۔

یعنی اللہ کے سوا مخلوق کے ہر ہر فرد سے بطریق انفرادیت و اجتماعیت علوم خمسہ کی بطریق جمعیت و فردیت نفی ہے۔

اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے اور حضور علیہ السلام کے لئے کل کیا ہوگا کا علم ثابت ہے۔ گو قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے نبی پاک پانچوں علوم رکھنے والے ہیں مگر دعویٰ کے بطلان کے لئے اتنا کافی ہے اب تقدیر عبارت یوں ہوگی۔

بعض الانسان اَعنی محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعلم من الخمس۔

اب اگر سالبہ کلیہ میں ذاتی کی قید کا لحاظ نہ کیا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا اور وہ بالاتفاق محال ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ سالبہ کلیہ کو مقید بقید الذات مراد لیا جائے موجبہ جزئیہ کو مقید بقید العطا تو اس صورت میں ان دونوں میں کوئی نقیض نہ ہوگی۔

جواب[2] جو آیات مکیہ ہیں ان کے مضامین کی احادیث بھی انہی کے حکم میں ہوتی ہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کے احکام و افعال میں فرق ہے مکی زندگی میں جن امور کی نفی ہے انہی امور کا اثبات مدنی زندگی میں ہے اس کی مثالیں فقیر نے "احسن التحریر فی تقاریر دورہ التفسیر" میں لکھ دی ہیں اسی لئے اگر حضور علیہ السلام ان علوم کی نفی فرمائی ہے تو اس سے مطلق نفی مراد نہیں جیسے ہم کہتے

ہیں دُنیائے عالم سے تشریف لے جانے سے پہلے آپ کو یہ علوم عطا ہوئے۔

جواب۳ ان علوم میں بعض جزئیات کفار و مشرکین اپنے معبودوں یا جادوگروں کے لئے مانتے تھے۔ حضور علیہ السلام ان کے اذہان فاسدہ کی تصحیح کے لئے فرمایا کہ ان اُمور کا مالک واحد معبود حقیقی ہے تمہارے خیالات غلط ہیں اور وہ مالک ان امور کا عطیہ صرف اور صرف اپنے محبوبوں (انبیاؑ و اولیاؒ) کو بخشتا ہے اور تمہارے معبود اور جادوگر تو مبغوضان ہیں نہ کہ محبوب و مرغوب۔

جواب ان امور کے سائل کفار تھے اور کفار کے سوالات سوائے بیہودگی اور ضد کے اور کچھ نہ تھے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "احسن التحریر فی قواعد دورۃ التفسیر" میں۔ اس کا شان نزول ملاحظہ ہو۔

شانِ نزول: ایک شخص جس کا نام وارث بن عمرو تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربار میں حاضر ہو کر عرض کی کہ قیامت کب قائم ہوگی اور ہمارے شہر تباہ ہوئے ہیں بارش کب ہوگی اور میری عورت حاملہ ہے کب بچہ جنے گی اور مجھے یہ تو پتہ ہے کہ آج میں نے کیا کیا ہے لیکن یہ فرمائیے کہ کل میں کیا کروں گا اور یہ تو مجھے پتہ ہے کہ فلاں جگہ میں پیدا ہوا لیکن آپ بتائیے کہ میں مروں گا کہاں۔ اس کے سوال کرنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ذکر نحوہ البغوی والواحدی والثعلبی۔ روح المعانی صـ۱۰۹ جلد ۲۱) ہمارے جواب کی تائید ملاحظہ ہو۔

قال القسطلانی ذکر خمسًا وان کان الغیب لا یتناهی لان العدد لا ینفی زائدا علیه ولان هذه

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ کا ذکر فرمایا اگرچہ اس کا غیر متناہی ہے اس لئے کہ گنتی خاص زائد کے

الخمسة هی التی کانوا یدعون علمها۔

منافی نہیں علاوہ ازیں کفار صرف ان پانچوں کے مدعی تھے۔

جواب۵: اسلاف صالحین نے فرمایا۔

(۱) حضرت آلوسی نے لکھا کہ:

انه یجوز ان یطلع اللہ تعالیٰ بعض اصفیائه علی احدی هذه الخمس ویرزقه عزوجل العلم بذلک فی الجملة (صـ۱۱۱ ج ۲۱ روح المعانی)

اور بے شک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اصفیاء کو ان علوم میں سے بعض پر مطلع فرمایا اور بالجملہ ان کا علم عطا فرماتا ہے۔

(۲) شارح بخاری نے لکھا کہ

وذکر القسطلانی انه عزوجل اذا امر بالغیث وسوقه الی ماشاء من الاماکن علمه الملائکة الموکلون به ومن شاء من خلقه عزوجل (مواہب لدنیہ)

امام قسطلانی نے ذکر کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ (عزوجل) جب بارش کا حکم فرماتا ہے اور جہاں اسے روانہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا علم ان ملائکہ موکلین کو ہو جاتا ہے جو اس کام کے لئے مامور ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے۔

فائدہ اس سے امام قسطلانی نے استدلال فرمایا ہے کہ آیت و حدیث میں نفی صرف ذاتی کی ہے ورنہ اللہ جسے چاہے ان کے علوم عطا فرما دے۔ مالک ہے جیسے ملائکہ موکلین اور اس کی بعض مخلوق کو بارش برسنے کا علم۔

۳۔ حدیث شریف میں ہے:

اخرج البخاری عن انس بن مالك عن النبی صلی الله علیه وسلم ان الله وکل بالرحم ملکًا۔

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم میں ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے

(۴) امام قسطلانی نے فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی ثابت ہوا ما فی الارحام کا علم فرشتے کو عطا ہوتا ہے۔

قد نقل القسطلانی فی فتح الباری عن القرطبی انه قال من ادعی علم شیٔ من الخمس غیر مسندة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کاذبا فی دعواه - وان ما اطلع الله تعالیٰ علی نبیه من وقت قیامها فی غایة الاجمال وان کان اتم من علم غیره من البشر صلی الله علیه وسلم روح المعانی ج۲۱ ص۱۱

فتح الباری میں ہے امام قرطبی نے فرمایا کہ جو کوئی ان پانچ علوم میں سے کسی ایک کا دعویٰ کرے سوائے نسبت حضور کے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو قیامت کے قیام کا اجمالی علم عطا فرمایا ہے اگرچہ آپ کا وہ اجمالی دوسروں کی نسبت زیادہ کامل ہے۔

(۵) ویجوز ان یکون الله تعالیٰ قد اطلع حبیبه علیه السلام علی وقت قیامها علی وجه کامل لکن لا علی وجه علمه تعالیٰ به الا انه سبحانه اوجب علیه صلی الله علیه وسلم کتمه لحکمة

حضرت سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیام قیامت کا علم بطریق کامل عطا فرمایا لیکن نہ ایسا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق کہا جائے ہاں ساتھ ہی یہ بھی حکم فرمایا کہ اسے چھپانا ہے

ویکون ذلك من خواصه علیه السلام وانکار المعتزلة لذلك مکابرة۔ (ج۲۱ ص۱۳ روح المعانی)

اور یہ حضور علیہ السلام کے خواص سے ہو انکار معتزلہ مکابرہ ہے۔

فائدہ الحمد للہ صاحب روح المعانی نے فیصلہ فرما دیا کہ علم قیام قیامت کا انکار از حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معتزلہ کا عقیدہ ہے اور انکا انکار بھی محض ہٹ دھرمی اور ضد ہے ورنہ ان کے پاس انکار کے لئے کوئی دلیل نہیں اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی وہابی "معتزلہ کے وارث ہیں جو دور حاضرہ میں سوائے اس گروہ کے اس کا کوئی انکار نہیں کر رہا۔ ان کی معتزلانہ چالی کی تفصیل فقیر کا رسالہ" وہابی دیوبندی معتزلہ" میں پڑھئے۔

(۶) تفسیرات الاحمدیہ فی الآیات الشرعیہ میں ہے۔

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان کان لا یعلمها احد الا الله لکن یجوز ان یعلمها من یشاء من محبیه واولیائه بقرینه قوله ان الله علیهم خبیرا علی ان یکون الخبیر بمعنی المخبر:

یعنی اگرچہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا مگر جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوست اور اولیا کو معلوم کرا دے اس قرینے سے کہ ان اللہ علیہم خبیر میں خبیر بمعنے مخبر ہو۔

(۷) بذریعہ وحی والہام علم غیب انبیا و اولیا کو عطا ہونا ہمارا عین ایمان ہے۔ علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح قصیدہ بردہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولم یخرج صلی الله علیه وآله وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمه الله تعالیٰ بهذه الامور الخمسة۔

ترجمہ: یعنی نہیں تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے مگر بعد اس کے کہ معلوم کرا دیا اللہ تعالیٰ نے ان پانچ باتوں کو

ایسا ہی شنوانی نے جمع النہایۃ میں ارقام فرمایا ہے ۔ ایسے ہی خصائص کبریٰ و مدارج النبوۃ و شرح قصیدہ ہمزیہ و روح البیان اور تفسیر صاوی وغیرہ میں ہے حوالہ جات اور مزید تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب "طلوع الشمس فی علوم الخمس" اور "ہرا ثوم الساعۃ فی علم الساعۃ"۔

جواب آیت اور حدیث میں ان علوم کو درایۃ سے منفی فرمایا ہے تاکہ اہل فہم خود ہی سمجھ لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی نفی نہیں کیونکہ آپ کا علم وحی سے ہے نہ کہ درایۃ سے "درایۃ" ایک خاص طریقہ کا نام ہے اس کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

درایۃ" کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوتی : نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نقص اور عیب سے مقدس جاننا فرض ہے بلکہ ہر وہ امر جو غلط ہو وہ کسی بھی تاویل سے آپ کی طرف منسوب کرنا سوء ادب اور گستاخی ہے ۔ اس قاعدہ پر درایۃ کی نفی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم کی نفی کا تصور کسی بے ادب اور گستاخ ذہن میں آسکتا ہے۔ اس لئے کہ درایۃ کا بالاتفاق (اہل لغۃ اور مخالفین اور اہلسنت) معنیٰ ہے کہ امر کو اٹکل پچو اور گمان لڑا کر کسی شئے کو جاننا چنانچہ حضرت علامہ ملا قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات شرح مشکوٰۃ ص۶۶ ج۱ میں لکھا کہ

الدرایۃ اکتساب علم الشئی

اٹکل کے ساتھ کسی شے کو جاننا۔

ایسا کرنا شان نبوت سے کوسوں دور ہے کیونکہ نبوت کا علم باعلام اللہ اور بالوحی ہے ۔ بلکہ قرآن نے اٹکل پچو سے جاننا کافروں کا طریقہ بتایا ہے چنانچہ فرمایا

وان ھم الا یخرصون۔

اور وہ نہیں ہیں مگر اٹکل اور پچو سے کام لیتے ہیں وغیرہ

اور وہ کام جو کفار کا ہو وہ نبی علیہ السلام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ کو عوام اہل ایمان سے دیکھنا بھی گوارہ نہیں۔ اسی لئے فرمایا

ان بعض الظن اثم

بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علوم خمس کے لئے فرمایا یہ اٹکل سے حاصل نہیں بلکہ اعلام الٰہی سے آیت و حدیث میں انکار نہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اثبات ہے جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ۔

نکتہ صاحب روح المعانی یہاں پر ایک نکتہ لکھتے ہیں کہ

وفی العدول عن لفظ العلم الیٰ لفظ الدرایۃ لما فیھا من معنی الختل والحیلۃ لان اصل دری دریۃ وھی الحلقۃ التی یقصد سلیھا الرماۃ وما یتعلم علیہ الطعن ولکونھا علما بضرب من الختل والختل لا ینیب الیہ عزوجل الیہ اذا اولت بمطلق العلم ۔

(ص۱۱ ج۲۱ روح المعانی)

اور آیت میں علم کے بجائے درایۃ فرمایا اور اس لئے کہ اس میں "ختل" و حیلہ کا معنیٰ ہے اس لئے کہ دری کا اصل دری ہے یعنی وہ حلقہ جو تیر انداز اپنے مقصد خاص کے لئے تیار کرتے ہیں اور اسی سے تیر مارنے کا سیکھتے ہیں (اس میں ایک قسم کا حیلہ و مکر ہے) علاوہ ازیں اس میں ایک قسم کا مکر و فریب کا معنیٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بلا تاویل جائز نہیں وہ تاویل ہے درایۃ بمعنیٰ علم

خلاصہ یہ کہ درایۃ میں تخمینہ اور اٹکل پچو کا معنیٰ ہے اور انبیاء و اولیاء کے علوم اٹکل پچو سے پاک ہیں وہ علوم الٰہیہ ہیں جو وحی و الہام سے حاصل ہوتے ہیں ۔

آیت میں نفس سے نفی ہے نہ کہ نبی و ولی سے

آیت میں حدیث میں نفس کے علم کی نفی ہے اور عموم میں لفظ نفس عام انسانوں پر مستعمل ہوتا ہے ۔ مثلاً

وما تعلم نفس ما اخفی لھم

کسی نفس کو کیا معلوم ہے کہ ان کے لئے بہشت میں کیا کیا نعمتیں پوشیدہ ہیں ۔

یہاں نفس سے عام انسان مراد نہیں تو پھر جنت کی نعمتوں کی پوشیدگی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کیجئے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اولیائے کرام سے مخفی نہیں۔

معتزلہ اور دیوبندی وہابی نفس کو آیات واحادیث میں عام قرار دینا اور معظم الشان کی تخصیص نہ کرنا معتزلہ کے اصول پر ہے جب انہوں نے خلق القرآن کا فتنہ برپا کیا تو استدلال میں کہا جب اللہ تعالیٰ خالق کل شیٔ ہے تو قرآن بھی ایک شے ہے فلہذا وہ بھی آیت کے عموم میں داخل ہے حالانکہ یہاں ہر شے عام نہیں جیسا کہ علم الکلام میں مفصل ہے ویسے ہی یہ لوگ عام الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل کرنے کی عادی ہیں جیسا کہ ان کے دلائل پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا۔

مناظرہ سُنّی بہ معتزلی بشر مریسی معتزلہ کا سرغنہ تھا اس کے مناظرہ میں مولانا عبدالعزیز سُنّی نے فرمایا کہ اگر شے کے عموم میں قرآن بھی داخل ہے اور اس کی عظمت تمہارے نزدیک لایعبأبہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ایسے مثلاً کل نفس ذائقۃ الموت میں نفس عام ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود کو نفس کہا ہے کما قال یحذرکم اللہ نفسہ تو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ پر بھی موت کا اطلاق ہو۔ اس سے معتزلی لاجواب ہوگا۔ مناظرہ کی تفصیل فقیر کی کتاب "مناظرے ہی مناظرے" پڑھئے۔

بہرحال "وما تدری نفس" وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل کرنا نری جہالت ہے۔

سوال عفا اللہ عنک لم اذنت لہم تجھے اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا تو نے منافقوں کو کیوں اجازت دی؟

فائدہ اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوگا تو آپ نے منافقوں کو جہاد پر نہ جانے کی کیوں اجازت دی اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام پر ناراض بھی ہوا۔ (معاذ اللہ)

جواب افسوس کہ مخالفین نے صرف ترجمہ پر بھروسہ کرکے اعتراض جڑ دیا پر نگاہ نہ کی۔ الحمدللہ محاورۂ عرب سے تو اس کلمہ میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت شان کی دلیل ہے۔ کیونکہ عفا اللہ عنک کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ انہیں معاف کرے گناہ سے تو تمہیں واسطہ ہی نہیں اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تکریم وتوقیر اور تسکین وتسلی ہے کہ قلب مبارک پر لم اذنت لہم فرمانے سے کوئی بار نہ ہو جیسا کہ عام طور پر مخالف کو جھڑکتے وقت پہلے اپنے پیارے سے پیار کے کلمات بولے جاتے ہیں لیکن ان کو رفعت شان کے معانی کا تصور کہاں انہیں تو تنقیص کی تلاش ہے کسی طریق سے ملے اگرچہ محاورات عرب اس کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ ان شاء اللہ فقیر آگے چل کر وضاحت کرے گا کہ عفا اللہ عنک کا استعمال پیار ومحبت کے موقعہ پر بھی آتا ہے۔

سوال لو کان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد نے جنگ کے معاملہ حضور علیہ السلام کی اتباع سے روگردانی کی اس لئے کہ لو کا قاعدہ ہے کہ جواب کی نفی سے شرط کی نفی ہو جاتی ہے اور عفا اللہ عنک الخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا جنگ پہ جانا حضور علیہ السلام کی اجازت سے ہوا۔ اور یہ غلطی گویا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تبھی تو اللہ تعالیٰ نے عفا اللہ عنک فرمایا۔

جواب ۱ حضور علیہ السلام کا منافقین کو جنگ پہ نہ جانے کی اجازت بخشنا از قبیل خطأ نہیں اور اسے خطأ کہنا خود خطأ میں مبتلا ہونا ہے یا اسے گناہ سے تعبیر کرنا خود بڑا گناہ ہے زیادہ سے زیادہ اسے ترک اولیٰ کہہ سکتے ہیں اور خلاف اولیٰ شرعاً خطأ یا گناہ نہیں وہ اس طرح کہ منافقین کو اجازت بخشنے کی بجائے حضور علیہ السلام کو تاخیر و توقف کرنا چاہیئے تھا تاکہ منافقین کا معاملہ زیادہ منکشف اور واضح ہو جاتا لیکن یہ اس وقت ہے جب ہم عفا اللہ عنک کو حقیقی معنیٰ پر محمول کریں جب یہ حقیقی معنیٰ پر ہے ہی نہیں تو خلاف اولیٰ کیا تفصیل آتی ہے ۔

فائدہ لم اذنت لھم عفو کا بیان ہے جس کا عفا اللہ عنک میں اشارہ ہے ۔

جواب ۲ عفا اللہ عنک کی تقدیم میں لطیف اشارہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیغفر اللہ ما تقدم وما تاخر کی خوشخبری سے نوازا تو عفا اللہ عنک میں اس کی تصدیق و توثیق فرمائی اب مطلب واضح ہو گیا کہ اے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ نے منافقین کو اجازت بخش کر خلاف اولیٰ کا ارتکاب فرمایا ہے جسے عوام (وہابی وغیرہ) عتاب یا غلطی سے تعبیر کرتے ہیں تو کیا ہوا آپ تسلی فرمایئے کہ جب میں نے آپ سے پہلے وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ کے گذشتہ اور آئندہ امور اگرچہ خلاف اولیٰ ہوں تمام بخش دیئے ہیں۔

ردّ وہابیہ و دیوبند وہابی، مودودی، دیوبندی یہ آیت پڑھ کر عوام کو بہکاتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا ہے، جھڑک دی ہے۔ (معاذ اللہ)

صاحب روح البیان ان کی اس غلطی کا ازالہ صدیوں پہلے فرما گئے کما قال،

وقوله لم اذنت لهم ما كان على وجه العتاب حقيقة بل كان على اظهار لطفه به وكمال رافته فى حقه.

لم اذنت لھم بطور عتاب نہیں بلکہ درحقیقت اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال شفقت و محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

(كذا فى التاويلات النجمية)

اور فرمایا،

قال سفيان بن عيينة انظروا الى هذا اللطف بدأه بالعفو قبل ذكر المعفو ولقد اخطأ وأساء الادب وبئسما فعل فيما قال وكتب من زعم ان الكلام كناية عن الجناية وان معناه اخطأت وبئس ما فعلت كذا فى الارشاد.

(روح البیان ص ۱۰۰ ج ۱ تحت آیت ہذا)

سفیان بن عیینہ نے فرمایا مسلمانو! دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کے ساتھ لطف و کرم فرمایا کہ خطا کے اظہار کے بغیر عفو کا اظہار فرمایا اور اس شخص نے بہت غلطی کی جو لکھتا ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کو جھڑکا گیا ہے۔

اور فرمایا،

ويجوز ان يكون انشاء كما قال الكاشفى فى تفسيره عفا الله عنك خدا بخشد ترا حق سبحانه وتعالى پيغمبر خود را بى فرمايد كه مغفرت و لذتش خواسته در عادت مردم مى باشد كه دعا كنند كسے را بعفو و رحمت و مغفرت بيده و تو خطا نے از وسيد چنانچه شخص عطسه را

کہو یہ بھی جائز ہے کہ انشائیہ ہو جیسا کہ کاشفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ عفا اللہ عنک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشفقانہ طور پر دعا دی ہے لوگوں کی عام عادت ہے کہ جرم و قصور کے صدور کے بغیر دعائیں دیتے ہیں مثلاً کسی کو کوئی چھینک

آید می گوید رحمك الله (ایضاً)

آئے تو اسے کہتا ہے یغفر اللہ لک۔ اسی طرح چھینک دینے والے کو کہا جاتا ہے یرحمک اللہ۔

صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا حوالہ جات تحریر کر کے آخر میں تحریر فرمایا کہ،

صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ

اقول ولقد اصاب فى تفسيره ومجاد فى تقريره فان خطاء النبى صلى الله عليه وسلم وسهوه ونسيانه ليس من قبيل خطاء الامة وسهوهم ونسيانهم فاولى التادب ان يسكت عالشين بحاله او لا يليق بكماله۔

بہترین قول وہ ہے جس نے کہا کہ نبوت کے خطأ و نسیان کو امت کے خطاء و نسیان سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اسی لیے ہمیں ایسے مقامات پہ خاموش رہنا بہتر ہے۔

علامہ سیّد زاہد سے مراد صاحب روح البیان کے دور کے لوگ ہیں جو وہابی، دیوبندی، مودودی، پرویزی اور چکڑالوی وغیرہ جیسے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور علیہ السلام کو جھڑکا ہے۔

یہی ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے اور اسلام نبوت کے آداب سکھاتا ہے ورنہ نبوت پر جرأت گیری اور کفار کی طرح اعتراضات۔

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا یہاں تک کہ تمہارے لیے سچے لوگوں کے حالات پورے طور پر واضح ہو جاتے جنہوں نے مال یا بدنی یا دونوں کی کمزوری کا عذر پیش کیا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ ○ اور جھوٹے لوگوں کو بھی جان لیتے کہ ان کا عذر مذکور غلط اور سراسر جھوٹ ہے۔ اس کے بعد مذکورہ بالا دونوں گروہوں کا معاملہ اسی طرح فرماتے جس طرح کے وہ مستحق ہیں۔

ف : خلاف اولیٰ کے بعد اب اولیٰ وافضل کا ذکر فرمایا۔ یعنی اسے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! منافقین وغیرہ کی جنگ پر نہ جانے کی اجازت بخشی کے بجائے توقف فرماتا آپ کے لیے اولیٰ وافضل تھا اور حتّٰی کا متعلق محذوف ہے جیسا کہ اس پر کلام مذکور دلالت کرتا ہے۔ یہ عبارت دراصل یوں تھی لما سارعت الی الاذن لہم وھلا اخرتھم وتانیت الی ان تبین الامر وینجلی او لیتبین ما ھو قضیۃ الجرم۔ یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ان کی اجازت بخشی میں کیوں جلدی فرمائی آپ اس معاملہ میں دیر فرماتے یہاں تک کہ معاملہ خود بخود کھل جاتا یا یہاں تک کہ ان کے جرم کا ماجرا خود بخود منکشف ہو جاتا۔

ف : اس تقریر پر حتّٰی بمعنی الیٰ یا بمعنی لام ہے۔ لہٰذا حتّٰی کا تعلق اذنت سے نہیں اس لیے کہ ان کے اذن کا موجب یہی غایت ہوگی اور ان کا اذن تبیین کے لیے تھا اور یہ دونوں امر عتاب کے موجب نہیں اور کلام سے عتاب نہیں بلکہ اظہار خلاف اولیٰ مطلوب ہے۔

اجازت بخشی کا اذن عام تھا تو پھر عتاب کیسا؟

وہابیوں دیوبندیوں کی عام عادت ہے کہ اعتراض والے مضمون کے سوا دوسرے مضامین کی طرف دیکھتے تک نہیں جبکہ دوسری آیات میں ان کے اعتراض کا جواب موجود ہوتا ہے مثلاً

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ — فرمایئے آسمان و زمین والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے

عام پڑھتے دیکھے جاتے ہیں حالانکہ اسی پارہ کے اسی کے چند آیات آگے ہے۔

وما غائبۃ فی السماء والارض فی کتاب مبین۔ — اور آسمان و زمین کا کوئی غیب نہیں مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔

یعنی جو غیب کسی کو معلوم نہیں وہ کتاب مبین میں ہے اور کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے تب بھی وہ حضور علیہ السلام کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر اس سے قرآن مجید مراد ہے تو بھی حضور علیہ السلام کے علوم قرآن مجید ہی ہیں۔ کچھ یہاں بھی وہابیوں دیوبندیوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ لم اذنت لہم کو تو دیکھ لیا لیکن انہیں سورۃ نور کی آیت بھول گئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غزوات پر جانے نہ جانے کی اجازت بخشنے کا اذن عام دیا چنانچہ فرمایا۔

فاذا استاذنوک لبعض شأنہم فاذن لمن شئت منہم واستغفرلہم اللہ ان اللہ غفور رحیمہ — توجب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لئے تو انہیں جسے تم چاہو اجازت دیدو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

شانِ نزول اسی آیت کے تحت روح البیان میں ہے کہ ان منافقوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے غزوۂ تبوک سے جی کترانے کے لئے بہانے ڈھونڈے اور جنگ پر حاضری نہ دی اس سے ثابت ہوا کہ لم اذنت لہم الخ میں نہ لاعلمی ہے نہ عتاب ۔
عدم عتاب تب ہے جب اللہ تعالیٰ نے پہلے کہیں روکا ہو کہ انہیں کسی کو اجازت نہ دینا اجازت کی تصریح کے بجائے ہم نے اجازت کی تصریح عرض کر دی ہے اس کے باوجود اگر کوئی عتاب کی بات کرتا ہے تو وہ خود عتاب میں ہے ۔

منافقین کی منافقت اتنا واضح تھی کہ ان کی اجازت طلبی خود ہی منافقت کی دلیل تھی کیونکہ جنگ پہ نہ جانے کے اعذار میں بھی منافق کرتے چنانچہ اسی پارہ کی چند آیات ملاحظہ ہوں ۔

واذا انزلت سورة ان آمنوا باللہ وجاھدوا مع رسولہ استاذنک اولوا الطول منہم وقالوا ذرنا نکن مع القاعدون رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع علی قلوبہم فہم لا یفقھون ۔	اور جب کوئی سورہ اترے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے والے تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجئے کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہولیں انہیں پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے ۔
اور فرمایا ۔	
وجاء المعذرون لیؤذن لہم و قعد الذین کفروا اللہ ورسولہ	اور آئے بہانے بنانے والے گنوار کہ انہیں رخصت دیجئے اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے

اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا ۔

فائدہ مفسرین نے اس آیت کے دونوں جملوں کے بارے میں فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جہاد سے رہ جانے کا عذر کرتے ضحاک کا قول ہے کہ یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے عرب ہماری بی بیوں بچوں اور جانوروں کو لوٹ لیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا عمرو بن اعلا نے کہا کہ ان لوگوں نے عذر باطل بنا کر پیش کیا تھا ۔ یہ دوسرے گروہ کا حال ہے جو بغیر کسی عذر کے بیٹھ رہے یہ منافقین تھے انہوں نے ایمانکا دعویٰ جھوٹا کیا تھا ۔

اصل وجہ عفا اللہ عنک تو کلمۂ پیار ہے محبوبوں کو دشمنوں کی غلطیوں کو عوام کے سامنے لاتے وقت کہا جاتا ہے ۔ جیسے ہم اصل بات کرنے سے پہلے پیار سے کہتے ہیں سدا جیو[1] وغیرہ وغیرہ چونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی امر کی صراحۃً ممانعت نہ فرماتا آپ عمومی اجازت پر محمول کر کے عمل فرماتے رہتے ۔ بالخصوص منافقین کے متعلق آپ کی عادت مبارکہ رہی کہ کلمہ کی لاج رکھتے ہوئے ان سے عموماً چشم پوشی سے کام لیتے یہاں بھی آپ نے اسی پر عمل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب ان کے لئے چشم پوشی مفید نہیں اس لئے کہ اب ان کے دل کا چور اب خود بخود ظاہر ہونے لگ گیا آپ انہیں اجازت نہ بھی دیتے تب بھی یہ جنگ پر ہرگز نہ چلتے ۔

ازالۂ وہم وہابیہ دیوبندیہ کو حضور علیہ السلام پر لاعلمی کا شک حتی یتبین لک الخ اور تعلم الکاذبین سے ہوا ہے کہ ظاہر حتیٰ غایت کو چاہتا ہے اور غایت تبین

---

[1]: ہمیشہ زندہ رہو ۔

اور علم ہے اور وہ وقت سے پہلے نہیں ہو سکتا فلہذا معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی لاعلمی ثابت ہوئی اور یہ اعتراض انہوں نے معتزلہ سے سیکھا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے عمل سے پہلے علم نہیں ہوتا جب وہ عمل کرتا ہے تب اسے علم ہوتا ہے وہ اپنے دلائل میں اسی قسم کی درجنوں آیات پیش کرتے ہیں ان میں ایک نمونہ حاضر ہے ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین۔ نون تاکید مستقبل پر دلالت کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اہل ایمان و اہل نفاق عمل کریں گے تب معلوم کروں گا۔ اس کے جواب میں قدماً اہلسنت نے جواباً فرمایا کہ یہاں علم بمعنی اظہار ہے تو یہی جواب ہم وہابیوں دیوبندیوں کو دیں گے کہ حضور علیہ السلام منافقین کی منافقت کو جانتے تھے لیکن اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتے اللہ تعالیٰ نے یہاں ظاہر ہو جانے کے متعلق فرمایا ہے نہ کہ حضور علیہ السلام کی لاعلمی۔ تو پھر میں حق بجانب ہوں کہ کہہ دوں ولکن الوھابیہ قوم لا یعقلون۔

سوال وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ حضور علیہ السلام نے عبد اللہ ابن ابی منافق کی نماز جنازہ یا تو پڑھ لی یا پڑھنا چاہی فاروق اعظم نے منع کیا مگر اُن کی عرض نہ سُنی تب یہ آیت اُتری جس میں آپ کو منافقین کی نماز جنازہ سے روکا گیا۔ اگر علم غیب تھا تو منافق کا جنازہ کیوں پڑھایا؟

اجمالی جواب: اس منافق کا حضرت عباس پر کچھ احسان تھا اور اس کا فرزند مخلص مؤمن اور خود اس منافق نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھائیں اور اس وقت تک اس کی ممانعت نہ تھی لہٰذا دینی مصلحت سے اجازت پر عمل فرمایا۔ تفسیر کبیر اور روح البیان نے فرمایا کہ اس کی وصیت کی علامت تو یہ تھی اور شریعت

کا حکم ظاہر پر ہے جس پر حضور علیہ السلام نے عمل فرمایا۔ رب کو منظور نہ تھا کہ حبیب کا دشمن ظاہری عزت بھی پا وے۔ لہٰذا قرآن کریم نے حضرت فاروق کی تائید فرما دی۔ غرضیکہ اس مسئلہ کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں اس کا منافق ہونا ظاہر تھا مگر اس نماز میں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ کریم کا کرم غیر اختیاری ہوتا ہے۔

تفصیلی جواب: مخالفین کی عادت ہے کہ اعتراض ہو نہ ہو خواہ مخواہ بنا ہی لیں گے آیت میں کسی طریق سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لاعلمی کا ذکر نہیں ہے صرف نماز جنازہ پڑھانا لاعلمی کا ثبوت نہیں اسے حکمت پر محمول کیا جا سکتا ہے لیکن مخالفین کو حکمت نبوی سے کیا تعلق انہوں نے معمولی شبہ پر دشمنوں کی طرح وار کرنا ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی اصل وجہ وہ ہے جو تفاسیر میں ہے کہ اسی عبد اللہ بن ابی بن سلول کا بیٹا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہت زیادہ عاشق اور جان نثار تھا اس نے والد (ابی بن سلول) کی نماز جنازہ پڑھانے کی استدعا کی اور یہ قاعدہ مسلّمہ ہے کہ جب تک کسی حکم کی ممانعت صراحۃً نازل نہ ہوتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مطلق حکم پر عمل فرماتے منافقین کے بارے میں بہت زیادہ نرمی اختیار فرماتے تب بھی آپ نے سبعین مرۃ کی قید سے اجتہاد کے طور استغفار مطلق پر عمل فرمایا یہاں بھی نماز جنازہ کے لئے اس لئے تشریف لے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے استغفار سے روکا ہے نہ کہ نماز سے منع فرمایا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ آپ کو رئیس المنافقین کی منافقت جاننے کے باوجود اس کی نماز جنازہ کے لئے اس لئے تشریف لے گئے کہ آپ کے علم میں تھا کہ آپ کے اس خلق عظیم سے ہزاروں کو دین و اسلام کی دولت نصیب ہوگی چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ تفصیل آئے گی چنانچہ۔

یہی جواب اگرچہ حدیث شریف میں تھا لیکن صاحب روح البیان نے توضیحاً لکھا تاکہ دیوبندیوں وہابیوں کو حدیث شریف میں غلط تاویل کا موقع نہ ملے یہ ایسے ہے جیسے بارش میں تو منافع موجود ہیں لیکن آگے زمین ایسی ہو کہ جس میں اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہیں اس سے یہ کوئی نہیں کہے گا کہ بارش میں منافع نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ زمین خراب ہے۔ ایسے وہابیہ دیوبندیہ کو سمجھانے کے لیے کہا جائے کہ قمیص مبارک کے منافع میں شک نہیں بلکہ یوں کہو کہ منافق میں ان منافع کی صلاحیت و اہلیت نہیں تھی۔

تبرکات کے فوائد کے دلائل

اگرچہ صاحب روح البیان کے دور میں وہابی دیوبندی موجودہ قسم کے لوگ نہیں تھے لیکن ابن تیمیہ جو مذکورہ پارٹیوں کا گرو ہے اس کے تاثرات موجود تھے اس لیے صاحب روح البیان کو تبرکات کے فوائد پر چند دلائل دینے پڑے، چنانچہ فرمایا:

دلیل اول: ویدل علیہ قولہ علیہ السلام ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین فان المیت یتاذی بجار السوء کما یتاذی الحی بجار السوء۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ صالحین کے درمیان [illegible] اس لیے کہ میت برے ہمسایہ سے ایذا پاتا ہے جیسے زندہ انسان زندہ ہمسایہ سے۔

ف: اس حدیث شریف سے صاحب روح البیان کا مقصد یہ ہے کہ مردہ کتنا ہی بدکردار کیوں نہ ہو لیکن اسے نیک بخت لوگوں کے قرب سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے ہی تبرکات کی برکات کا حال ہے۔

سوال از وہابیہ دیوبندیہ: یہاں ایک اعتراض پیدا کر کے صاحب روح البیان نے گویا وہابیہ کی طرف سے لکھا: وہ جو مروی ہے کہ ارض مقدسہ کسی کو مقدس نہیں بناتی بلکہ بندے کو اپنے اعمال مقدس بناتے ہیں۔

جواب: اس روایت میں اعمال صالحہ کی ترغیب مقصود ہے یا تبرکات کے فوائد و منافع اور ان کے برکات کے علم سے پہلے کی روایت ہے ورنہ روایات مندرجہ ذیل غلط ہوتی ہیں حالانکہ روایات ذیل صحیح اور مستند ہیں۔

دلیل دوم اور حکایت مع روایت: مروی ہے کہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد الہذلی کو قتل کر کے حضور علیہ السلام کے سامنے ڈال دیا حضور علیہ السلام نے عبداللہ کو اپنا عصا مبارک عطا فرما کر فرمایا اسی کے سہارے بہشت میں جانا جب حضرت کے وصال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ یہی عصا مبارک ان کے کفن کے اندر جسم سے ملا کر تبرک کے طور پر رکھ دینا چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔

ف: حضور علیہ السلام سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جب آپ کے سر مبارک کے بال حضرت معمر بن عبداللہ حجام نے مونڈے تو آپ نے آدھے بال مبارک حضرت ابو طلحہ کو عنایت فرمائے اور آدھے باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک ایک دو دو عنایت فرمائے۔

ف: اس روایت سے ثابت ہوا کہ تبرک سے فیض و برکات کا عقیدہ رکھنا اور تبرکات تقسیم کرنا سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

صحابہ کرام کا عقیدہ اور تبرکات

چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال مبارک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمائے، صحابہ کرام کا معمول تھا:

فکانوا یتبرکون بہا ویستنصرون بہا [illegible] اہا۔ (روح البیان ۵ اص ۱۰۰ تحت آیت مذکورہ)

حضور علیہ السلام کے بال مبارک سے برکات حاصل کرتے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

دلیل چہارم: اسرار محمدیہ کا حوالہ دیتے ہوئے صاحب روح البیان نے ہم اہلسنت کو مزید سہارا پہنچایا، کما قال:

ولہذا قال فی الاسرار المحمدیۃ اذا وضع شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ او سوطہ علی قبر عاص نجا ذلک العاصی ببرکات تلک الذخیرۃ من العذاب۔ (ایضاً)

اسرار محمدیہ میں ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کے بال مبارک یا عصا مبارک یا آپ کی چھڑی کسی مجرم کی قبر پر رکھی جائے تو مجرم ان مبارک اشیاء کی برکت سے نجات پا جائے گا۔

دلیل پنجم: اور فرمایا:

وان کان فی دار انسان او بلدۃ لا یصیبہا بلاء ببرکتہ وان لم یشعروا بہ (ایضاً)

جس گھر یا شہر میں بال مبارک ہوں تو وہ گھر اور شہر بلا سے محفوظ رہیں گے اگرچہ انہیں اس کا علم بھی نہ ہو۔

دلیل ششم: ومن ہذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول بہ وبطانۃ استار الکعبۃ والتلحف بہا وکتابۃ القرآن علی القراطیس والوضع فی ایدی الموتی۔ (ایضاً)

اسی قبیل سے زمزم شریف کا پانی یا اس سے کفن تر کرنا اسی طرح کعبہ کے غلاف کا کفن بنانا اور قرآن لکھ کر مردے کے ہاتھ میں دینا۔

یہ ہم اہلسنت کفن کے اور عہد نامہ وغیرہ میت کے ہاتھ میں دیتے اور قبر پر اذان دیتے اور قبر پر سورۃ ملک وغیرہ پڑھتے اور تبرک کے طور پر قرآن پڑھاتے ہیں۔

صاحب روح البیان کا اپنا مشاہدہ

صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بادشاہوں کے خزانوں بالخصوص

۱؎ یہ صحابہ کرام کا عقیدہ ہے ہم اہلسنت کو نصیب ہوا کہ ہم انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے تبرکات میں یہی تاثیر رکھتے ہیں، جیسے صحابہ کرام بال مبارک سے زندگی بھر نہ صرف تبرک کے طور پر ساتھ رکھتے بلکہ ان کے وسیلہ سے [illegible] وہابیہ دیوبندیہ نے [illegible] روایات سے معلوم ہوا کہ بال مبارک کی زیارت [illegible] جیسے پاکستان میں [illegible] شریف [illegible] اور کشمیر [illegible] سرکار وغیرہ وغیرہ۔ اویسی غفرلہ

آلِ عثمان کے خزانہ میں بعض ایسے تبرکات موجود ہیں جن کے فیوض و برکات سے بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آلِ عثمان کے خزانہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک اور دیگر بہت بیش بہا تبرکات ہیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن آلِ عثمان کو ان سے فیوض و برکات اور انہیں وسیلہ بنانے کی توفیق نصیب نہیں حالانکہ ان کے ہاں نبوی تلوار مبارک بھی ہے لیکن ان کے ملک میں مصائب و آفات و بلیات کی بھرمار ہے۔ صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں کہ انہیں اس کی سزا ملی ہے اس لیے کہ آلِ عثمان نے ان تبرکات کی عزت و احترام نہ کی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے متعلق صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ان میں طاعون کا داخلہ بند ہے لیکن جب ان کے مکینوں نے غلط کاری اور جرائم و معاصی کا ارتکاب کیا تو سزا کے طور ان پر طاعون مسلط کر دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض ارشاداتِ نبوی کے خلاف ہو جانا محض سزا یا تنبیہ کے طور ہوتا ہے ورنہ اسی طرح ہونا ضروری ہے جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے۔

باقی قصہ ابنِ اُبی بن سلول جب عبد اللہ بن اُبی بن سلول فوت ہو گیا تو اس کا لڑکا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ حضرت مخلص مومن اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور عرض کی کہ میرے والد کا جنازہ تیار ہے تشریف لے چلیں۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ عرض کی الحباب بن عبد اللہ۔ آپ نے فرمایا: آج سے تیرا نام عبد اللہ بن عبد اللہ ہے اس لیے کہ الحباب شیطان کا نام ہے۔ (کذا فی الموسن) اس لیے تمہارے لیے یہ نام موزوں ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اس پر تم خود نماز پڑھ کر دفن کر دو۔ اس نے عرض کی، اگر آپ نے میرے والد کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو کوئی بھی میرے والد کی نمازِ جنازہ نہ پڑھے گا اس طرح میری سخت ذلت ہوگی اور دشمن ہنسیں گے۔ آپ نے اسے تسلی دلائی اور اس کے والد کی نمازِ جنازہ کے لیے تیار ہو گئے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور آپ کے آگے کھڑے ہو گئے تاکہ آپ منافق کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائیں اور عرض کی کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، آپ کو یاد نہیں کہ فلاں فلاں موقعہ اس نے کیسے کردار ادا کیے آپ کو اس کی تمام غلط کاریاں ایک ایک کر کے بتائیں۔ چنانچہ یہی آیت اتری اور جبریل علیہ السلام نے آپ کے قمیص مبارک کو پکڑ کر نماز پڑھانے سے روکا اور پڑھا "وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا"۔ حضور علیہ السلام نے یہ آیت سن کر منافق کی نماز نہ پڑھائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب اس سے واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بڑے مناقب کے حامل ہیں۔ ان کے منشاء مبارک کے مطابق ذو معنی ہی نہیں بلکہ متعدد آیات نازل ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دین میں بہت بڑی قدر و منزلت ہے اس لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں نبی بن کر مبعوث نہ ہوتا تو اسے عمر! تم نبی بن کر مبعوث ہوتے، اور فرمایا، زمانہ سابقہ میں محدث (بالفتح و تشدید دال) ہوتے میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

ف: المحدث بفتح الدال المشددہ، ہر وہ شخص جس کے دل میں خیر کی بات ڈال جائے اور وہ اسی فراست سے صحیح اور حق بات کی قبل از وقت خبر دے۔ پھر جس طرح وہ خبر دے اسی طرح ہو جائے۔ گویا اس کے ساتھ ملاء الاعلیٰ والے گفتگو کرتے ہیں اہل دل کے ہاں یہی سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مضمون کو لفظ اِنْ شرطیہ (جو شک پر دلالت کرتا ہے) سے بطور تردد اور ازالہ وہم شک کے بیان نہیں فرمایا بلکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر مزید تاکید فرمائی جیسے کہا جاتا ہے کہ اگر دنیا میں میرا کوئی سچا دوست ہے تو فلاں ہے۔ اس سے اس شخص کی صداقت کی تاکید مطلوب ہوتی ہے نہ یہ کہ اس شخص کا میرے سوا کوئی دوست ہے یہی نہیں۔ علاوہ ازیں جب ایسے محدث دوسری امتوں میں پائے جاتے ہیں تو حضور علیہ السلام کا افضل الامم میں پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کسی شاعر نے خوب فرمایا ہے

لہ فضائل لا تخفی علی احد

الا علی احد لا یعرف القمرا

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کسی پر مخفی نہیں ہاں اس سے مخفی نہیں جو قمر کو نہیں جانتا۔ یعنی جس طرح قمر (چاند) کو ہر کوئی جانتا ہے

ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل چاند کی طرح روشن ہیں ہاں چمگادڑ جیسا اندکی چاندنی سے اندھا ہے اسی طرح شیعہ یا اعدائے اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل سے بے خبر ہیں۔ (کذا فی مشارق الانوار)

سوال از وہابیہ دیوبندیہ: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ وہ کافر ہے اور کفر پر مرا ہے تو پھر آپ نے اس پر نمازِ جنازہ کیوں پڑھی اور نمازِ جنازہ میں دعائے مغفرت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار کی دعائے مغفرت سے روکا تھا پھر آپ نے کافر کو قمیص کیوں پہنایا جو ایک بہت بڑا اعزاز ہے حالانکہ آپ کو حکم ہے کہ کفار کی اہانت کریں۔

جواب: جب اس خبیث منافق ابن ابی نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قمیص طلب کی اور نماز پڑھانے کی بھی استدعا کی تو نبی علیہ السلام نے ان قرائن سے سمجھا کہ وہ موت سے پہلے توبہ کر چکا ہو جبکہ اس کی زندگی دشمنی میں گزری لیکن اب عین موت کے وقت محبت و خلوص دکھا رہا ہے اور حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ ہم ظاہر پر عمل کرنے کے لیے مامور من اللہ ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام کا اظہار بھی کرتا ہے اس لیے آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر جب جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور اس کے متعلق خبر دی کہ اس کی موت یقیناً کفر پر ہوئی ہے اس پر آپ نے اس کی نماز نہ پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ اس پر نماز پڑھا چکے تھے تو بعد کو آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ پھر بعد ازاں آپ نے زندگی بھر کسی منافق پر نماز نہ پڑھی اور نہ ہی کسی منافق کی قبر پر تشریف لے گئے۔

قمیص مبارک کے متعلق جوابات جوابِ ۱: جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں قیدی ہو کر حاضر ہوئے

تو ان کا قمیص نہیں تھا اور آپ طویل القامت تھے کسی کا قمیص آپ کے جسم پر پورا نہ آتا تھا۔ اس موقع پر اس عبداللہ بن ابی بن سلول نے قمیص دیا اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور بدلہ قمیص عنایت فرمایا اس سے احسان مطلوب نہ تھا ورنہ اس سے احسان کا تصور ہو سکتا ہے۔

جواب ۲: آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ چنانچہ آپ کو فرمایا: واما السائل فلا تنهر۔ اور پہلے ہم نے روایت نقل کی ہے کہ اس نے حضور علیہ السلام کی قمیص کے متعلق خصوصی درخواست کی تھی۔ اگر آپ اس کا سوال پورا نہ کرتے تو یہ آپ کی شان کے خلاف ہوتا۔ اس لیے قمیص دینا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ وہابیہ کو یہ اعتراض بجائے نبی علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ پر کرنا چاہیے۔

جواب ۳: خدا یا وحی کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ آپ منافق کو قمیص عنایت فرما دیں اس طرح سے آپ کے خلق عظیم کا ظہور ہو گا اس کی برکت سے ہزاروں کو دولتِ اسلام نصیب ہو گی۔ علاوہ یہ روایت ہم نے گزشتہ اوراق میں نقل کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

سبق: ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم حضور کے ہر عمل کو حکمت پر محمول کریں جو بات سمجھ میں نہ آئے اس سے پر خاموشی اختیار کریں وہی اللہ تعالیٰ طریق تحقیق کی ہدایت دینے والا ہے۔

(روح البیان)

مزید سوال: منافقین کی منافقت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لاعلمی کا شبہ عجیب المخلوق کا کام ہے ورنہ ان کی منافقت اتنا واضح تھی کہ عرب کا بچہ بچہ باخبر تھا اور خود اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لئے لتعرفنہم بسیماھم ولتعرفنہم فی لحن القول۔ آپ ان کی پیشانیوں سے انہیں پہچانتے ہیں اور ان کی باتوں کی لہجے سے ہی سمجھ جاتے ہیں بلکہ آپ نے تمام منافقین کے اسما ایک راز داں صحابی کو نوٹ کرا دیئے تھے۔

صحابی راز داں: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب "صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز داں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے ایک راز بتاتا

ہوں، وہ کسی کو نہ بتانا، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں فلاں کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے روکا ہے۔ آپ نے منافقین کی ایک بہت بڑی جماعت کے اسما گنائے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں کسی پر شک کرتے کہ وہ منافقین سے ہو گا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے جاتے اگر حضرت حذیفہ اس کی نماز کے لئے تیار ہو جاتے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے ورنہ صاف انکار کر دیتے (روح البیان)۔

صحابیوں والا عقیدہ ہو نہ کہ وہابیوں والا

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے راز داں تھے۔ اس سے وہابیہ کا وہ اعتراض اُٹھ گیا جو کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے راز کا کوئی علم تھا بلکہ آپ کا وہی علم تھا جو شریعت نے ظاہر کیا۔

سوال: وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ اور اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے علوم کی اپنے سوا سب کی نفی فرمائی ہے نبی ہو یا ولی پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام علم غیب جانتے ہیں۔

جواب ۱: حسبِ عادت اس آیت میں بھی مخالفین خیانت علمی کرتے ہیں اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جہاں حصر ہو وہاں حقیقی مراد ہے تو معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم کی طرح اور کوئی نہیں جانتا اور یہاں دوسری آیات نفی کی طرح حصر اضافی ہے (مظہری) اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آپ کے طفیل متشابہات کے علوم جانتے ہیں (تفسیر مظہری پ ۳، روح المعانی پ ۳، تفسیر بیضاوی پ ۳ و روح البیان پ ۳)۔

جواب ۲: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اپنے نبی علیہ السلام سے ہمکلام ہے اگر آپ اس کے

مفہوم کو نہیں سمجھتے تو پھر یہ ہمکلامی عبث ہے جیسے زنگی عربی سے بولے ہندی۔ سندھی سے گفتگو کرے تو مطلب معلوم نہ ہو تو یہ گفتگو بے کار اور اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا سمجھنا بے کار بلکہ حماقت ہے۔ (بیضاوی وغیرہ) اس موضوع پر تفصیلی گفتگو فقیر کی کتاب "ازالۃ المتشابہات فی الآیات المتشابہات" میں پڑھئے۔

سوال ولا تقولن لشیءٍ انی فاعلٌ ذلک غداً الا ان یشاء اللہ (پ۱۵ الکہف) — اور نہ کہو کہ یہ میں کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

حضور علیہ السلام کبھی بے خبری سے کچھ فرما دیتے کہ کل کروں گا حالانکہ وہ آپ کے علم میں نہ ہوتا کہ وہ کل کر سکیں گے یا نہ چنانچہ آپ ایک دفعہ ایسے کر بیٹھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جھڑک دیا نیز اس کا شان نزول یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار نے چند سوالات کئے۔ روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق تو آپ نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا ایسے ہی آپ کل پر ڈالتے رہے۔ وحی بند رہی آخر کئی روز بعد وحی کہ آپ انشاء اللہ کہہ دیا کریں۔ لہٰذا اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا تو آپ پہلے سے انشاء اللہ کہہ دیتے؟

جواب ۱ شان نزول بتا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے سوالات کرنے والے کافر لوگ ہی تھے کیونکہ وہ علم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر تھے اس لئے وہ ہر وقت اسی تلاش میں رہتے تھے کوئی نہ کوئی ایسا سوال کرتے رہیں جس سے مقام نبوت کے علم کی نفی ہو لیکن یہ سب کوششیں رائگاں گئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا تو اسمیں علم کی نفی کہاں سے ثابت ہوئی۔

جواب ۲ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جواب اللہ تعالیٰ کے اشارے سے فرمانا ہوتا

تھا اس پر انشاء اللہ استعمال فرماتے تھے یا امور امتحانیہ یا امور شرعیہ پر کبھی آپ نے انشاء اللہ فرمایا ہو وہ نہیں باقی امور میں تو آپ کا ہاں کرنا سوائے اشارے الٰہیہ کے ہو سکتا ہی نہیں تھا۔

جواب ۳ اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر معیت الٰہیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے کیا باقی انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اپنے مخالفین پر بوقت مقابلہ اپنی معیت کا اظہار کرتے ہوئے غالب کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوقت مقابلہ کفار معاذ اللہ عاجز کریں جن کی نبوت اور غلبہ قیامت تک رہنا ہے۔ یہ قانون خداوندی کے خلاف ہے جو بات مخالفین سمجھیں کہ اگر غیب ہوتا تو پہلے ہی انشاء اللہ فرما دیتے۔

جواب ۴: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جو کفار سے فرمایا اخبرکم غداً میں تمہیں کل خبر دوں گا۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی خواہش سے کلام کرنا تھا۔ یا کہ رضائے الٰہی پر اگر یہ تسلیم کرو کہ اگر آپ کا اخبرکم غداً فرمانا اللہ تعالیٰ کی رضا پر تھا تو پھر شبہ کی گنجائش نہیں اور اگر یہ کہو کہ آپ نے (معاذ اللہ) اخبرکم غداً اپنی مرضی اور بغیر رضائے الٰہی کے فرمایا تھا تو خود ہی بتایئے کہ مقام نبوت کہ منکر ٹھہرے یا کہ نہیں۔ کیونکہ نبی اللہ کا تو ہر قول و فعل منشاء الٰہی پر ہی ہوتا ہے اس لئے پھر تم خود ہی سوچو کہ ایسا شبہ کرنے والے کون لوگ تھے جنہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب بھی خود ہی دینا پڑا کہ:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ — اے محبوب آپ کو آپ کے رب نے نہیں

خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی وَلَسَوْفَ — چھوڑا۔ آپ کی تو ہر گھڑی پچھلی گھڑی سے
یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ — بہتر ہے آپ کو اتنا عطا فرمائیں گے کہ قریب
(سورہ والضحیٰ پ ۳۰) — ہے راضی کر کے چھوڑ دیں گے۔

آیت ما ودعک کے جواب خداوندی نے کفار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور ان کی تمام شورشوں کو پامال کر دیا۔ اس لئے کہ کفار کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تم جو میرے نبی پر یہ اعتراض کرتے ہو اور کہتے ہو قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ کہ یہ تو نبی اپنی طرف سے آیتیں بنا تا ہے اور نہیں کہتا ہے کہ یہ ارشاد الٰہی ہے اس کو کفار اچھی طرح سمجھ لیں کہ میرے محبوب کا تمہارے سوالات کا جواب نہ دینے اور میرے اتنے روز وحی نازل نہ فرمانے میں یہی وجہ تھی کہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ میرے نبی کی نبوت نبی اختراع نہیں ہے اور یہ غیبی خبر بھی آپ کی اختراعی نہیں ہے بلکہ نبوت بھی عطائے الٰہی سے ہے اور غیبی خبر بھی عطائے الٰہی سے متعلق ہے۔

جواب ۵: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان اشیاء مسئولہ کا علم تو ضرور تھا کیونکہ قرآن فرماتا ہے کہ

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ — یہ نبی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے مگر
اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ (پ ۲۷ سورہ نجم) — وہی جو ان کو وحی کی جاتی ہے۔

آیت ہذا سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما ینطق عن الھویٰ کے مطابق عالم تھے لیکن بغیر اشارہ الٰہیہ اپنے علم کو نطق سے ظاہر نہ فرماتے تھے کفار کے سامنے حضور علیہ السلام کے اسی حکم کا یقین دلانا مقصود تھا نہ کہ کفار کے سامنے عاجز ہونا (معاذ اللہ) جیسا کہ منکرین نے سمجھ رکھا ہے۔

جواب ۶: ہر مقام پر جب کوئی سوال کرے تو آپ کو اشارہ الٰہیہ فوراً اظہار کی اجازت بخشے۔ لیکن اس موقعہ پر اظہار کی اجازت نہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ بات کو ذرا مہلت دے کر جواب کی اجازت دینے کی ضرورت تھی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کے سامنے مضبوط ہو جائے کہ یہ تو وہی نبی ہیں جو کبھی اپنی خواہش سے ہوتا تو کفار کو جلدی جواب دیتے لیکن یہ حکمت الٰہی اور حکمت مصطفائی کون جان سکتا ہے جو کہ ابھی تک رسالت مآب کے مقام عالیہ سے ہی نا آشنا ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ — (اور ہر گز یہ نہ فرمایئے کہ میں اس کو کل کروں گا
ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔ — مگر یہ کہ اللہ چاہے)

پ ۱۵ ع ۱۵ سورۃ الکہف)

مخالفین کی پیش کردہ آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اے محبوب آپ ان شاء اللہ فرما دیا کریں تاکہ یہ آئندہ کے لئے قانون مقرر ہو جائے جو آپ کی بعثت کا اصل مقصد تھا کہ امت کو ان شاء اللہ کی تعلیم ہو۔

چوری اور سینہ زوری

مخالفین آیت شریفہ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ معاذ اللہ (اے نبی تم نے ان شاء اللہ کیوں نہ کہا) استغفر اللہ یہ بھی ان لوگوں کی سب سے بڑی مکاری اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس پر حملہ اور چوری سینہ زوری ہے) بہر حال آیت میں اللہ تعالیٰ آئندہ کے لئے قانون مقرر فرما رہا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار کے مقابلہ میں ایسے جوابات کا بوجھ اٹھا دیا ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ — تاکہ اے محبوب آپ کی ذات پر کسی قسم کا بوجھ
ظَهْرَكَ۔ — ہی نہ رہے۔

تو ان تمام دلائل قویہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں نہ تو آپ کے عدم علم پر دال

ہے اور نہ نسیان مراد ہے اور نہ ما قبل کی کوئی وجہ ہے اور آپ کو اُن سوالات کا علم تھا لیکن اس کا اظہار اس وقت مقصود نہ تھا نہ کہ لاعلمی مراد ہے۔ جیسا کہ حاسدین نے علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی کی بناء پر لپٹے اوپر قیاس کر لیا جیسے انکی عادت ہے کہ وہ اصول کو نظر انداز کر کے حضور علیہ السلام کا ہر امر اپنے اوپر قیاس کر کے سوال جڑ دیتے ہیں حالانکہ نبوت کے ہر کام میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں اسی لئے علماً نے فرمایا جب تک صریح نفی نہ ہو اپنے طور نبوت سے نفی نہ کیا کرو۔

سوال جبرائیل علیہ السلام جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہلی وحی لے کر آئے تو انہوں نے کہا اقرأ پڑھئے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ نے فرمایا ما انا بقاری میں پڑھا ہوا نہیں ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا اقرأ باسم ربك الذی خلق تو آپ نے پڑھا تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ کو ما انا بقاری کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب مخالفین کا یہ اعتراض بھی اُن کی صریح مکاری اور جہالت کی بنا پر ہے بھلا بتایئے تو سہی مَا اَنَا بقاری کا ترجمہ یہ کہاں ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ مَا اَنا بقاری کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نہیں پڑھنے والا یا یعنی میں نہیں پڑھتا۔ کیونکہ قاری اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ میں نہیں پڑھتا۔ تو اس میں آپ کے عدم علم ہونے کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے آپکا یہ جواب اپنے مخاطب کو بالکل صحیح اور آپ کے علم عظیم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر آپ اپنے مخاطب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ جواب نہ فرماتے تو قانون خداوندی ہی غلط ہو جاتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے عظیم خاصہ یہی ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے تعلیم حاصل نہیں کی اور آپ کسی مخلوق سے علم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ہی لقب اُمّی سے یاد کئے جاتے ہیں اور آپ کا یہی لقب انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے اُمم کی طرف منسوب ہے اس لحاظ سے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی سے علوم و فنون کا اکتساب نہیں کیا آپ کو اُمی کہتے ہیں۔ ملک عرب کی یہی حالت تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے

عاری ہوتے تھے وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں گزار دیا کرتے تھے جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے جو نہ مکتب لیا۔ نہ درس لیا۔ نہ قلم ہاتھ میں پکڑا۔ اور نہ ہی سبق زبان پر جاری ہوا۔ چنانچہ یہود نے اہل عرب کا نام اُمیّون رکھا۔ قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِی الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ
(پ ۳ ع ۱۵ سورۃ آل عمران)

یہودی کہتے ہیں کہ ہم ان اُمّی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں۔ ہم کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

چنانچہ یہ نام عرب کی پہچان بن گیا اور قرآن کریم نے اسی لفظ کے ساتھ اہل عرب کو خطاب کیا۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا ۝ پ ۲۸ ع ۱۰ سورۃ الجمعہ)

خدا کی وہی ذات ہے جس نے اُمیّوں میں ایک خاص رسول مبعوث فرمایا۔

قرآن کریم نے ان پڑھ ناخواندہ اشخاص کے لئے لفظ اُمی کو استعمال کیا ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ ۝
(پ ۱ ع ۸ سورۃ البقرہ)

(یہود میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جو کتاب کا کچھ علم نہیں رکھتے)۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ لفظ اُمّی کے معنی ان پڑھ اور ناخواندہ کے ہیں)۔

اب قرآن کریم نے جو حضور اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں مَا اَنَا بقاری فرمانا اس کا حاصل یہی ہے کہ آپ نہ مخلوق میں کسی کے شاگرد اور نہ مخلوق میں آپ کا کوئی استاد ہے۔ آپ کو جو علم ما کان و ما یکون حاصل ہیں وہی ہیں۔ اسی لئے اُمّی ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جلیل القدر معجزہ قرار پایا ہے اور قرآن نے لاکھوں مخالفوں کی بھیڑ میں آپ کے وصف اُمیّت کو بطور تحدی پیش کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ

اے محبوب آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ

اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (پ۲۱ ع۱ سورۃ العنکبوت) لکھتے تھے۔ یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

جواب: آیت میں اس امر کا اظہار ہے کہ تم میرے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر نازل شدہ کتاب کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ کتاب من جانب اللہ نہیں ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ میرے رسول اُمّی ہیں نہ کسی مکتب میں داخل ہوئے اور نہ کہیں تعلیم حاصل کی نہ کوئی کتاب پڑھی نہ اپنے ہاتھ مبارک سے کچھ لکھا۔ پھر تم کتاب اللہ سے کیوں منحرف ہوتے ہو؛ نہیں قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ اس وقت ہو سکتا تھا جب کہ یہ رسول کسی مخلوق سے تعلیم حاصل کرتے اور کسی یونیورسٹی کی سند حاصل کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ یہ کتاب خود انہوں نے مرتب کر لی ہے۔

حضرت کا علم علمِ لدُنی تھا اے امیر!
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے

تاریخ شاہد ہے اور قرآن کریم ناطق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے کسی سے اکتسابِ علم نہیں کیا سوائے ربانی انوار و برکات کے آپ کے لوحِ قلب پہ کسی کی تحریر و تقریر کا ایک حرف بھی ثبت نہیں ہوا اور قرآن نے آپ کے اس وصف اُمیت کا بار بار اظہار فرمایا

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ۔ پ۹ ع۸ سورۃ الاعراف
وہ لوگ جنہوں نے غلامی اختیار کرلی اس رسولِ اُمّی کی جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں

تو تسلیم یہ کرنا پڑے گا کہ محبوب رسول وہ ہیں جن کی تعلیم حظیرہ قدس میں ہوئی ہے جن کو ارشادِ شاگردی کا شرفِ عظیم حاصل ہے تو صرف رب العالمین سے ہے یہی وجہ تھی کہ اس نبی اُمّی کے دربارِ مقدس میں جہاں کے فصحاء بلغاء، علماء اور فلاسفروں کی جماعتیں حاضر ہوتیں اور عرض کرتیں کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا اور فصحائے عدنان اور بلغائے قحطان کا تو یہ حال تھا کہ ~

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں؛

گویا کافروں کو اشاروں سے سمجھایا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی اور ایک ان پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے جن کے لئے تعلیم و تعلم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ دان ہیں اور دماغ کو روشن ضمیر کو ہموار۔ قلب کو متجلّی۔ روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں تہذیبِ اخلاق۔ تدبیر منزل اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں۔

اُمّی دقیقہ دانِ عالم؛ بے سایہ سائبانِ عالم

علیہ و آلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۰ (خصائص کبریٰ جز الاوّل ص۳)
میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد۔ بخاری۔ طبرانی۔ حاکم۔ ابو نعیم نے بھی نقل فرمایا اور یہ حدیث مختلف الفاظ میں آتی ہے۔

قاعدہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لئے ذات کا پہلے ہونا ضروری ہے جس سے اس امر کی قطعی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھی۔

گھر کی گواہی مخالفین کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب نشر الطیب کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی آپ نے فرمایا کہ جس وقت کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اسی حدیث کو حسن کہا ہے۔

فائدہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اسی کتاب نشر الطیب میں مذکورہ حدیث کے علاوہ اور احادیث صحیحہ نقل کی ہیں کہ حضور علیہ السلام اس وقت بھی نبی تھے جب کوئی شے پیدا نہیں کی گئی تھی اسی کتاب کے صفحہ ۶ پر مولوی اشرف علی تھانوی احادیث صحیحہ دلائل قویہ سے یہ ثابت

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے نور سے سب کچھ پیدا فرمایا۔ گویا کہ آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ لوح و قلم ہوتے نہ زمین و آسمان ہوتے نہ عرش و کرسی ہوتے۔ جنت و دوزخ ہوتے نہ ملائکہ ہوتے غرض کہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔

اس موضوع کو فقیر نے "شرح حدیث لولاک" میں تفصیل سے لکھا ہے یہاں بتانا یہ ہے کہ حضور

معجزہ ہمارے رسول علیہ التحیۃ والثناء کا نبی ہونا بہت بڑا معجزہ ہے اور کسی کو یہ حق نہیں ہوسکتا کہ آپ کا مخلوق میں کوئی بھی ایک آن اور ایک لمحہ کے لئے بھی معلم و استاد بنا ہو بلکہ جو اس محبوب کا خود معلم ہے اُس نے خود ہی اعلان فرمادیا ہے

الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن — رحمٰن نے سکھلایا قرآن۔

نیز فرمایا۔

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ — اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ آپ نہ جانتے تھے آپ ہم نے آپ کو بتادیا اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

امام المفسرین علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ تفسیر ابن جریر جزء الخامس اسی آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

علمك مالم تكن تعلم من خبر الاولين والأخرين وما كان وماهو كائن قبل ذالك من فضل الله عليك يا محمد منغلقك

(التفسیر ابن جریر جلد پنجم ص۱۶۳)

اے محبوب سکھایا آپ کو جو کچھ نہ جانتے تھے تمام اوّلین و آخرین کی خبروں سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سے اللہ آپ کو پیدا فرمایا ہے اُسی وقت سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے۔ یعنی ما کان وما یکون کا علم عطا فرمادیا ہے یہی آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

مذکورہ تمام دلائل اور آیت علّمك اور علامہ ابن جریر کے کلام سے واضح ہوگیا کہ اللہ

تعالیٰ نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علوم سکھا دیئے ہیں۔

فائدہ علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ کا یہ کلام کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدائش سے ہی ما کان وما یکون کا علم عطا فرمادیا ہے یہ حدیث بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ السلام کو معاذ اللہ بے خبر ثابت کرنا دیوبندیوں کے چھوٹے مُلّاؤں کی بدقسمتی ہے ورنہ ان کے بڑے گستاخ تو تھے لیکن جاہل نہیں تھے لیکن یہ مُلّانے گستاخ بھی ہیں اور جاہل بھی۔

حقیقت مسئلہ دراصل دیوبندی وہابی نجدی ایک عقیدہ سے ایسے مقامات میں غلط طریقہ اختیار کر جاتے ہیں وہ غلط عقیدہ یہ ہے کہ حضور نبی علیہ السلام کی نبوت چالیس سال کی عمر سے شروع ہوئی ہے یہاں تک مودودی اور ان کے دوسرے مولوی دیوبندی وہابی غیر مقلد و مرزائی وغیرہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر تک یہ علم نہ تھا کہ میں نبی بنوں گا آپ عام انسان تھے اسی لئے کبھی مزدوری سے پیٹ پالتے کبھی بکریاں چرا کر وغیرہ وغیرہ (معاذ اللہ)

عقیدہ اہلسنت اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول پیدا ہوئے اور اسی وقت سے نبوت ملی آپ ہر عالم میں نبوت کا پیغام پہنچاتے رہے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام جب روح و جسد کے درمیان تھے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تھے۔ آپ ہر دور میں اسی دور کے مطابق طور طریقہ رکھتے اسی انسانی ملک میں آئے تو انسان جیسی تخلیق ہوئی۔ اور اسی طرح رہے ورنہ اوّل میں پیدا ہوئے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی نبی تھے جبکہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ خود آپ کو تمام علوم کی تعلیم فرمائی۔ اسی لئے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبِيْ ۝ — مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ جس ذات کی یہ شان ہے کہ وہ اقرأ سن کر کیسے بے خبر ہوگیا یہ راز وہی جانے جو حضور علیہ السلام سے عشق رکھتا ہے ورنہ ان جہّال اور خشک دماغوں کو کیا خبر۔

جواب ۳ اُلٹا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے جبرائیل کو ایک سبق دیا وہ یہ کہ سیدنا

جبرائیل علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَا اَنا بِقَارِی بتایا کہ میں کسی کا شاگرد تو ہوں نہیں اور نہ مجھے کسی اور سے پڑھنے کی ضرورت ہے اب تو مجھے دوسروں کو پڑھانے کی ضرورت ہے چنانچہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا تین مرتبہ فرمایا پڑھئے تو آپ نے یہی فرمایا کہ میں نہیں پڑھتا لیکن جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ فرمایا اقرا باسم ربک الذی خلق کہ پڑھئے آپ اُس رب کا نام جس نے آپ کو پیدا فرمایا ہے تو آپ نے فوڑا فرمایا: اقرا باسم ربک الذی خلق اس سے جبرائیل علیہ السلام کو گویا سبق ملا کہ صرف اقرا کہے جا رہے ہو اللہ تعالیٰ کا نام تو لیتے نہیں ہو جب انہوں نے باسم ربک کہا تو آپ نے پڑھا۔

جواب ۴ اقرا اسی سے کہا جاتا ہے۔ جو پڑھا ہوا ہو جاتا ہو۔ جبرائیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا پڑھئے اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ آپ پڑھے ہوئے ہیں فلہذا پڑھئے۔

لطیفہ وہابی دیوبندی تمام حدیث بخاری کے ہر جملہ پر کہتے ہیں۔ جبرائیل نے یہ کیا وہ کیا تب بھی آپ نے نہ پڑھا ان بے عقلوں کو تا حال سمجھ نہیں (اقرا) ایک ایسا آسان جملہ ہے کہ ہر زبان والا معمولی بچہ بھی فر فر کر کے پڑھ سکتا ہے لیکن افصح العرب پر الزام کہ وہ نہیں پڑھ سکتا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کتنا جہالت بلکہ حماقت ہے ایسا عقیدہ۔

بہر حال لفظ نبی الاُمّی اور مَا اَنا بِقَارِی کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اپنے رب العالمین ہی سے تعلیم حاصل کی ہے اسی لئے جو تلمیذ خاص اللہ تعالیٰ کے ہی ٹھہرے وہ کسی اور سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے نہ کہ ما انا بقاری کا یہ مطلب ہو کہ آپ ان پڑھ تھے معاذ اللہ جیسا کہ سفہائے زمانہ نے سمجھ رکھا ہے ۔ اسی لئے تو وہ اپنے مولویوں دیوبندیوں کو حضور علیہ السلام کو اُردو سکھانے والا بتاتے ہیں چنانچہ ذیل میں اس کا حوالہ مع تحقیق اُویسی ملاحظہ ہو ۔

حضور علیہ السلام کی اُردو دانی دیوبندیوں مولویوں کی کہانی

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۲۸ میں لکھا کہ

"مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ

پاک میں بہت ہے الخ . . . . یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا۔ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا کہ جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے۔ ہم کو یہ زبان آ گئی ہے۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ دیوبند کا معلوم ہوا۔

قارئین غور فرمائیں کہ ان لوگوں کی نزدیک مدرسہ دیوبند کی عظمت تو اعلیٰ ہوئی اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شان و عظمت ہوئی کہ تمام علمائے دیوبند معاذ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استاذ اور آپ معاذ اللہ اُن کے شاگرد۔ استغفر اللہ۔

اب بتایئے اس سے بڑھ کر کھلی گستاخی اور کیا ظلم عظیم ہو سکتا ہے کہ جس ذات مقدسہ عظیمہ کو خود خداوند کریم کی ذات کامل نے تعلیم دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم حاصل کی اور آپ کو کُل عالم کی تمام زبانوں کا علم ہے لیکن ان وہابیوں دیوبندیوں اور نجدیوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور قرآن کریم کی آیات اور رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے تمام ارشاد کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ نہ صرف اتنا بلکہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے علم ثابت کیا جائے جو بھی آپ کی علمی قوت کا قائل ہو اسے شرک و بدعت کے فتووں سے زک پہنچایا جائے لیکن ان غریبوں کو کیا خبر کہ سورج پر تھوکنے سے تھوک اپنے منہ پر آئے گی سورج کا کچھ نہ بگڑے گا۔ ایسے حضور علیہ السلام کے بارے میں تمہارے خیالات فاسدہ سے تمہارا ۔ اپنا بیڑا غرق ہوگا۔

سوال آیت شریفہ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جمیع اشیا۔ کا علم عطا فرما دیا ہے تو اس آیت شریفہ کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ جب آپ کو تمام اشیا کا علم عطا فرما دیا گیا تو اس کے بعد وحی کا نزول کیوں ہوا۔ اور اس کا کیا فائدہ ـــ

جواب ان لوگوں کو ابھی تک یہ خبر نہیں کلام اللہ شریف میں احکام مکرر نازل ہوئے ہیں۔ آئتیں مکرر آئیں۔ کئی سُورتوں کا نزول علمائے مکرر بتایا ہے پھر کیا شُبہ

اور جو شبہ بیان کرکے علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ وہی شبہ ان آیتوں میں کرکے
ان کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرنا ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ محفوظ رکھے ایسے تعصب سے کہ جو حق او
ناحق میں تمیز نہ ہونے دیں۔ ایسی خرافات تو کب اس قابل تھیں جس کی طرف توجہ کی جاتی ورنہ یہ
قاعدہ تو مرزائیوں شیعہ تک مسلم ہے کہ آیات کے نزول میں بھی تکرار ہوتی ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف
کی حدیث معراج میں ہے۔

عطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ۔

پس معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔

فائدہ | اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ نمازیں
اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں اسی حدیث کے ماتحت حضرت علامہ
علی قاری رحمہ الباری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں۔

بشکل ھکذا ایکون سورۃ البقرۃ مدنیہ وقصۃ المعراج بالاتفاق مکیہ۔

یعنی معراج شریف میں خواتیم سورہ بقرہ پر یہ اشکال آتا ہے کہ سورۃ بقرہ مدنی ہے مدینہ میں نازل ہوئی اور قصہ معراج بالاتفاق مکی ہے۔

یعنی سورہ بقرہ مدنی ہے اور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے
اور قصہ معراج شریف بالاتفاق مکی ہے کہ معراج شریف مکہ مکرمہ سے ہوئی تو جب
معراج شریف میں خواتیم سورۃ بقرہ عطا ہو چکی تھی تو پھر سورہ بقرہ مدینہ میں نازل کیوں
اور اس سے کیا فائدہ یہ اعتراض بھی بعینہٖ مخالفین کی طرح کا ہے تو اس کے جواب میں خود ہی

یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا تُخْفُوْنَ الْکِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرًا
پ ٦ ع ٦ سورۃ المائدہ

پاس ہمارے وہ رسول آ گئے ہیں جو تمہاری بہت سی چھپائی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول ہی سے قرآن کے عارف تھے
اور آپ کو تمام کتب آسمانی کا بھی علم تھا۔ آپ تو ولادت سے قبل نبی صاحب قرآن ہیں
مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے۔ جیسا کہ حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ
والسلام کو اٰتینا الحکم صبیا و اٰتانی الکتٰب بچپن ہی سے مالک، علم وحکمت اور
صاحب کتاب تھے۔ تو پھر بتائیے جبکہ آپ اول ہی سے قرآن کے عالم ہیں تو پھر نزول کا کیا
فائدہ۔

اب وہابیہ دیوبندیہ سے سوال ہے کہ سورہ فاتحہ دوسری مرتبہ جب مدینہ میں نازل
ہوئی تو اُن کے نزول سے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں فما ھو جوابکم فھو جوابنا
معہذا قرآن عظیم وحی دائم مستمر الیٰ یوم القیٰمۃ اس کا ایک
ایک لفظ اُمت مرحومہ کے لئے قراءۃً وسماعۃً وکتابۃً وحفظاً ونظراً و
فکراً بے شمار برکات کا مثمر اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا استنباط
میں پہلا مرجع اور جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم حاصل ہوئے۔ مجتہدین واولیاء
علما کو بھی اس قدر کافی ہونا اور اپنی استعداد کے لائق قرآن عظیم اخذ علوم کے لئے زیادہ کی
حاجت نہ پڑنا محض باطل وممنوع۔

علاوہ بدیں یہ اُس تقریر پر ہے کہ علم تمام تعلیم کو زمانہ نزول آیہ سے پہلے منقضی
ہو جانے پر دلالت کرے حالانکہ یہ ممنوع ہے۔ خود قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ فنزلنا
حضرت مُلا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں۔

حاصلہ انہ ما وقع تکرار الوحی فیہ تعظیما لہٗ واھتماما لشانہ فاوحی اللہ الیہ تلک اللیلۃ

خلاصہ یہ ہوا کہ اس میں وحی مکرر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کی شان کے لئے پس اللہ تعالیٰ نے اُس رات

بلا واسطة جبريل وهذا يتم	بغیر واسطہ جبریل وحی فرما دی اور تحقیق یہ
ان جمع القرآن نزل بواسطة	پوری کی گئی اور قرآن میں جمع کرنے کے لئے
جبريل۔	بواسطہ جبریل علیہ السلام کے نازل کی گئی۔

اب مخالفین سے سوال ہے کہ جب ایک مرتبہ سورہ بقرہ عطا ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ قبل از نزول تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہو چکا تھا۔ صاحب تفسیر معالم التنزیل سورہ فاتحہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

(وفاتحة الكتاب) مكية وقيل مدنية	سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے
والاصح انها مكية ومدنية	اور صحیح تو یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی
نزلت بمكة حين فرضت	بھی۔ اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ پاک
الصلوٰة ثم نزلت بالمدينة	میں نازل ہوئی۔

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ پاک میں اس کا نزول ہوا اب بتایئے کہ پھر سورۃ فاتحہ دوسری بار نازل کرنے کا کیا فائدہ۔

ماہ رمضان المبارک میں جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن سناتے تھے پھر اس کے نزول کا کیا فائدہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول قرآن سے قبل بھی سارے قرآن کا علم تھا۔ بلکہ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام آسمانی کتابوں کا علم تھا ذرا ملاحظہ کیجئے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا — اے اہل کتاب یعنی یہودیو تمہارے

عليك الكتاب تبيانا لكل شيئ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت یہ آیت اتری تمام کتب نازل ہو چکی تھی۔ اس کے بعد کچھ نہیں اترا۔

فائدہ جو علوم آپ کو عطا ہو گئے تھے انہیں اجمالی اور جو بعد کو نازل ہوتے گئے وہ تفصیلی

اجمال و تفصیل کی تقریر دیوبندی وہابی کہتے ہیں کہ اہلسنت کا عجیب مذہب ہے کہ وہ تو مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کل مخلوق سے پہلے پیدا

ہوئے اور دنیا میں تشریف لائے تو پڑھے پڑھائے آئے۔ لیکن جب حضور علیہ السلام پر کوئی اعتراض اٹھتا ہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ تدریجی علوم عطا کا ہے فلہذا یہ اعتراض بیجا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب اس کا تفصیلی جواب تو فقیر نے البشرية لتعليم الامة (باب العلم) میں لکھا ہے یہاں اجمالی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل کا کام دے گا وہ یہ کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دنیا میں تعلیم کے لئے تشریف لائے اسی لئے آپ نے اس دنیا میں از اول تا آخر اسی طرح زندگی بسر فرمائی جیسے ایک بشر زندگی گزارتا ہے اسی لئے آپ کے متعلق اہل علم نے فقر اختیاری تسلیم کیا اسی معنی پر آپ کا پیدائشی طور عالم ہونا مسلم۔ لیکن تعلیم کی تکمیل کے لئے ابتدائے وحی تا اکمال دین آپ کا طریقہ وہی رہا جو اپنے آقا کے ایک غلام پابند احکام کا ہوتا ہے اسی لئے آپ ہر حکم الٰہی کو اسی موقعہ پر صادر فرمایا جو اس کا وقت تھا اگرچہ اس کا علم آپ کو اس سے پہلے تھا مثلاً جمعہ کی فرضیت کا علم آپ کو علم مکہ معظمہ میں سے ہی تھا لیکن چونکہ اس کے اظہار کا وقت نہ تھا اسی لئے آپ نے اسے مدینہ پاک جا کر ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ علم کے ہوتے ظاہر نہ کرنا وہ لاعلمی نہیں بلکہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے اسی طرح علم اجمالی کے ہوتے تفصیل کا حال ہے کہ تفصیلی علم وقت کا منتظر ہوتا ہے اجمالی ہر وقت موجود رہتا ہے مثلاً حافظ القرآن تیس پاروں میں جہاں سے چاہے پڑھے پڑھ سکتا ہے تیس پاروں کا علم اس کے سینے میں ہر وقت موجود ہے لیکن تفصیل کے وقت اسی طرح پڑھے گا جس طرح قرآن مجید کی ترتیب ہے۔

دوسرے طریق سے اسے یوں سمجھئے کہ تراویح میں حافظ القرآن نے ہر رات ایک پارہ پڑھنا ہے اسی ترتیب سے وہ ہر رات آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ کوئی صاحب حافظ صاحب کو دوران قراۃ ایسا لقمہ دے جو اس کی منزل سے آگے ہے

حافظ صاحب اس کی نہیں مانیں گے اس لئے کہ وہ جو لقمہ دے رہا ہے اس حصۂ قرآنی کا ابھی وقت نہیں آیا۔ حافظ صاحب کی اس طرز کو کوئی حافظ صاحب کی لاعلمی پر محمول کرے تو ہم سب کہیں گے کہ حافظ صاحب کی لاعلمی بتانے والا پاگل ہے جاہل ہے ایسے ہی بلا تمثیل حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجمال و تفصیل کو سمجھیے کہ آپ نے تیئس سال کی زندگی مبارک میں بشریت کی تکمیل فرمائی تھی۔ آپ کے سامنے جو امور مقدم و مؤخر ادا کرنے تھے اس سے سرِ مو آپ ہٹتے تو تکمیل بشریت کے منافی تھا لیکن کفار و مشرکین آپ سے بعض تاخیر کے اُمور پہلے پوچھ لیتے یا وہ اُمور جو ان کے لائق نہ تھے بے جا سوال کر دیتے آپ کا انہیں نہ بتانا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ مبنی بر حکمت تھا اسی طرح آپ کا جملہ امور کا ابتدأ جاننا اجمالی اور اسے ظاہر نہ کرنا مبنی بر حکمت تھا پھر جب ظاہر کرنے کا وقت آیا تو آپ نے علوم کے سمندر بہائے جنہیں صحابہ کرام نے آنکھوں سے دیکھ کر آپکی نبوت کی صداقت کی شہادت دی لیکن کفار نے نہ اس وقت مانا نہ اب مانتے ہیں الحمدللہ ہم اہلسنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وراثت میں حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ پہ پورا یقین ہے۔ کسی بدقسمت کو اگر سمجھ نہیں آرہا تو یقین کرے تو اسے کفار و مشرکین اور منافقین کی وراثت نصیب ہے۔

ولادت پاک سے استدلال

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے حالات تفصیل سے پڑھے جائیں تب بھی یقین ہوگا کہ آپ دنیائے عالم میں تشریف لانے سے پہلے عالِم علوم الٰہیہ تھے۔ مثلاً پیدا ہوتے ہی سجدہ ریز ہونا ۲۔ امت کے لئے خیر و بھلائی کے لئے دعا فرمانا۔ ۳۔ بی بی حلیمہ کو دیکھ کر مسکرا دینا ۴۔ بی بی حلیمہ کے ایک پستان سے دودھ پی کر دوسرا پستان رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دینا۔ ۵۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چاند کے گہوارے کے دوران گھومنے کی خبر دینا۔ ۶۔ جملہ حالات قبل ولادت و بعد ولادت تا سنِ شعور تک کی خبر دینا۔

باب ۳

احادیث مبارکہ

قرآن مجید کے دلائل کے بعد احادیث مبارکہ کا مرتبہ ہے ہم اتماماً للحجۃ احادیث پاک سے دلائل لاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ ہم اپنے آقا کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پہ گامزن ہیں۔

حدیث ۱: عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

(البخاری، مشکوٰۃ شریف ص۵۰۶)

"حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزل میں داخل ہونے تک کی خبر دی اور کہا اس کو جس نے یاد رکھا یاد رکھا اس کو اور بھلا دیا اور جس نے بھلا دیا اس کو۔

حدیث ۲: عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَخْطَبِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا (رواہ مسلم)

(از مشکوٰۃ شریف ص۵۴۳ باب المعجزات)

"روایت ہے عمرو بن اخطب انصاری سے کہا نماز پڑھائی ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی اور چڑھے منبر پر پس خطبہ فرمایا ہمارے لئے یا وعظ فرمایا یہاں تک کہ آگیا وقت ظہر کی نماز کا پھر اُترے اور نماز پڑھی ظہر کی اور پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے اور یہاں تک کہ آگیا وقت عصر کی نماز کا پھر اُترے اور نماز پڑھی عصر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ غروب ہوا آفتاب یعنی پس تمام دن خطبہ ہی میں گذرا۔ پس خبر دی ہم کو ساتھ اس چیز کے کہ ہونے والی ہے قیامت تک یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب اور غرائب قیامت تک کے مجمل یا مفصل بیان فرمائے۔ پس اس میں بہت سے معجزے ظاہر ہوئے کہا عمرو نے پس داناترین ہمارا اب بہت یاد رکھنے والا ہمارا ہے یعنی اس دن کو۔ ذکرہ الطیبی اور کہا سید جمال الدین نے اولیٰ یہ ہے کہ کہا جاوے بہت یاد رکھنے والا ہمارا اب قصہ کو داناترین ہمارا ہے یعنی اب نقل کیا مسلم نے"

(ترجمہ از مظاہر الحق مطبوعہ نولکشور جلد چہارم ص۲۱۳)

ف: ہم نے مظاہر حق کا ترجمہ مع فوائد کے لکھ دیا تاکہ مخالفین کو انکار کی گنجائش نہ ہو کیونکہ مظاہر حق ان کے اپنے ہم عقیدہ مولوی قطب الدین دہلوی کی تصنیف ہے۔

حدیث ۳: بخاری شریف میں ہے کہ:

قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ اَحَبَّ اَنْ يَّسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْأَلُوْنِيْ

عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْنَ مَدْخَلِيْ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ سَلُوْنِيْ۔ (خازن پ۴ رکوع ۳)

"کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ ابن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔"

ف: جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا لیکن حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلا تامل بیان فرما دیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ ساتھ ہی یہ کہ اپنے علم کلی کا دعویٰ فرما دیا اگر آپ کا علم محدود ہوتا تو آپ اس طرح کا دعویٰ نہ کرتے۔

حدیث ۴: عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ (متفق علیہ)

(از مشکوٰۃ شریف ص۴۶۱ کتاب الفتن فصل اول)

روایت ہے کہ حذیفہ نے کہا کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کھڑے ہوئے یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی اُن فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اس کو یاد رکھا اور بعض نے فراموش کیا۔ کہا حذیفہ نے کہ تحقیق جانتا ہے اس قصہ کو میرے اُن یاروں نے یعنی جو کہ موجود ہیں صحابہ (رضی اللہ تعالٰے عنہم) میں سے۔ لیکن جانتے نہیں ہیں اُس کو مفصل اس لئے کہ واقع ہوا ہے ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان سے ہے اور میں بھی انہی میں سے ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو اور تحقیق شان یہ ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی آنحضرت محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اس کو پس دیکھتا ہوں میں اس چیز کو پس یاد لاتا ہوں میں اس کو جیسے کہ یاد لاتا ہے شخص چہرہ شخص کا۔ یعنی بطریق اجمال وابہام کے جب کہ غائب ہوتا ہے اس سے اور فراموش کرتا ہے اس کو ساتھ تفصیل و تشخیص کے۔ پھر جب کہ دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے اس کو شخص یعنی ایسے ہی ہیں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جب کہ واقع ہوتی ہے کوئی بات اُن میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ وہ وہی ہے جس کی حضرت محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ نقل کی یہ بخاری و مسلم نے۔

(مظاہر الحق ص۲۱۳)

حدیث ۵ مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ فضائل سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا

بِقَدْرِ الْحَاجَۃِ۔

روایت ہے ثوبان سے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بے شک اللہ تعالٰی نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ پس دیکھا میں نے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔ (مظاہر الحق ص۵۰۳)

حدیث ۶ مشکوٰۃ شریف ص۶۹ باب المساجد میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ٥

(رواہ الدارمی مرسلا)

عبدالرحمٰن بن عائش سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عزّ وجل کو اچھی صورت میں دیکھا اور فرمایا سرور عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور حضرت نے اس مناسبت حال کے مطابق یہ آیۃ وکذالک الآ تلاوت فرمائی۔

(مظاہر حق)

حدیث ۵: مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ صد۲ میں بروایت معاذ بن جبل ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں،

فَاِذَا اَنَا بِرَبِّیْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیْكَ رَبِّ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الملأ الاعلیٰ قلت لا ادری قالها ثلثا قال فرأیت وضع کفّه بین کتفی فوجدت بردانامله بین ثدیی فتجلی لی کلّ شیٔ وعرفت۔

میں نے اپنے سامنے پایا اچھی صورت میں فرمایا اے محمد میں حاضر ہوں فرمایا ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑتی ہیں میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ پروردگار نے یہ تین بار فرمایا دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ پھر میں نے دیکھا کہ پروردگار نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان میں رکھا یہاں تک کہ مجھے اس کے پوروں کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی مجھ پر ہر شے ظاہر ہوئی اور میں نے انہیں پہچان لیا۔

ف: ان روایات کا مطلب شارحین حدیث سے سنیئے وہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو آسمان و زمین کی تمام کائنات بلکہ اُس سے بھی مافوق وماتحت کا علم مرحمت فرمایا گیا۔

۱۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول میں مرقوم ہے،

فعلمت ای بسبب وصول ذالك الفیض ما فی السّمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمه الله تعالیٰ ممّا فیهما من الملائکة والاشجار وغیرها عبارة عن سعة علمه الذی فتح الله به علیه وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات الّتی

فی السّمٰوات بل وما فوقها کما یستفاد من قصّة المعراج والارض هی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتها کما افاده اخباره علیه السّلام عن الثّور والحوت الذین علیهما الارضون کلّها یعنی ان الله اری ابراهیم علیه الصلوٰة والسّلام ملکوت السّمٰوات والارض وکشف له ذالك وفتح علی ابواب الغیوب

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالےٰ نے تعلیم فرمایا ان چیزوں میں سے جو آسمان اور زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہما میں سے یہ عبارت ہے حضرت کے وسعتِ علم سے جو اللہ نے حضرت پر کھول دیا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السموات سے آسمانوں بلکہ اُن سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصۂ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنے جنس ہے یعنے وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو اُن سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہوگئیں۔ جیسا کہ ثور و حوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو ظاہر کرتا ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے مُلک دکھائے اور اس کو ان کے لئے کشف فرما دیا اور مجھ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں،

فعلمت مافی السّمٰوات والارض پس دانستم ہرچہ
درآسمانہا وہرچہ درآسمانہا وہرچہ درزمین بود. عبارت است از حصول تمام
علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں وتلاء وخواندآں حضرت مناسب ایں حال
وبقصد استشہاد برامکان آں ایں آیت راکہ وکذلک نری ابراھیم
ملکوت السّمٰوات والارض وہم چنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک عظیم تمام آسمانہا را وزمین وزمین را
لیکون من الموقنین تا آنکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بوجود ذات
وصفات وتوحید واہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است درمیانے
ایں دو روایت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان وزمین را دید
وحبیب ہرچہ در آسمان وزمین بود حالی از ذوات وصفات وظواہر وبواطن
ہمہ را دید وخلیل حاصل شد مراورا الیقین بوجوب ذاتی وحدت حق
بعد از دیدن ملکوت آسمان وزمین ...... چنانکہ حال اہل استدلال
وارباب سلوک ومحبان وطالبان مے باشد وحبیب حاصل شد مراورا
یقین ووصول الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را وحقائق آنرا چنانکہ
شان مجذوبان ومحبوبان ومطلوبان است واول موافق است بقول
ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ قبلہ وشتان ما بینہما۔

ترجمہ: یعنے حاصل عبارت یہ ہے کہ جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں
میں ہے۔ یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے
اوران کا احاطہ کرنے سے اور حضور نے اس حال کے مناسب بقصد
استشہاد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "
اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں

کا ملک عظیم دکھایا تاکہ وہ وجود ذات وصفات وتوحید کے ساتھ یقین کرنے والا
بن جائے ہوں "
اہل تحقیق نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان فرق ہے اس لئے
کہ خلیل علیہ السلام نے آسمان اور زمین کا ملک دیکھا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے جو کچھ آسمان وزمین میں تھا ذوات صفات ظواہر بواطن سب
دیکھا اور خلیل کو وجوب ذاتی اور وحدتِ حق کا یقین ملکوت آسمان وزمین دیکھنے
کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال اور ارباب سلوک، محبوں اور طالبوں
کی حالت ہے اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقینِ اوّل حاصل ہوا۔ پھر عالم
اور اس کے حقائق کو جانا جیسا کہ محبوبوں، مطلوبوں اور مجذوبوں کی شان ہے۔

۲۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں۔
والمعنی انّہ کما رای ابراھیم ملکوت السّمٰوات والارض
کذلک فتح علیّ ابواب الغیوب حتّی علمت ما فیہا
من الذوات والصّفات والظواھر والمغیبات
" یعنی معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور
زمین کے ملک دکھائے گئے ایسے ہی مجھ پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے
گئے یہاں تک کہ میں نے جان لیا جو کچھ ان میں یعنی آسمان وزمین میں ہے ذوات
صفات ظواہر مغیبات سب کچھ۔"

خلاصہ: اللہ تعالٰے نے اپنے حبیب پاک کو زمین وآسمان کا مشاہد بنایا اور
علم الاوّلین والآخرین عطا فرمایا گویا ازل سے ابتک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو رہا
ہے سب کچھ آپ پر ظاہر ہوگیا۔

غرض کوئی ذرہ زمین پر ایسا نہیں ہے جس کی آپ کو خبر نہ ہو کوئی پتہ ایسا نہیں ہے جو آپ پر ظاہر نہ ہو۔ ہمارے تمہارے سب کے تمام اقوال، افعال، احوال اور اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشِ نظر ہیں اور آپ ان کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی۔

حدیث ۹: شرح مواہب لدنیہ زرقانی میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذَا

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونیوالا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

ف: اب ان روایات کے معنی شارحین سے سنیئے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا للّا علی قاری و زرقانی شرح مواہب، نسیم الریاض شرح شفا میں ہے۔

وَحَاصِلُهٗ اَنَّهٗ طُوِیَ لَهُ الْاَرْضُ وَجَعَلَهَا مَجْمُوْعَةً کَهَیْئَةِ کَفٍّ فِیْهِ مِرْاٰةٌ یَنْظُرُ اِلٰی جَمْعِهَا وَطَوَاهَا بِتَقْرِیْبِ بَعِیْدِهَا اِلٰی قَرِیْبِهَا حَتّٰی اِطَّلَعَتْ عَلٰی مَا فِیْهَا

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرما دیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینہ کو دیکھتا ہو اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اس کے قریب کی طرف یہاں تک

کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو اس میں ہیں۔

۲. مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

فَعَلِمْتُ بِسَبَبِ وُصُوْلِ ذٰلِكَ

۳. علامہ زرقانی شرح مواہب ج ۷ ص ۲۳۴ میں لکھتے ہیں کہ

ان اللہ قد رفع ای اظہر وکشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ہذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ انہ ارید بالنظر العلم

یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھول دی گئی کہ ہم نے اس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونیوالا ہے اسی طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حقیقۃً ملاحظہ فرمایا یہ احتمال دفع ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

۴. امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

وَلَا شَكَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَطْلَعَهٗ عَلٰی اَزْیَدَ مِنْ ذٰلِكَ وَاَلْقٰی عَلَیْهِ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کو سارے اگلے پچھلے حضرات کا علم دیا۔

۵. ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔

یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ سَبَقَ مِنْ

تم کو حضور علیہ السلام اگلوں کی گذری

خَبَرَ الْاَوَّلِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ اَىْ مِنْ نَبَاءِ الْاٰخِرِ فِى الدُّنْيَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِيْنَ فِى الْعُقْبٰى

(اگلی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد ہونے والا ہے اس کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں ، دنیاوی حالات اور آخرت کے سارے حالات۔)

۲۔ یہی ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔

فِيْهِ مَعَ كَوْنِهٖ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ عِلْمَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُحِيْطٌ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ مِنَ الْكَائِنَاتِ وَغَيْرِهَا

(اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔)

ف ، محدثین کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کو اور اس میں ازل تا ابد ہونے والے واقعات کو اس طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس کو دیکھتا ہے۔

کفِ دستِ مبارک کے ملاحظہ فرما رہا ہوں یہ اشارہ ہے اس طرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقتاً دیکھنا مراد ہے نہ کہ نظر کے معنی مجازی مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات ص ۵۴۱ ۱۲ میں موجود ہے۔

حدیث ۱۰ ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰى رَاعِىْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِىْ حَتَّى انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰى تَلٍّ فَاَقْعٰى وَاسْتَثْفَرَ فَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰى رِزْقٍ رَزَقَنِيْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّىْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِى النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَ

مَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ وَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحدیث باب المعجزات مشکوٰۃ شریف)

"ایک بھیڑیا ایک بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑی پس چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا کہا ابوہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دُم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ جل شانہ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا۔ چرواہے نے تعجب سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیے کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے کہ وہ شخص گذشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے بعد ہوگا دنیا اور عقبیٰ میں سب کی خبریں دیتا ہے ابوہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر خدمت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حضور کو اس تمام کی خبر دی اور اسلام لایا۔"

حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اس کی خبر کی تصدیق کی ،

ف ، جانور اور جانوروں میں بھی درندے تو حضور کو عالم ما کان وما ہو کائن جانیں اور بیان کریں ، مگر انسان کو ابھی تردد ہے۔

علامہ علی قاری مرقاۃ المصابیح ج ۵ ص ۵۴ میں يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ

کی شرح یوں کرتے ہیں۔

یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ بِمَا سَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ اَیْ مِنْ نَبَاءِ الْاٰخِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِیْنَ فِی الْعُقْبٰی

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گذشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور جمیع احوال عقبیٰ کے کی خبر دیتے ہیں۔

حدیث ۹: لَقَدْ تَرَکَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا یُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَیْهِ اِلَّا ذَکَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا۔

(رواہ الطبرانی)

یعنی نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرندا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے بھی اس کا علم بیان فرمادیا۔

ازالہ وہم: مخالفین کو تردد ہوگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے جملہ حالات کیسے بیان فرمادیے۔ اوپر کی حدیثوں میں گذرا کہ ایک ہی روز میں حضور نے قیامت تک کے سب حالات بتائے۔ یہ بات ضرور تعجب انگیز ہوگی کہ ایک دن کا وقت اتنی وسعت کب رکھتا ہے۔ یہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں تمام حالات بیان فرمادیے اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قدرت مرحمت فرمائی تھی۔

۱۵ ۱۱۰

عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۷ صـ ۲۱۲ میں ہے۔

فِیْهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰی اِنْتِهَائِهَا وَفِیْ

اِیْرَادِ ذٰلِكَ کُلِّهٖ فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ اَمْرٌ عَظِیْمٌ مِّنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ وَکَیْفَ وَقَدْ اُعْطِیَ مَعَ ذٰلِكَ جَوَامِعَ الْکَلِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی اس حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتدا تا آخر خبر دینا اور جملہ حالات ایک مجلس میں بیان فرمانا معجزہ ہے کیوں نہ ہو جب کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے۔

ف: جب کل کائنات کے ذرہ ذرہ کو ایک دن میں بیان کرنا معجزہ ہے تو پھر انکار کیوں۔ اس قسم کے معجزات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء

حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ:

علیہم السلام صـ ۵۰۸ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاؤدَ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ۔ (رواہ البخاری)

ابوہریرہ سے مروی ہے سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کسی جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم کر لیتے اور اپنے کسب سے کھاتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت؛ اسی حدیث کے تحت مظاہر الحق جلد چہارم صہ ۴۸۹ میں ہے؛

اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے لئے زمانہ کو طے و بسط کرتا ہے یعنی کبھی بہت سا زمانہ تھوڑا ہو جاتا ہے اور کبھی تھوڑا بہت سا اور سیدنا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم کر لیتے اور ایک روایت میں ہے ملتزم کعبہ سے اس کے دروازہ تک جانے میں پڑھ لیتے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے فرمایا؛ مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ صہ ۳۴۴ میں ہے۔ قَالَ التُّوْرِبِشْتِيُّ يُرِيْدُ بِالْقُرْآنِ الزَّبُوْرَ لِاَنَّهُ قَصَدَ اِعْجَازَهُ مِنْ طَرِيْقِ الْقِرَاءَةِ وَقَدْ دَلَّ الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَطْوِي الزَّمَانَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ كَمَا يَطْوِي الْمَكَانَ لَهُمْ وَلِهٰذَا اَبَابٌ لَا سَبِيْلَ اِلٰى اِدْرَاكِهٖ اِلَّا بِالْفَيْضِ الرَّبَّانِيِّ

تورپشتی نے فرمایا کہ قرآن سے زبور مراد ہے اس لئے کہ طریق قرأۃ سے اعجاز مطلوب تھا اور حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمانہ کو لپیٹتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے جیسے مکان کو لپیٹتا ہے اپنے بندوں کے لئے اور اس باب کا سمجھنا سوائے فیض ربانی کے مشکل ہے۔

اولیاء اللہ کا ایک لمحہ میں تمام قرآن مجید ختم کر لینا؛ جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے؛

عن بعض المشائخ انه قراء القرآن حين استلم الحجر الاسود والركن الاسعد الى حين وصول محاذات باب الكعبة الشريفة والقبلة المنيفة وقد سمعه ابن الشيخ شهاب الدين السهروردي منه كلمة كلمة و حرفا حرفا من اوله الى اخره قدس الله تعالى اسرارهم ونفعنا بركة انوارهم.

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں ارقام فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ انہوں نے حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریفہ پر پہنچنے تک تمام قرآن مجید پڑھ لیا جس کو ابن شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ کلمہ اور حرف حرف اول سے آخر تک سنا۔ (مظاہر حق)

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیازمندوں کا یہ حال ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک مجلس میں جملہ احوال کی خبر دینا کیا محال،

حدیث ۱۲؛ وَقَالَ السُّدِّيُّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُمَّتِيْ فِيْ صُوَرِهَا فِي الطِّيْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰى آدَمَ وَاُعْلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ وَمَنْ يَّكْفُرُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِيْنَ قَالُوْا اِسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ يُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا
فِيْ عِلْمِيْ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ
السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَأْتُكُمْ بِهٖ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ
فَقَالَ مَنْ اَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ حُذَافَةُ فَقَامَ عُمَرُ
فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا
وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَبِكَ نَبِيًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ
ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ۔

(تفسیر خازن ج اوّل ص ۳۳۶)

محی السنہ نے معالم التنزیل میں ما کان اللہ لیذر المؤمنین
کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ میری امت کی صورتیں پیش کی گئیں جیسے کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی
گئی تھیں اور مجھے معلوم ہوگیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر
کرے گا۔ جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ تمسخر سے کہنے لگے کہ محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان
لائیگا اور کون کفر کرے گا ان لوگوں میں سے جو ابھی نہیں پیدا
ہوئے اور آئندہ پیدا کئے جائیں گے یہ تو بڑی بات ہے ہم تو اب
موجود ہیں وہ بتائیں کہ ہم میں سے کون مومن اور کون کافر ہے یہ
خبر سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور
اللہ کی حمد وثنا کرکے فرمانے لگے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جنہوں

نے میرے علم میں طعن کیا آج سے قیامت تک کی جس چیز کو چاہو
مجھ سے دریافت کرو میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ پس حضرت
عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کون
ہے فرمایا حذافہ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا
یا رسول اللہ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن
کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے پس ہماری تقصیر
معاف فرمائیے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔

حدیث ۱۳۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ
فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ
فَمَا تَرَكَ شَيْئًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا ذَكَرَهٗ فِيْ مَقَامِهٖ
ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رُءُوْسِ النَّخْلِ وَ
اَطْرَافِ الْحِيْطَانِ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى
مِنْهَا اِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ۔

(معالم التنزیل)

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نے ایک روز عصر کے بعد
ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی چیزیں سب ہی بیان کریں
اور کوئی چیز نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں
کے کناروں پر پہونچی تو فرمایا کہ دنیا کے احوال میں سے صرف اس قدر
باقی رہ گیا جتنا دن باقی رہ گیا ہے۔

حدیث ۱۴۔ عن حذیفة بن اسید قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عرضت علی امتی البارحة لدی هذه الحجرة حتی

كانا اعرف بالرجل منهم من احدكم بصاحبه

(رواہ الطبرانی)

یعنی طبرانی میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اس حجرہ کے نزدیک مجھے میری امت دکھلائی گئی جن کو میں تم سے زیادہ پہچانتا ہوں یہاں تک کہ البتہ میں ان میں سے ایک کو تمہارے اپنے دوست کو پہچاننے سے زیادہ پہچانتا ہوں۔

حدیث ۱۵۔ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی باعمالها حسنها وقبیحها.

(رواہ احمد وابوداؤد)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری اُمت اپنے اپنے اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے سامنے کی گئی یعنے دکھلائی گئی۔

حدیث ۱۶۔ انا علیکم شهید وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیه وانا فی مقامی هذا وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض (رواہ الشیخان)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یعنے میں تم پر گواہ (چشم دید) ہوں اور تمہارا جائے وعدہ حوض کوثر ہے اور میں تحقیق اس کی طرف اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کس قدر تصرف ہے کہ آپ دُنیا میں ہی حوض کوثر دیکھتے تھے اور آپ روئے زمین کے خزانوں کی کنجیوں کے مالک بھی ہیں۔

حدیث ۱۷۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات سخت تاریکی تھی اور پانی برس رہا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درخت خرما کی ایک چھڑی دے کر فرمایا۔ تم یہ لیکر جاؤ یہ خود بخود روشن ہو جائے گی اور اس کی روشنی دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے پڑے گی۔ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ گے تو ایک سیاہ چیز تمہیں نظر آئیگی وہ شیطان ہے اس سے اس کو مارنا تاکہ وہ نکل جائے چنانچہ قتادہ رضی اللہ عنہ کا روانہ ہوئے اور وہ شاخ روشن ہو گئی اور گھر میں جاکر دیکھا تو حقیقت میں ایک سیاہ چیز نظر آئی جس کو انہوں نے مار کر گھر سے نکال دیا۔

(السیرۃ النبویہ)

ف: قتادہ رضی اللہ عنہ کا مکان حضرت کے دولت خانہ سے بہت فاصلہ پر تھا اور جس وقت آپ نے شیطان کی خبر دی تو سخت تاریکی تھی خصوصاً ان کے گھر کے اندر تو روشنی کا گذر ہی نہ تھا۔

خیال کیجئے کہ حضرت کو اس شیطان کا حال کیونکر معلوم ہوا کیونکہ جبریل علیہ السلام کے اطلاع دینے کی خبر تو حدیث میں موجود نہیں ہے لہذا صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ دیکھنا ایسا تھا کہ نہ اس کو دیوار حائل ہوتی تھی اور نہ تاریکی اور نہ فاصلہ مانع تھا۔ جو بصارت ایسی ہو کہ ایک دیوار حائل ہونے پر بھی دیکھ سکے تو اس کے لئے ہزاروں

دیواریں بھی حائل نہیں ہو سکتیں کیونکہ دیکھنے کے لیے جو شروط تھے کہ خارجی روشنی ہو اور
کوئی کثیف چیز حائل نہ ہو وہ یہاں نہیں پائے گئے۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے شیطان کو دور سے دیکھ لیا اور پھر وہ دوسرے عالم کی شئے ہے تب بھی آپ سے اوجھل
نہ ہو سکا اور سرکار کو قرب و بُعد کی قید بھی ضروری نہ تھی وغیرہ وغیرہ۔

حدیث ۱۹: بخاری شریف سے حدیث جو مشکوٰۃ شریف ص۱۸۵ میں ہے

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو صدقۂ
فطر کی نگہبانی پر مامور فرمایا۔ میں اس طعام صدقہ کی نگہبانی کرتا تھا کہ ایک
شخص آکر اس کھانے میں سے لپ بھر کر لے جانے لگا میں نے اس کو
پکڑ لیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں محتاج اور عیالدار سخت حاجتمند
ہوں میں نے اس کو چھوڑ دیا اور صبح کو خدمتِ اقدس نبی صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ
رات تمہارے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس نے کثرتِ
عیال اور شدتِ احتیاج کی شکایت کی مجھے رحم آیا میں نے اس کو
چھوڑ دیا۔ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے
فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا اسی طرح تین
بار فرمایا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ بیشک
پھر آئے گا اس لیے کہ حضور نے فرما دیا ہے۔

ف: اسی حدیث کے تحت میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ مرقاۃ میں تحریر فرماتے
ہیں فیہ اخبار النبی بالغیب معجزۃ لہٗ اب ثابت ہوا کہ علم غیب نبی کریم
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم کا معجزہ ہے اب جانبِ مخالف اپنے دل میں انصاف
کریں کہ معجزہ امورِ دین میں سے ہے اور امورِ دین کا علم جانبِ مخالف کو بھی تسلیم ہے۔ رہا
آپ کا یہ فقرہ یعنی کتاب اور حکمت اور ان کے اسرار و حقائق اس میں بھی تمام علوم آگئے
اس لئے کہ جناب حق سبحانہٗ تعالیٰ کلام اللہ کی شان میں ارشاد فرماتا ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تم پر کتاب کو نازل فرمایا کہ جو ہر چیز کا بیان واضح ہے۔

پس جب کہ آپ کے نزدیک بھی سیدِ عالم اعلم المخلوقات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو کتاب اور حکمت اور اُن کے اسرار و حقائق تعلیم فرمائے گئے تو احاطۂ علم نبوی سے کونسی
شئے باہر رہ گئی۔

حدیث ۲۰: عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لم یلتق ابوای فی سفاح لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی
من اصلاب طیبۃ الی ارحام طاھرۃ صافیا مھذبا لا تتشعب
شعبتان الا کنت فی خیرھما۔

(شفا قاضی عیاض جلد ثانی، مواہب اللدنیا جلد اول، خصائص الکبریٰ،
مدارج النبوت جلد ثانی، بیہقی وغیرہ)

ترجمہ: یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ماں باپ زنا میں جمع نہیں ہوئے
اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف صاف و مہذب

نقل کرتا رہا. کوئی دو گروہ جدا نہ ہوتے تھے مگر میں ان کے بہتر میں

تھا۔

ف، اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے کیونکہ اس حدیث کے الفاظ سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو بتلایا اور نہ ہی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جدید کوئی وحی بھیجی ہے بلکہ الفاظ سے بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے اجداد کا زنا میں مرتکب نہ ہونا علم لدنی سے معلوم ہوا وہ علم لدنی جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔

حدیث ۲۱، عینی شرح صحیح بخاری جلد ۸ اور قسطلانی جلد ۹ بحوالہ دلائل النبوت بیہقی منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو ایک صحابی نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں ایک شعر یہ ہے ؎

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاِنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ ہر غیب بات پر مامون ہیں۔

ف، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اشعار کو سنکر تبسم فرمایا اور نہایت محظوظ ہوئے اس روایت صحیح سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کل غائب شئے پر مامون اور محیط ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نبی کے سامنے کوئی خلاف شرع بات کی جائے اور آپ منع نہ کریں۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو متصف بعلم غیب کہنا شرک ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابی کو ضرور منع فرماتے۔

آپ کا منع نہ کرنا تصریح ہے کہ یہی عقیدہ حق ہے کہ حضور علیہ السلام کل غیب جانتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے بجائے منع کے تبسم فرما کر اظہار خوشی کیا۔

قاعدہ حدیث: حدیث کے اقسام میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو کی اور آپ نے اس کو دیکھ کر منع نہیں کیا بلکہ پسند فرمایا تو وہ فعل بھی سنت ہے اس کو اصطلاح محدثین میں حدیث تقریری کہتے ہیں۔

اب یہ روایت حدیث تقریری میں شامل ہو کر ہماری عقیدہ کی مؤید بنی کہ الحمدللہ یہ عقیدہ ہمیں صحابہ سے ورثہ میں نصیب ہوا ہے۔

۲۲- صحیح بخاری و مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ
يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَعْطَاهَا عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ

(رواہ الشیخان)

یعنی البتہ میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ فتح دے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہو گا پس آپ نے وہ جھنڈا علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔

ف ؛ یہ روایت غزوۂ خیبر کے موقع پر بیان فرمائی گئی جس میں انتخاب سیدنا علی المرتضیٰ کا ہوا اس حدیث پاک میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مافی الغد یعنی کل کی خبر بیان فرمائی ہے اور وہ بقول مخالفین اللہ تعالےٰ کے ماسوا کسی دوسرے کے لئے ماننا شرک ہے۔ اب حدیث شریف کی رُو سے فیصلہ ہو گیا کہ حضور علیہ السلام نے جیسے خبر دی ویسے ہی ہوا جس سے نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ نبی علیہ السلام کے لئے علم مافی الغد یعنی علم غیب باعطائے الٰہی ماننا شرک نہیں بلکہ عین اسلام ہے اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ اسلام کو شرک کہنا کتنا بڑا جرم ہے۔

حدیث ۲۳؛

عَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا وَّ جَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَۃَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَہُمْ خَبَرُہُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یَعْنِیْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ۔

(رواہ البخاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع خبر آنے سے پہلے لوگوں کو دیدی اور آپ نے فرمایا کہ زید نے نشان لیا تو وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفر نے نشان لیا تو وہ شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے نشان لیا تو وہ شہید ہوئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر آپ نے فرمایا کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی۔

ف؛ مُوتہ ملک شام میں دمشق کے قریب ایک موضع ہے جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر ہے وہاں کے حاکم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قاصد کو قتل کیا تھا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کی طرف لشکر بھیجا اور اُس لشکر پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ارشاد کیا کہ زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو اپنا امیر بنا لیں

جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ اُس لڑائی میں یہ تینوں صاحب شہید ہوئے سب لوگوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سردار کیا اور اللہ تعالےٰ نے اُن کے ہاتھ پر فتح دی گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس واقعہ کے وقوع سے پیشتر لوگوں کو بطور اخبار بالغیب خبر کر دی۔ نہ صرف خبر دی بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں گویا آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں۔ گویا آپ میدانِ جنگ میں موجود ہیں اس سے حاضر و ناظر کی دلیل بھی ملتی ہے۔ "تسکین الخواطر" دلوں کا چین" میں تفصیل سے لکھا ہے۔

حدیث ۲۴؛ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاشی بادشاہِ حبشہ کی موت کی خبر اُسی دن دی جس روز وہ مرا اور آپ نے صحابہ کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف جا کر نجاشی کی نماز جنازہ ملکر پڑھی اور چار تکبیریں فرمائیں۔

ف؛ نجاشی ملکِ حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جو کوئی وہاں کا بادشاہ ہوتا تھا اُسے نجاشی کہتے تھے اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا جو پہلے عیسائی تھا لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہ مبارک جس میں اس کو دعوتِ اسلام دی گئی تھی ملا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان لے آیا۔ اور آپ کی رسالت کا اقرار کیا۔ اور جب وہ وفات پاگیا تو آپ نے اُس کا جنازہ پڑھا۔

لہٰذا عام غائب کو نجاشی پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ خصائص النبیؐ میں سے تھا اس کے علاوہ کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی کا کوئی فعل اور اثر نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نجاشی کے جنازہ کے بعد کسی اور میت کا بھی غائبانہ جنازہ پڑھا گیا ہو۔

اگر مخالفین کے پاس اس روایت محولہ کے علاوہ کوئی صحیح حدیث

ہے تو پیش کریں البتہ اس روایت سے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا
ثابت ہوتا ہے کہ جب نمازِ جنازہ میں میت (حضور علیہ السلام کے لئے تو سامنے تھی)
کا سامنے ہونا شرط ہے اسی لئے حضور نے نماز پڑھائی۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ آپ کیلئے
قرب و بعد کی کوئی قید نہیں۔

حدیث ۲۶، مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔

تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكَ۔

حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا کے فرزند پیدا ہوگا جو
تمہاری پرورش میں رہے گا۔

حدیث ۲۷، بخاری شریف باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل ہے۔

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ
فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا
فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ
ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ
غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً وَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا
مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

حضور علیہ السلام دو قبروں پر گذرے جن میں عذاب ہو رہا تھا
تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات
میں عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا
تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا
آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ

ٹکڑے خشک نہ ہوں گے۔ ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی
کی جاوے گی۔

حدیث ۲۸، مشکوٰۃ باب المساجد میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے ہے۔

عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا
فَوَجَدْتُ فِيْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ
الطَّرِيْقِ۔

ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور برے
بھی۔ ہم نے ان کے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے
سے ہٹا دی جائے۔

حدیث ۲۹، مسلم شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ
فُلَانٍ يَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا هٰهُنَا قَالَ فَمَا
مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے
اور اپنے دستِ مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے راوی نے فرمایا کہ
کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ
ہٹا۔

ف: کون کس جگہ مرے گا یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام

نے قبل از وقت بتائی ہے اور کب مرے گا یہ دوسری خبر ما فی الغد ہے جو علم خمسہ سے متعلق ہے مخالفین شرک سے تعبیر کرتے اور عوام کے سامنے "ان اللہ عندہ علم الساعۃ" پڑھتے پڑھتے نہیں تھکتے

حدیث نمبر ۱۳۰ ؛ صفوان بن اُمیّہ بن خلف اور عمیر بن وہب بن خلف اس کا چچا بھائی جنگ بدر کے بعد ایک دن مقام حجر میں عزیزوں کا جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تذکرہ کرنے لگے تو صفوان نے کہا کہ لوگوں کے شہید ہو جانے کے بعد اب زندگی کا لطف نہیں رہا۔ عمیر نے کہا سچ ہے مگر میں مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کو کچھ بھی نہیں ہے اور اپنے بعد عیال و اطفال کے برباد ہو جانے کا بھی ڈر ہے ورنہ میں خود جا کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالتا علاوہ اس کے مجھے اُن کے پاس جانے کا ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا وہاں قید ہے۔ صفوان نے یہ بات غنیمت سمجھی اور کہا کہ تیرے قرض کو تو میں ادا کردوں گا اور تیرے عیال کی بھی میں ہمیشہ خبر گیری کرتا رہوں گا۔ عمیر نے کہا کہ خبردار تو نے اس بات کا ذکر نہیں کرنا۔ پس اُس نے اپنی تلوار تیز کر کے زہر میں بجھائی اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر مسجد شریف کے دروازے پر اونٹ کو بٹھلایا اور وہ تلوار کو حائل کئے ہوئے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے دور سے دیکھ کر کہا کہ یہ کتا دشمن خدا و رسول ضرور کچھ بُرائی کرنے کے لئے ہی آیا ہے۔ فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں جا کر اُس کے آنے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ اُسے میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے تلوار لے لی اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پکڑ کر لے آئے۔ آپ نے اس کو دیکھ کر عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے اُس سے کہا کہ اے عمیر میرے قریب آجا۔ وہ آپ کے قریب آگیا۔ پھر آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیوں آیا ہے؟ اُس نے کہا کہ اپنے قیدی کے لئے آیا ہوں کہ اُس کے معاملہ میں آپ احسان

کیجئے آپ نے فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلا کہ تو نے تلوار گردن میں کیوں ڈال رکھی ہے؟ اُس نے کہا کہ تلوار کِس کام کی ہے (اس سے اُس کی یہ مراد تھی کہ جس کام کے لئے میں نے یہ تلوار باندھی تھی وہ کام تو پورا نہ ہو سکا یہ بات اُس نے حضرت سے کہی) آپ نے فرمایا کہ سچ سچ بیان کر کہ تو کس لئے آیا ہے اُس نے کہا کہ میں اسی کام کے لئے آیا ہوں جو میں نے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ تو نے اور صفوان نے مقام حجر میں بیٹھ کر گزشتگانِ بدر کا تذکرہ کیا اور تو نے کہا کہ اگر میں مقروض نہ ہوتا اور مجھے اپنے عیال کی ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تو میں جا کر فوراً محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالتا۔ اس پر صفوان تیرے قرض اور تیرے عیال کی خبر گیری کا متکفل اور ضامن ہوا اور اب تو میرے قتل کے لئے آیا ہے اُس نے ان راز و نیاز کی خفیہ باتوں کا پتہ سنتے ہی صدقِ دل سے پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی معبود لائق پرستش نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس بات کی خبر سوائے میرے اور صفوان کے کسی کو نہ تھی۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ پروردگارِ عالم نے ہی آپ کو اس راز کی خبر دی ہے خدائے تعالےٰ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کی باتیں سکھلاؤ۔ قرآن مجید پڑھاؤ اور نیز اس کے قیدی کو بھی چھوڑ دو (بیہقی وطبرانی)

فائدہ اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب دان تھے۔ اسی واسطے آپ نے ایک شخص کے دل کی بات بتلا دی کیا اب بھی کوئی شخص آنحضرت کے غیب دان ہونے میں شک کر سکتا ہے۔

۱۳۱ — عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا وَابِصَةُ جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ

وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهٗ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ۔

(رواہ احمد والدارمی)

یعنی دارمی میں وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے وابصہ تو پوچھتا ہے نیکی اور گناہ سے۔ میں نے کہا ہاں۔ حضور علیہ السلام نے بغیر وابصہ رضی اللہ عنہ کے بیان کرنے کے اُس کے دل کی بات ظاہر کر دی۔ راوی نے کہا پس حضرت نے اپنی انگلیاں جمع کیں اور انگلیوں سے میرے سینے کو مارا اور فرمایا کہ اپنے نفس (ذات) سے فتویٰ پوچھ اپنے دل سے فتویٰ پوچھ تین بار فرمایا۔ نیکی وہ چیز ہے کہ قرار پکڑے اور مائل ہو اس کی طرف جی اور آرام پکڑے اُس کی طرف دل اور گناہ وہ جیسے کہ دل میں چبھے اور سینہ میں شک و تردد کرے اگرچہ لوگ تجھ کو فتویٰ دیں۔

ف: اس حدیث صحیح سے صراحۃً ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں تھے کہ آپ نے ایک صحابی کے دل کی بات بتلا دی اس کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "فیض الغفور فی علم ما فی الصدور" میں ہے۔

حدیث ۲۳: زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کے راستے میں رات کے آخری حصہ میں قیام فرمایا اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ ہمیں نماز کے وقت جگا دیں لیکن بلال رضی اللہ عنہ نیند کے غلبہ کے باعث سو گئے اور باقی صحابی بھی حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا صحابہ

صبح بیدار ہو کر نماز کے فوت ہونے کے سبب سے گھبرا اُٹھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو یہ حکم فرمایا کہ سب لوگ سوار ہو کر اس جنگل سے دور چلے جائیں کیونکہ اس میں شیطان مسلط ہے پس اسی وقت صحابہ کرام وہاں سے چل پڑے حتیٰ کہ حضرت نے قیام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب لوگ وضو کریں اور بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نماز کے واسطے اذان اور تکبیر کہے چنانچہ اذان اور تکبیر کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی یعنی صبح کی قضا نماز باجماعت ادا کی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی غافل ہو کر نماز سے سو جائے یا نماز بھول جائے اُسے چاہیئے کہ اس کو ایسے ہی پڑھے جیسا کہ اس کو اُس کے وقت میں پڑھتا تھا۔

پھر حضرت صدیق اکبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ اَتٰى بِلَالًا وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُهَدِّئُهٗ كَمَا يُهَدَّءُ الصَّبِيُّ حَتّٰى نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الَّذِيْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(رواہ مالک مرسلاً فی المؤطا)

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ پس اُس کو تکیہ لگوایا پھر بڑی دیر تک اس کو تھپکتا رہا جیسے بچہ تھپکا جاتا ہے

حتیٰ کہ وہ گہری نیند سو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال
کو پکارا۔ بلال نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ویسی ہی خبر دی جیسی کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکر صدیق کو خبر دی تھی۔ ابوبکر صدیق
نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ اللہ کے رسول
ہیں۔

ف: اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو علم غیب تھا کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کے دل کی بات کو بغیر اس کے
بتلانے کے ظاہر فرمایا نیز اس روایت سے وہابیہ دیوبندیہ کا وہ اعتراض اٹھ گیا کہ آپ
کو علم ہوتا تو نماز کیوں قضا کر دی۔ اس کی مزید تحقیق و مجابات فقیر کی کتاب
فیض الغفور میں پڑھیے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں زہری رضی اللہ
حدیث ۱۳۴: تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
قریش کو خبر دی کہ کیڑے نے اس صحیفے کی عبارت کو اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا بالکل کھا لیا
جس میں قریش نے عہد لکھا تھا کہ بنی ہاشم کی عداوت پر مضبوط رہیں اور ان سے برادری چھوڑ
دیں چنانچہ جب قریش نے اس صحیفے کو دیکھا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے خبر دی تھی۔

تفصیل واقعہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد جب اسلام مکہ معظمہ
میں پھیلا اور بتوں کی مذمت برملا ہونے لگی تو کفار قریش کو بڑا صدمہ
ہوا اور مسلمانوں پر انہیں بڑا غصہ آیا تب انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا
ارادہ کیا اور اس بات پر ابوطالب اور دیگر بنی ہاشم راضی نہ ہوئے تب انہوں نے کہا۔ یا تو تم
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کر دو یا تم سب کے سب ہم سے علیحدہ ہو کر

گھاٹی میں جا رہو اور ہماری تمہاری برادری ختم، نہ ساتھ کھانا اور نہ ساتھ پینا اور نہ ہی ہم تم
کسی مجلس میں اکٹھے ہوں۔ الغرض ابوطالب اور بنی ہاشم نے اس بات کو قبول کر لیا اور
سب کے سب شعب میں جا بسے اور کفار قریش نے ایک عہد نامہ بعنوان قطع
برادری اور استحکام عداوت کا بنی ہاشم کے ساتھ لکھ کے کعبے میں لٹکا دیا اور یہاں تک
عداوت پر مستعد ہوئے کہ جو کوئی گاؤں کا آدمی غلہ یا کچھ چیز بیچنے کو لاتا اس کو بھی منع کر دیتے
کہ بنی ہاشم کے ہاتھ نہ بیچے۔ تین برس اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس
گھاٹی میں بسر کئے اور بڑی تکلیف اٹھائی اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس بات سے مطلع کیا کہ اس عہد نامے کو دیمک کھا گئی ہے جہاں کہیں اس
میں اللہ تعالیٰ کا نام تھا اس کو دیمک نے چھوڑ دیا ہے اور باقی سب کچھ کھا لیا ہے۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے ابوطالب کو مطلع کیا۔ ابوطالب قریش کے پاس گئے
اور ان سے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح خبر دی ہے تم اس عہد نامہ کو منگوا
کر دیکھو۔ اگر یہ بات جھوٹی ثابت ہوگی تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے حوالے کر دیں گے
اور اگر وہ سچے نکلے تو ہماری تکلیف دہی سے باز آ جانا اور ہمیں گھاٹی سے باہر نکلنے
دینا۔ چنانچہ انہوں نے وہ صحیفہ منگوا کر دیکھا تو واقعی جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا نام تھا وہ تو
قائم تھا اور باقی کو دیمک نے کھا لیا ہوا تھا۔ تب وہ نادم ہوئے اور بنی ہاشم سے کہا کہ تم گھاٹی
سے نکل آؤ۔

ف: اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب دان ہونا ثابت
ہوتا ہے کیونکہ آپ نے کرم خوردہ صحیفہ کی بن دیکھے خبر دی۔ جسے اس وقت کے مخالفین نے
دیدہ دانستہ محض بر بنائے ضد اور ہٹ دھرمی کے انکار کر دیا یعنی نبوت کے کمال
کا اقرار نہ کیا آج کے مخالفین ذرا سوچیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب
کے انکار سے کس کھاتہ میں پڑ رہے ہیں۔

حدیث ۳۴، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک انصاری کے جنازے پر تشریف لے گئے دفن سے فارغ ہونے کے بعد اُس انصاری کی بیوی نے آپ کو دعوت کی۔ آپ اُس گھر میں دعوت کھانے تشریف لے گئے کھانا سلیقہ کے ساتھ آپ کے سامنے چنا گیا۔ آپ نے کھانا شروع کر دیا ابھی ایک لقمہ بھی آپ نے منہ میں رکھا تھا اور نگلا نہیں تھا کہ فوراً تھوک دیا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے چنانچہ تحقیق کی گئی تو اُس عورت نے تمام قصہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میں نے ایک آدمی کو نقیع میں جہاں بکریاں چرتی ہیں بکری خریدنے کو بھیجا تھا لیکن وہاں سے دستیاب نہ ہوئی تو پھر میں نے اپنے ایک ہمسائے کے پاس آدمی بھیجا جس کے پاس ایک بکری تھی کہ وہ مجھے بکری قیمتاً دیدے چونکہ وہ گھر میں موجود نہ تھا اس لئے میں نے اُس کی بیوی کو کہلا بھیجا۔ اُس نے وہ بکری اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر مجھے دیدی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (بیہقی فی الدلائل)

ف: غور کیجئے بکری ذبح ہوگئی اس کا گوشت پک گیا اس کے بعد بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے محض چکھتے ہی فرمایا کہ یہ گوشت ہمارے لائق نہیں یہ ایک ایسا امر ہے جو خصوصیت سے غیب سے متعلق ہے۔ ہاں قیدیوں کے لئے اس لئے جائز ہوا کہ وہ کافر تھے اور چونکہ مال حرام تھا اسی لئے بجائے حرام رقت کا مصداق بنا۔

حدیث ۳۵، عَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِنْ اَصْحَابِهِ مَعَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَّمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ هٰذِهٖ فِيْ يَدِيْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ

(الحدیث رواہ الدارمی وابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق ایک یہودی عورت نے اہل خیبر میں سے بھُنی ہوئی بکری میں زہر ملایا پھر اُسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تحفہ لائی پس آپ نے دست میں لیا اور اُس میں سے کھایا اور صحابہ نے آپ کے ساتھ کھایا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو اور ایک آدمی کو یہودیہ کی طرف بھیجا اس کو بلایا وہ حاضر ہوئی آپ نے فرمایا کہ تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے یہودیہ نے کہا کہ تم کو کس نے خبر دی آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اُس نے خبر دی کہ میرے ہاتھ میں ہے فرمایا یہ اشارہ کر کے دست کیطرف یہودیہ نے یہ کہا کہ ہاں میں نے اس میں زہر ملایا ہے۔

ف: اس حدیث صحیح سے صاف ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب دان تھے کیونکہ آپ نے مجلس دعوت میں علانیہ طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے جو بعد تحقیق کرنے کے صحیح ثابت ہوا کیا یہ غیب نہیں ہے تو اور کیا ہے لیکن ؎

دیدۂ کور کو نہ آئے نظر تو کیا دیکھے

حدیث ۳۶،

عَنْ سَعْدِ بْنِ الْاَطْوَلِ قَالَ قَالَ مَاتَ اَخِيْ وَتَرَكَ ثَلٰثَ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَتَرَكَ وَلَدًا صِغَارًا فَاَرَدْتُ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ أَخَاكَ مَحْبُوسٌ بِدَيْنِهِ فَاقْضِ عَنْهُ فَذَهَبْتُ قَالَ قَضَيْتُ عَنْهُ وَلَمْ تَبْقَ إِلَّا امْرَأَةٌ تَدَّعِي دِينَارَيْنِ وَلَيْسَتْ لَهَا بَيِّنَةٌ قَالَ أَعْطِهَا فَإِنَّهَا صَادِقَةٌ ۔

(رواہ احمد)

حضرت سعد بن اطول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میرا بھائی مر گیا اور وہ تین سو دینار اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا میں نے یہ چاہا کہ ان پر خرچ کروں (یعنی اس کا قرض ادا نہ کروں) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تیرا بھائی قرض کے بدلے قید کیا گیا ہے (یعنی عالم برزخ میں قید ہے کہ وہاں کی نعمتوں اور صالحین کے پاس نہیں پہنچ سکتا، اس کی طرف سے ادا کر سعد نے کہا کہ میں نے اس کی طرف سے قرض ادا کیا اور نہیں باقی رہی مگر ایک عورت کہ دعویٰ کرتی ہے دو دینار کا اور اس کا کوئی گواہ نہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو دے دے کہ وہ بالتحقیق سچی ہے ۔

اس حدیث کے آخری جملے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ عورت جس نے تیرے بھائی سے دو دینار قرضہ لینا ہے اور جس کا کوئی گواہ موجود نہیں ہے اس کو ضرور دے دے کیونکہ وہ سچی ہے ۔

دیکھئے آپ نے بغیر چشم دید شہادت کے محض غیب دانی سے اس کی تصدیق کی ۔

حدیث ۳۷ ، عَنْ شَبِيبِ بْنِ أَبِي رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى

صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ الرُّومَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ وَإِنَّمَا يُلَبِّسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أُولٰئِكَ ،

(رواہ النسائی و مشکوٰۃ کتاب الطہارت)

یعنی نسائی شریف میں شبیب بن ابی روح سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی کہ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورۂ روم کو پڑھا تو آپ کو متشابہ ہوا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھا وضو نہیں کرتے سوائے اس کے نہیں کہ یہ لوگ قرأت قرآن مجید میں ہم پر اشتباہ ڈالتے ہیں ۔

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کیونکہ جب آپ کو قرأت میں متشابہ ہوا تو آپ کو فوراً اس کا سبب معلوم ہو گیا کہ کسی مقتدی نے وضو کرنے میں کوئی سنت ترک کی ہے چنانچہ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر یہ ارشاد فرمایا ۔

حدیث ۳۸ ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوجہل کی مٹھی کی چیز کو بلا دیکھے بر سر اجلاس غیب دانی سے بتلا دیا چنانچہ اس قصہ کو مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ مثنوی معنوی میں یوں ارقام فرماتے ہیں ۔

سنگہا اندر کف بوجہل بود — گفت اے احمد بگو ایں چیست زود

گر رسولی چیست در مشتم نہاں — چوں خبر داری ز راز آسمان

یعنی ایک دن ابوجہل چند کنکریاں ہاتھ میں لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جلدی سے بتلایئے کہ میری مٹھی میں کیا چیز ہے اگر تم نبی ہو جبکہ آپ آسمان کی خبر رکھتے ہیں۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے جواب دیا اور کیا خوب جواب دیا ؎

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست / یا بگوید آنکہ ما حقیم و راست

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں یہ بتادوں کہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے یا یہ کہ وہ چیز جو تیرے ہاتھ میں ہے مجھ کو بتلا دے کہ میں نبی اور رسول ہوں۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ ابوجہل متعجب ہو کر یوں بول اٹھا ؎

گفت بوجہل ایں دوم نادر تراست / گفت آرے حق ازاں قادر تراست

یعنی ابوجہل نے کہا کہ یہ دوسری بات تو بڑی ہی عجیب بات ہے یعنی اگر یہ ہو جائے تو اور بھی خوب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے مولائے کریم کو اس سے بھی زیادہ قدرت اور طاقت ہے۔

پھر مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی غیب دانی کا ثبوت یوں علانیہ بتلاتے ہیں ؎

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست / بشنو از ہر یک تو تسبیحِ درست

یعنی پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اول تو یہ کہ تیرے ہاتھ میں چھ سنگریزے (کنکر) ہیں اور دوسری بات کے لئے کان لگا کر سن کہ ان میں سے ہر ایک کیا کیا تسبیح پڑھتا ہے۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ جونہی اس بدبخت نے کان لگا کر سنا تو یوں آواز آئی ؎

از میانِ مشتِ او ہر پارہ سنگ / در شہادت گفتن آمد بے درنگ

لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت / گوہرِ احمد رسول اللہ سفت

یعنی اس کی مٹھی میں سے ہر ایک سنگریزے نے بلا توقف کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے تھے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ موتی کی طرح پروتے تھے۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ اس ازلی بدبخت نے جونہی یہ کلمات سنے تو اس نے بجائے کلمہ شہادت پڑھنے کے یہ کہا ؎

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں / زد زخشم آں سنگہا را بر زمیں

گفت نبود مثلِ تو ساحر دگر / ساحراں را سرورئی و تاجِ سر

یعنی جب ابوجہل نے سنگریزوں سے کلمہ شہادت کی آواز سنی تو غصہ میں آکر ان سنگریزوں کو زمین پر مارا اور کہنے لگا کہ تیرے جیسا اور تیری مانند دنیا میں کوئی ساحر نہ ہوگا۔ تو ساحروں کا سردار اور سرتاج ہے (نعوذ باللہ)

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خاک بر فرقش کہ بد کور و لعین / چشمِ او ابلیس آمد خاک بیں

یعنی اس ابوجہل کے سر پر خاک پڑے کہ اندھا اور ملعون تھا اس کی نگاہ ابلیس کی طرح خاک بیں تھی کہ اس نے آدم علیہ السلام کے مادہ طین کو تو دیکھا مگر ان کے کمالات کو تکبر کے باعث نہ دیکھا اسی طرح ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری بشریت کو دیکھا مگر آپ کے کمالاتِ نبوت کو تکبر کی وجہ سے نہ دیکھا۔

پھر مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت | رفت در خشم و بسوئے خانہ رفت
رہ گرفت و رفت از پیش رسول | او فتاد اندر چہ آں زشت جہول
معجزہ را دید و شد بدبخت و زفت | سوئے کفر و زندقہ ہم تیز رفت

یعنی ابوجہل نے جب آپ کا یہ معجزہ دیکھا تو غصہ سے بھرا ہوا گھر کی طرف چلا آیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے چلتا بنا اور وہ بڑا جاہل چاہ ضلالت میں جا گرا دیکھا بڑا معجزہ دیکھ کر اور زیادہ بدبخت اور سخت ہو گیا کفر اور بے دینی کی طرف اور زیادہ تیز چلنے لگا۔

اس معجزہ پر فقیر نے بہت بڑی اچھی تحقیق لکھی ہے اگر مزید تحقیق مطلوب ہو تو فقیر کی کتاب "تشریح تقریریں" اور "شرح مثنوی مسمی بہ صدائے نو" مصنف فقیر اویسی پڑھیے۔

۳۹ - عن جابر قال افاض النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جمع وعلیہ السکینۃ وامرھم بالسکینۃ واوضع فی وادی محسر وامرھم ان یرموا بمثل حصی الخذف وقال لعلی لا اراکم بعد عامی ھذا

(رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ فی کتاب المناسک)

یعنی ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے چلے اور انہی تسکین چلنے میں اور لوگوں کو آہستہ چلنے کا حکم کیا اور اپنی اونٹنی کو میدان محسر میں جلدی چلانا اور لوگوں کو حکم کیا یہ کہ ماریں مانند کنکریوں خذف کے یعنے چنے چنے برابر

اور آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ شائد میں تم کو اس برس کے بعد نہ دیکھوں گا (یعنی میرا وصال ہو جائے گا) چنانچہ آئندہ سال آپ کا وصال ہو گیا۔

(مظاہر حق)

اس حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں ہیں کیونکہ آپ نے اپنے وصال کی اطلاع پہلے ہی سے دیدی اور یہ بھی "علم ما فی الغد" میں سے ہے جو علوم خمس میں سے ایک ہے جسے مخالفین شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

حدیث ۴۰

عن ابی ھریرۃ قال شھدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنینا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل ممن معہ یدعی الاسلام ھذا من اھل النار فلما حضر القتال قاتل الرجل اشد القتال وکثرت بہ الجراح فجاء رجل فقال یا رسول اللہ ارایت الذی تحدثت انہ من اھل النار قد قاتل فی سبیل اللہ من اشد القتال فکثرت بہ الجراح فقال اما انہ من اھل النار فکاد بعض الناس یرتاب فبینما ھو علی ذالک اذ وجد الرجل الم الجراح فاھوی بیدہ الی کنانتہ فانتزع سھما فانتحر بھا فاشتد رجال من المسلمین الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ صدق اللہ حدیثک قد انتحر فلان وقتل نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر

اَشْهَدُ اَنِّی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُهٗ یَا بِلَالُ فَاَذِّنْ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

(رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کہا ہم حاضر ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں میں سے ایک شخص کے حق میں جو آپ کے ہمراہ تھے باوجودیکہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتا تھا کہ یہ شخص دوزخی ہے جب جنگ کا وقت آیا تو وہ شخص کافروں سے بڑا سخت لڑا اور اس کو بہت سخت زخم لگے۔ ایک شخص آیا متعجب ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو اُس شخص کی حقیقتِ حال کی خبر دو کہ آپ فرماتے ہیں وہ دوزخیوں میں سے ہے تحقیق وہ راہِ خدا میں بڑا سخت لڑا ہے اس کو بہت زخم آئے ہیں (یعنی اس کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ بہشتی ہے) آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ پس قریب تھے بعض لوگ کہ آپ کی خبر کی تصدیق میں شک کریں کہ باوجود اُس کی اس جدوجہد کے لڑنے میں کیونکر فرماتے ہیں کہ وہ دوزخی ہے پس اُس اثنا میں کہ وہ اس حال پر تھا ناگہاں اُس کے زخموں کا درد پایا تو اُس نے اپنی ترکش کی طرف اپنے ہاتھ سے قصد کیا اور تیر کو کھینچکر اُس سے اپنا سینہ کاٹا (ایک روایت میں ہے کہ اُس نے تلوار سے کاٹا) اُسی وقت کئی ایک مسلمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی بات کو اللہ تعالےٰ نے سچا کیا تو

آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے تحقیق فلاں نے اپنا سینہ کاٹا اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ بہت بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں بندۂ خدا ہوں اور اُس کا رسول۔ اے بلال اُٹھ اور لوگوں کو اس بات کی اطلاع کر دے کہ بہشت میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہ ہوگا اور تحقیق اللہ تعالےٰ اس دین کو قوی کرتا ہے بسبب فاجر اور جہاد اور قتال اُس کے کے۔

اس حدیث صحیح سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب دان ہیں چنانچہ اسی واسطے آپ نے کھلم کھلا فرما دیا کہ فلاں مسلمان دوزخی ہے اور اس کی وجہ بھی بتلا دی اور اسے بھی مافی الغد سے تعلق ہے جو علوم خمس سے متعلق ہے جس کے متعلق مخالفین شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

حدیث (۴۱)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَکْتُبُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَقْبَلُهٗ فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ اَتَی الْاَرْضَ الَّتِیْ مَاتَ فِیْهَا فَوَجَدَهٗ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَا شَاْنُ هٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ

(متفق علیہ)

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے

وحی لکھتا تھا وہ مرتد ہو گیا اور اسلام سے پھر گیا اور مشرکوں کے ساتھ جا ملا، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق زمین اس کو قبول نہیں کریگی۔ انس نے کہا کہ مجھ کو ابو طلحہ نے کہ انس کی ماں کے خاوند تھے یہ خبر دی کہ ابو طلحہ اس زمین میں آئے جہاں وہ شخص مرا تھا اور دفن ہوا تھا ابو طلحہ نے اس کو قبر سے باہر پڑا ہوا پایا۔ ابو طلحہ نے پوچھا کہ اس شخص کا کیا حال ہے کہ قبر سے باہر پڑا ہوا ہے لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو کئی بار دفن کیا مگر زمین نے اس کو قبول نہیں کیا۔

اس حدیث صحیح سے نمایاں طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب داں ہیں کیونکہ آپ نے علانیہ طور پر فرما دیا کہ فلاں مرتد قبر میں نہیں رہنے پائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کیا یہ غیب کی خبر نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر انکار کیوں معلوم ہوتا ہے کہ منکرین کے دل میں ہے کالا کالا۔

حدیث ۳۲:

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیْ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَاَتَیْنَا وَادِیَ الْقُرٰی عَلٰی حَدِیْقَةٍ لِامْرَاَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُخْرُصُوْهَا فَخَرَصْنَاهَا وَخَرَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ وَقَالَ اَحْصِیْهَا حَتّٰی نَرْجِعَ اِلَیْكِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَانْطَلَقْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا تَبُوْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَتَهُبُّ عَلَیْكُمُ اللَّیْلَةَ رِیْحٌ شَدِیْدَةٌ فَلَا یَقُمْ فِیْهَا اَحَدٌ فَمَنْ كَانَ لَهٗ بَعِیْرٌ فَلْیَشُدَّ عِقَالَهٗ

فَهَبَّتْ رِیْحٌ شَدِیْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْهُ الرِّیْحُ حَتّٰی اَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَیٍّ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰی بَلَغْنَا وَادِیَ الْقُرٰی فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ عَنْ حَدِیْقَتِهَا كَمْ بَلَغَ ثَمَرُهَا فَقَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ

(متفق علیہ)

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں ابو حمید ساعدی سے روایت ہے کہ کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے غزوہ تبوک میں نکلے۔ ہم وادی قریٰ میں آئے اور ایک باغیچہ پر گذرے جو ایک عورت کا تھا پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے درختوں کے میووں کا اندازہ کرو کہ کس قدر ہے پس ہم نے اس کا اندازہ کیا مختلف جیسا کہ کسی کے قیاس میں آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو دس وسق اندازہ کیا اور حضرت نے اس عورت کو فرمایا کہ اس کے وسقوں کی گنتی یاد رکھنا جس وقت کہ تو اس کو وزن کرے یہاں تک کہ ہم تیری طرف اس سفر سے پھر کر آئیں اگر چاہے اللہ تعالیٰ اور ہم چلے یہاں تک کہ ہم تبوک میں پہنچے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ آج کی رات تم پر سخت ہوا چلے پس کوئی نہ کھڑا ہووے اس میں۔ اس لئے کہ اس کو ضرر پہنچے گا اور جس کسی کا اونٹ ہو اُسے چاہئے کہ اس کا پاؤں بند محفوظ باندھے پس سخت ہوا چلی۔ ایک شخص کھڑا ہوا اُس کو ہوا نے اٹھایا یہاں تک کہ اس کو طے کے دونوں پہاڑوں میں پھینک دیا پھر ہم مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ ہم وادی

قریب ہیں آتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اُس
کے باغ کا حال پوچھا کہ اس کا میوہ کتنا ہوا۔ اُس عورت نے کہا کہ دس
وسق کو پہنچا۔

اس حدیث صحیح سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب دان
ہونا صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے درختوں میں لگے ہوئے میووں کا وزن صحیح صحیح بتلا دیا۔
چنانچہ جب ان کو درختوں پر سے اُتار کر تولا گیا تو واقعی اُتنا ہی وزن نکلا جتنا کہ آپ نے
ارشاد فرمایا تھا کیا اب بھی کوئی شخص آپ کے غیب دان ہونے کا انکار کریگا ہاں سنجیدہ
انسان کو تو انکار نہ ہوگا لیکن ضدی کا علاج نہ ہمارے پاس ہے اور نہ قدرت نے ایسے کا
علاج بنایا ہے کیونکہ ایسے لوگ ازل کے بدبخت ہوتے ہیں جنکی قسمت کے تالے بند
ہوتے ہیں جنہیں کوئی نہیں کھول سکتا۔

حدیث ۴۳:

عَنْ اُنَیْسَۃَ بِنْتِ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنْ اَبِیْھَا اَنَّ النَّبِیَّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی زَیْدٍ یَّعُوْدُہٗ مِنْ
مَرَضٍ کَانَ بِہٖ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْ مَّرَضِکَ بَاْسٌ
وَلٰکِنْ کَیْفَ لَکَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِیْ فَعَمِیْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ
وَاَصْبِرُ قَالَ اِذًا تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ قَالَ فَعَمِیَ
بَعْدَ مَا مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰہُ
عَلَیْہِ بَصَرَہٗ ثُمَّ مَاتَ

(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

یعنی بیہقی نے دلائل النبوت میں زید بن ارقم کی بیٹی انیسہ

رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتی
ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
کے پاس تشریف لائے اس حالت میں کہ اُس کی عیادت کرتے تھے
بسبب بیماری کے آپ نے فرمایا کہ تجھ پر تیری بیماری کے سبب سے
ڈر نہیں لیکن تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تیری عمر میرے پیچھے دراز
ہوگی پس تو اندھا ہو جائے گا زید نے کہا کہ میں حکم رب پر صبر کروں گا۔
آپ نے فرمایا کہ اب تو بہشت میں بلا حساب داخل ہوگا راوی نے کہا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زید رضی اللہ عنہ کی
بینائی جاتی رہی پھر اللہ تعالےٰ نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بینائی عطا
فرمائی۔ پھر وہ انتقال کر گئے۔

ف: اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب جاننا صراحۃً
ثابت ہوا کیونکہ آپ نے ایک صحابی کو کھلم کھلا فرمایا کہ تو اندھا ہو جائے گا چنانچہ وہ
کچھ عرصے کے بعد نابینا ہو گئے۔ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث ۴۴:

عَنْ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما قال حدثتنی اُمُّ الْفَضْلِ
قَالَتْ مَرَرْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّکِ
حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِ فَاْتِیْنِیْ بِہٖ قَالَتْ فَلَمَّا
وَلَدْتُہٗ اَتَیْتُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَذَّنَ فِیْ
اُذُنِہِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُسْرٰی وَاَلْبَاَہٗ مِنْ رِیْقِہٖ
وَسَمَّاہُ عَبْدَ اللّٰہِ وَقَالَ اِذْھَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَاءِ

فَأَخْبَرْتُ الْعَبَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا لَبَّاسًا فَلَبِسَ ثِيَابَهُ ثُمَّ أَتَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَصُرَ بِهِ قَامَ فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَيْءٌ أَخْبَرَتْنِيْ بِهِ أُمُّ الْفَضْلِ قَالَ هُوَ مَا أَخْبَرَتْكَ هٰذَا أَبُو الْخُلَفَاءِ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُمْ مَنْ يُصَلِّيْ بِعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ص۲۰ ج۳ وکذا فی تاریخ الخلفاء ص۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حدیث بیان کی ام الفضل نے (اسمہا لبابہ بنت الحارث الہلالیۃ امرأۃ العباس بن عبد المطلب) کہا ام الفضل نے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذری تو آپ نے فرمایا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو جنے تو لڑکا میرے پاس لانا تو ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا تو جب میں نے اس کو جنا تو اس مولود کو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں لائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے دائیں کان میں اذان فرمائی اور دائنے کان میں اقامت اور اپنی تھوک مبارک اس کو چبایا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ ابو الخلفاء کو لے جا تو میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی اور آپ ستھرا لباس رکھنے والے تھے آپ نے فوراً لباس بدلا پھر دربارِ رسالت میں تشریف لائے جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کھڑے ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے میری ماں سے کیا فرمایا جو مجھے اب خبر دیتی ہیں آپ نے فرمایا میں نے خبر دی کہ تیرے پیٹ میں ابو الخلفاء ہے اور اسی سے سفاح پیدا ہوگا اور مہدی بھی جو عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرے گا۔

ف: یہ حدیث پاک بھی منجملہ ان علوم خمسہ سے ہے جسے مخالفین شرک سے تعبیر کرتے ہیں یہاں صرف ابو الخلفاء حضرت ابن عباس کی ولادت کی خبر نہیں بلکہ قیامت تک جملہ اولاد عباس کی اجمالی فہرست بیان فرمادی اگرچہ تفصیل بھی اس سے اوجھل نہ تھی۔ فقیر نے "نور الہدیٰ فی علوم ماذا تکسب غداً" ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے اسے ضرور پڑھیئے۔

ویسے علم غیب کی چند روایات لکھی گئی ہیں تاکہ کتاب طویل نہ ہو تفصیل "علم الغیب فی الاحادیث" میں ہے۔

باب چہارم

اقوال علمائے اسلام

قرآن وحدیث کے استدلال کے بعد اب ہم ان علمائے اسلام کے اقوال پیش کرتے ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور صحیح معنیٰ وارث دین مبین ہیں جن کے ذریعے ہمیں اسلام حاصل ہوا۔ ان کے عقائد کے ساتھ ہمارا عقیدہ وطریقہ ملتا ہے تو مبارک ورنہ یقین مانیے کہ ابلیس سے کڑی ملی ہوئی ہے۔ تفصیل ہم نے اپنے رسالہ زواھر الجنان میں لکھی ہے۔ اس کا عرفی نام علم رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مہکتے پھول ہے۔ اس سے چند حوالہ جات حاضر ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

(۱) علامہ خرپوتی از قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ سے نقل کرکے اپنی شرح قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں کہ۔

خَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْاِطْلَاعِ عَلٰی جَمِيْعِ مَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ وَمَصَالِحِ اُمَّتِهٖ وَكَانَ فِی الْاُمَمِ وَمَاسَيَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِهٖ مِنَ النَّقِيْرِ وَالْقِطْمِيْرِ وَعَلٰی جَمِيْعِ فُنُوْنِ الْمَعَارِفِ كَاَحْوَالِ الْقَلْبِ وَالْفَرَائِضِ وَالْعِبَادَةِ وَالْحِسَابِ۔

اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا تمام دینی ودنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرماکر اور اپنی امت کی مصلحت اور گذشتہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمادیا اور تمامی معرفت کے فنون پر مطلع فرمادیا جیسے دل کے حالات، فرائض عبادات اور علم حساب۔

(۲) امام محمد ابن حاج مکی مدخل صہ ۲۱۵ ج ا اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ صہ مع شرح زرقانی صہ ۲۲۵ اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالےٰ اجمعین فرماتے ہیں۔

لا فرق بين موته وحياته صلے اللہ تعالیٰ عليه وسلم في مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذالك عنده جلي لاخفاء به

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیتوں ان کے ارادوں ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا پوشیدگی نہیں۔

(۳) امام رحمۃ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط علی قاری مکی کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں۔

انه صلے اللہ تعالیٰ عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك اي بجميع احوالك وافعالك وارتحالك ومقامك۔

بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔

(۴) علامہ حسن نیشاپوری رحمہ اللہ تعالےٰ تفسیر غرائب الفرقان میں آیۃ کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

قل لا اقول لكم لم يقل ليس عندي خزائن الله ليعلم ان خزائن الله وهي العلم بحقائق الاشياء وماهياتها عنده

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکنہ یکلم الناس علی قدر عقولہم ولا اعلم الغیب ای لا اقول لکم ھذا مع انہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمت ما کان وما سیکون

یعنی اللہ عز وجل نے حکم دیا کہ اے نبی فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں بیان فرماتے ہیں اور وہ خزانے تمام چیزوں کی حقیقت و ماہیت کا علم ہے پھر فرمایا اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے ورنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو گذرا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مجھے ملا۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے

قام فینا النبی صلے اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم

(ایک بار سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا)

(۷) امام اجل محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

الواحد بجمیع المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا وفی ایراد ذالک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ

تعالٰے علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرمائے اور اس سب بیان کا ایک مجلس میں فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے

(۹) امام حافظ الحدیث عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔

دل ذالک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذالک الاخبار عن المبدء والمعاش والمعاد وفی تیسیر ذالک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک اوٹھائی جائے گی سب بیان فرمائے تو یہ بیان اقدس شروع آفرینش اور دنیا و حشر سب کو محیط تھا اور یہ سب کا ایک مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

(۱۰) امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ طیبی رحمہ اللہ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای اخبرنا مبتدئا من بدء الخلق حتی انتھی الی دخول اھل الجنۃ الجنۃ دل ذالک علی انہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اخبر بجمیع

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت پیدا ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک پھر زندہ کیجائے گی سب

احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تنفنی الی ان تبعث وھذا من خوارق العادات ففیہ تیسیر القول الکثیر فی الزمن القلیل

بیان فرمادیے اور یہ معجزہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کے لئے اتنا کثیر کلام اتنے قلیل زمانے میں آسان فرمادیا۔

(۱۱) علامہ علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس طرح فرمایا۔ ان کی یہی عبارت اور دیگر عبارات سوال وجواب میں لکھی ہیں۔

ف: ان شارحین رحمہم اللہ کے اقوال کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ

صلے بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلے ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلے ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا واحفظنا

ایک دن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز صبح پڑھاکر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا اُتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا اس دن حضور نے ماکان ومایکون بتادیا ہم میں زیادہ علم اُسے ہے جسے زیادہ یاد رہا

(۱۲) امام محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ ؎

فان من جودک الدنیا وضرتھا | ومن علومک علم اللوح والقلم

ترجمہ: یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح

وقلم کا علم (جس میں تمام ماکان ومایکون ہے) حضور کے علم سے ایک ٹکڑہ ہے۔

(۱۳) حضرت علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

علمھما انما یکون سطرا من سطور علمہ ثم مع ھذا من برکۃ وجودہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

لوح وقلم کا تمام علم (جس میں ماکان ومایکون سب بالتفصیل مندرج ہے) حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دفتر علم سے ایک سطر ہے پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے ہے۔

(۱۴) ام القریٰ شریف میں فرمایا۔

وسع العالمین علماء

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علم تمام جہان کو محیط ہے۔

(۱۵) امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لان اللہ تعالٰی اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والآخرین ماکان ومایکون

اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی تو اولین وآخرین ماکان و مایکون سب کا علم حضور کو حاصل ہوا۔

(۱۶/۱۷) امام زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ شرح مہذب اور علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

انہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما علم آدم الاسماء

اللہ عزوجل کی جتنی مخلوق ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیام قیامت تک سب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر پیش کی گئی تو حضور نے سب کو پہچان لیا جسطرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

(۱۸) مدارج شریف میں ہے۔

ہر چہ در دنیا ست از زمان آدم تا اوان نفخہ اولے بروے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد

(۱۹) نیز فرماتے ہیں۔

قدس سرہٗ ھو بکل شیئ علیم و وی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا ست بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اتمہا و اکملہا۔

(۲۰) تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ ھذا الاستثناء راجع الی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان قیل من ذالذی یشفع عندہ یوم القیمۃ الا عبدہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعلم محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما بین ایدیھم من اولیات الامر قبل خلق الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ

کون ہے جو اللہ عزوجل کے حضور شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ یہ استثناء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے گویا ارشاد ہوتا ہے کون ہے کہ قیامت میں اس کے حضور شفاعت کرے سوا اس کے بندے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے۔ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جانتے ہیں جو کچھ ان کے آگے ہے

ان ابتدائی باتوں سے جو پیدائشِ مخلوقات سے بھی پہلے تھیں اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

ف: احوال قیامت پر مفصل اور نہایت عجیب و غریب امور فقیر کی کتاب نور الہدیٰ فی علوم ماذا تکسب غدا عرف "کل کیا ہوگا" پڑھیئے۔

(۲۱) تفسیر روح البیان میں ہے

ما انت بنعمۃ ربک بمجنون بمستور عما کان من الازل و ما سیکون الی الابد لان الجن ھو الستر بل انت عالم بما کان خبیر بما سیکون

یعنی رب عزوجل اپنے حبیب اکرم سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ روزِ ازل سے جو کچھ ہوا اور روزِ آخر تک جو کچھ ہوگا تمہارے رب کے فضل سے تم پر کچھ پوشیدہ نہیں تم تمام ماکان و ما یکون کے عالم اور خبیر ہو۔

ان مفسرین و محدثین کے اقوال کی تصدیق و تائید قرآن کی آیات اور احادیث کی تصریحات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ قرآن عظیم نے صاف فرمایا۔

نزلنا علیک الکتاب تبیانا کل شیئ

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا ہر شے کا روشن بیان کرنے کو

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا،

علمت ما بین المشرق والمغرب علمت ما فی السموات والارض تجلی لی کل شیئ و عرفت

میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور مجھ پر ہر شے روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

(۲۲) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال بدونیک شمارا واخلاق ونفاق شمارا، لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل است۔

کہ حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے۔ پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو، تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شریع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی صـ ۶۳۶ ج ۱)

(۲۳) حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

با چندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقیست و بر اعمال امت حاضر وناظر است

اس اختلاف و کثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے زندہ ہیں دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

(حاشیہ اخبار الاخیار صـ)

ف : حضرت شاہ عبدالحق اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما وہ مسلّم ہستیاں ہیں جن کی ہر بات واجب التسلیم ہے، اہل علم وفضل ان حضرات کے علم وفضل زہد وتقویٰ کو خوب جانتے ہیں ان حضرات کا یہ فرمانا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے ہر چیز کا علم رکھتے ہیں تو پھر انکار کیوں۔

(۲۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں شیخ ابوالرضا رحمۃ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

"کہ اگر ایک چیونٹی تحت الثریٰ میں ہو اور اس کے دل میں سو خیالات ہوں تو میں ان میں سے تازے خیالات کو جانتا ہوں۔"

ف : جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء و اولیاء کے علم ما فی الصدور کا یہ حال ہے تو آقائے کائنات امام الانبیاء والاولیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

(۲۵) ملا علی قاری رحمۃ اللہ تلقیح تمر کے جواب دیتے ہوئے شرح شفا میں لکھتے ہیں۔

خصه من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ای ما یتم به اصلاح الامور الدنیویة والاخرویة واستشکل بانه صلی الله علیه وسلم وجد الانصار یلقحون النخل فقال لو ترکتموه فترکوه فلم یخرج شیئاً واخرج شیصا فقال انتم اعلم بامر دنیاکم واجیب بانه انما کان ظناً منه لا وحیا قال الشیخ السید محمد السنوسی اراد ان یحملهم علی خرق العوائد فی ذالك الی باب التوکل وما هنالك فلم یمتثلوا فقال انتم اعرف بدنیاکم ولو امتثلوا وتحملوا فی سنة وسنتین لکفوا

امر هذه المحنة۔

یعنے ماتن نے یہ کہا کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو اطلاع جمیع مصالح دنیا و دین کے ساتھ خاص کیا۔ شارح نے ایک اشکال
تلقیح تمر کا پیش کر کے جواب اس کا شیخ سنوسی سے نقل کیا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے خرق و خلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے کا اور
باب توکل کی طرف منتہی ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے فرمانبرداری نہ
کی اور جلدی کی تو آپ نے فرمایا کہ اپنے دنیا کے کام کو تم بخوبی جانتے ہو
اگر وہ سال دو سال تلقیح نہ کرتے اور ترک تلقیح میں آپ کی پیروی کرتے تو
اس محنت تلقیح سے چھوٹ جاتے اس کے بعد شارح فرماتے ہیں وھو فی
غایۃ اللطافۃ اور یہ جواب نہایت ہی بلیغ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ
علیہ نے اس جواب کو نہایت پسند کیا۔

اس کے علاوہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح شفاء جلد دوم میں
ارقام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

کہ تلقیح تمر سے جو آپ نے منع فرمایا تھا اس میں آپ مصیب تھے یعنی
آپ سے غلطی نہیں بلکہ صحابہ کرام نے جلدی کی۔ اگر سال دو سال نقصان
تمر پر صبر کرتے تو پھل بکثرت پاتے۔

تلقیح تمر کی تحقیق اور مزید جوابات فقیر نے علم غیب احادیث رسول میں
لکھ دیے ہیں۔

(۲۶) امام شعرانی رحمہ اللہ نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ

العارف من جعل اللہ تعالےٰ فی قلبه لوحاً منقوشاً
باسرار الموجودات فلا تتحرک حرکۃ ظاهرۃ ولا باطنۃ
فی الملک والملکوت الا ویشهدها علماً وکشفاً

ترجمہ: عارف وہ ہے جسکے قلب میں اللہ تعالےٰ نے ایک لوح رکھی ہے
جس میں جملہ موجودات کے تمام اسرار منقوش ملک و ملکوت میں ظاہری
و باطنی کوئی حرکت نہیں ہوتی جسے وہ اپنے علم و کشف سے نہ دیکھتا ہو۔

(۲۷) یہی امام شعرانی قدس سرہٗ الجواہر والدرر میں فرماتے ہیں۔

الکامل قلبه مرآۃ الوجود العلوی والسفلی کله علی التفصیل
کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ اتم تفصیلی ہے۔

(۲۸) حضرت شیخ علامہ عبد العزیز دباغ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ

وَاَقْوَی الْاَرْوَاحِ فِیْ ذَالِکَ رُوْحُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَاِنَّہَا لَمْ یُحْجَبْ عَنْہَا شَیْءٌ مِنَ الْعَالَمِ فَہِیَ مُطَّلِعَۃٌ عَلٰی
عَرْشِہٖ وَعُلُوِّہٖ وَسُفْلِہٖ وَدُنْیَاہُ وَاٰخِرَتِہٖ وَنَارِہٖ وَجَنَّتِہٖ
لِاَنَّ جَمِیْعَ ذَالِکَ خُلِقَ لِاَجْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَتَمْیِیْزُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَارِقٌ لِہٰذِہِ الْعَوَالِمِ بِاَسْرِہَا
فَعِنْدَہٗ تَمْیِیْزٌ فِیْ اَجْرَامِ السَّمٰوٰتِ مِنْ اَیْنَ خُلِقَتْ وَ
مَتٰی خُلِقَتْ وَلِمَ خُلِقَتْ وَاِلٰی اَیْنَ تَصِیْرُ فِیْ جِرْمِ کُلِّ
سَمَاءٍ وَعِنْدَہٗ تَمْیِیْزٌ فِیْ مَلٰئِکَۃِ کُلِّ سَمَاءٍ وَ
اَیْنَ خُلِقُوْا وَمَتٰی خُلِقُوْا وَاِلٰی اَیْنَ یَصِیْرُوْنَ وَتَمْیِیْزُ
اِخْتِلَافِ مَرَاتِبِہِمْ وَمُنْتَہٰی دَرَجَاتِہِمْ وَعِنْدَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ
تَمْیِیْزٌ فِی الْحُجُبِ السَّبْعِیْنَ وَمَلٰئِکَۃِ کُلِّ حِجَابٍ عَلَی
الصِّفَۃِ السَّابِقَۃِ وَعِنْدَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَمْیِیْزٌ فِیْ
اَجْرَامِ النَّیِّرَۃِ الَّتِیْ فِی الْعَالَمِ الْعُلْوِیِّ مِثْلَ النُّجُوْمِ وَالشَّمْسِ

وَالْقَمَرِ وَاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْبَرْزَخِ وَالْاَرْوَاحِ الَّتِیْ فِیْهِ عَلَی الْوَصْفِ السَّابِقِ وَکَذَا عِنْدَهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَمْیِیْزٌ فِی الْجَنَّاتِ وَدَرَجَاتِهَا وَعَدَدِ سُکَّانِهَا وَمَقَامَاتِهِمْ فِیْهَا وَکَذَا مَا بَقِیَ مِنَ الْعَوَالِمِ وَلَیْسَ فِیْ هٰذَا مُزَاحَمَةٌ لِلْعِلْمِ الْقَدِیْمِ الْاَزَلِیِّ الَّذِیْ لَا نِهَایَةَ لِمَعْلُوْمَاتِهٖ وَذٰلِكَ لِاَنَّ مَا فِی الْعِلْمِ الْقَدِیْمِ یَنْحَصِرُ فِیْ هٰذِهِ الْعَوَالِمِ فَاِنَّ اَسْرَارَ الرُّبُوْبِیَّةِ وَاَوْصَافَ الْاُلُوْهِیَّةِ الَّتِیْ لَا نِهَایَةَ لَهَا لَیْسَتْ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ فِیْ شَیْءٍ

یعنی اس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور اس کی بلندی پستی دنیا و آخرت جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے کیونکہ یہ سب اسی ذات مجمع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔ آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے آپ کے پاس اجرام سماوات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے کیوں پیدا کئے گئے کیا ہو جائیں گے اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب اور منتہاء درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے عالم علوی کے اجرام نیرہ ستاروں، سورج چاند لوح وقلم برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہے اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کے مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے بسنے والوں کی گنتی اور مقامات

سب معلوم ہیں۔ ایسے ہی باقی تمام جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم کے معلومات اس عالم میں منحصر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت اور اوصاف الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم میں سے نہیں۔

دیکھئے صاحب کتاب الابریز کیسی صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کی روح اقدس سے عالم کی کوئی چیز عرشی ہو یا فرشی دنیا کی ہو یا آخرت کی پردہ اور حجاب میں نہیں حضور سب کے عالم ہیں اور ذرہ ذرہ حضور پر ظاہر و روشن ہے۔ باینہمہ حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور حضور کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہو متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت ہی کیا؟

(۲۹) یہی صاحب ابریز اپنی کتاب ابریز شریف میں لکھتے ہیں۔

ما السمٰوات السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الا کحلقة ملقاة فی فلاة من الارض	ساتوں آسمان ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہے جیسے کسی میدان لق ودق میں ایک چھلا پڑا ہو۔

ف: مخالفین جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم سے واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی عظمت کیا جانیں جب حضور کے علم کی وسعت سنتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے کیا زیادہ ہوگا بس خدا اور رسول کو برابر کر دیا۔ یہ ان کی سخت نادانی ہے کہ وہ علم الٰہی کو عالم میں منحصر خیال کریں۔ یا علم متناہی کے برابر ٹھہرائیں۔ مسلمان ان دونوں میں فرق کرتے ہیں۔ حضور کے علم کو اس کی وسعت کے ساتھ تسلیم کرتے اور عطائے الٰہی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور علم الٰہی کو اس کی بے مثال عظمت کے ساتھ مخصوص بحق مانتے ہیں۔ درحقیقت

علم نبی کریم کا انکار کرنیوالے جو اہل سنت پر مساوات ثابت کرنے کا الزام لگاتے ہیں علم الٰہی کو متناہی سمجھنے میں مبتلا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم کی بھی تنقیص کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اگر یہ ناسمجھ لوگ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت سے واقف ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعتِ علم کا کبھی بھی انکار نہ کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا انکار وہی کریگا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت سے بے خبر ہے (آمنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجرٌ عظیم)

(۳۰) زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

نبوت اُس چیز سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہے اور غیروں سے ممتاز ہے ایک یہ کہ جو امور اللہ تعالیٰ اور اُس کی صفات اور فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرتِ معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں اُس سے کچھ نسبت نہیں۔ دوئم یہ کہ ان کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقہ عادت تمام ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمیں ایک وصف قدرت کا ایسا حاصل ہے کہ جس سے ہماری حرکات ارادیہ پوری ہوتی ہیں۔ سوئم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث وہ نابینا سے ممتاز ہیں چہارم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کو ادراک کر لیتا ہے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حقائقِ امور کا علم عطا فرمایا اور کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں سب سے ممتاز فرمایا افعال خارقہ کی ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات ارادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکت کریں ایسے ہی وہ جب چاہیں افعال خارقہ ظاہر فرمائیں ایک صفت دکھے جن سے وہ ملائکہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح بینا کو ایک صفت غیب کی ایسی

عنایت فرمائی جس سے وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(۳۱) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات المفاتیح جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں

غیب کے مبادی پر کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل مطلع نہیں البتہ غیب کے لواحق پر اللہ تعالےٰ نے اپنے بعض احباب کو مطلع فرمایا ہے۔ جن کے علوم میں سے ایک لوح کا علم بھی ہے اور یہ غیب اضافی ہے اور یہ جب ہے کہ جب روح قدسیہ منور ہوتی ہے اور عالم حس کی ظلمت اور تاریکی سے اعراض کرنے والے کے صاف ہونے، علم و عمل پر مواظبت کرنے اور انوار الٰہیہ کے فیضان کے باعث اُس کی نورانیت اور اشتراق زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اُس کے دل میں نور قوی اور منضبط ہو جاتا ہے اور لوح محفوظ کے نقوش اس میں منعکس ہو جاتے ہیں اور وہ مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس وقت خود فیاض اقدس جل شانہ اپنی معرفت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے اور یہی بڑا عطیہ ہے۔ جب یہ حاصل ہوا تو اور کیا رہ جائے گا۔ (مرقات کی اصل عبارت سوال وجواب کے کالم میں آرہی ہے)

ف: خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے احباب کے دل میں ایسا روشن نور عطا فرماتا ہے جس میں لوح محفوظ اسطرح منعکس ہو جاتی ہے جیسے آئینہ میں صورت۔ اس نور پاک سے اللہ تعالیٰ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ بلکہ خود اللہ تعالےٰ اُن کے دلوں میں تجلی فرماتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو انبیاء و اولیاء ہی اللہ تعالےٰ کے احباب ہیں اور یہ رتبے انہیں کو حاصل ہیں اور مخالفین بھی ان کی محبوبیت سے مخالفت نہیں کر سکتے۔ مزید لوح محفوظ کے علوم کی تحقیق فقیر کی کتاب "احسن البیان" اور رسالہ "لوح محفوظ میں علم کلی محفوظ" میں ہے۔

(۳۲) علامہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں ارقام فرماتے ہیں۔

فی الحدیث سالنی ربی ای لیلۃ المعراج فلم استطع ان اجیبہ فوضع یدہ بین کتفی بلا تکییف ولا تحدید ای ید قدرتہ لانہ سبحانہ منزہ عن الجارحۃ فوجدت بردھا فاورثنی علوم الاولین والآخرین وعلمنی علوماً شتی فلم اخذ عہد اعلی کتمہ وھو علم لا یقدر علی حملہ غیری وعلم خیرنی فیہ وعلم امرنی بتبلیغہ الی الخاص والعام من امتی وھی الانس والجن والملک کما فی انسان العیون (ترجمہ گذر چکا ہے اور آگے آتا ہے)

(۳۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں ارقام فرماتے ہیں۔

پرسید از من پروردگار من چیزے پس نتوانستم کہ جواب گویم پس نہاد دست قدرت خود در میان دو شانۂ من بے تکییف و بے تحدید پس یافتم برد آنرا در سینۂ خود پس داد مرا علم اولین و آخرین۔ و تعلیم کرد انواع علم را علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آنرا کہ با ہیچ کس نگویم و ہیچ کس طاقت برداشت آں ندارد جز من و علمے بود کہ مخیر گردانید مرا در اظہار و کتمان آن و علمے بود کہ امر کرد مرا بہ تبلیغ آں بخاص و عام از امت من

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار نے کچھ دریافت کیا۔ میں اس کا جواب نہ دے سکا تو اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان بے تکییف و تحدید رکھا۔ کیونکہ اللہ تعالٰے جوارح سے منزہ اور پاک ہے پھر تحدید اور تکییف

کیسی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی سردی اپنے سینہ میں پائی پس مجھے اولین و آخرین کے علوم عطا فرمائے اور چند علم اور عطا فرمائے جن میں سے ایک علم وہ ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میرے سوا کسی میں اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایک علم وہ جس کا مجھے اختیار دیا اور ایک علم وہ جس کی تبلیغ کا حکم فرمایا کہ میں اپنی امت کے ہر خاص و عام کو پہنچا دوں اور حضرت کی امت انسان اور جن ہیں۔

شیخ صاحب ممدوح مدارج النبوت میں ارقام فرماتے ہیں۔

ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا نفخۂ اولی بروے صلے اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند۔ تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید و یاران خود را نیز بعضے از اں احوال خبر داد۔

یعنے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفخہ اولی تک جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب کچھ ہمارے حضرت پر منکشف فرما دیا تھا۔ یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک کا حضور کو علم ہوا اور حضور نے اپنے اصحاب کو اس میں سے بعض کی خبر دی۔

اب ایسی تصریحات کے بعد بھی جن دلوں میں شبہات رہ جائیں اور اطمینان حاصل نہ ہو ان کا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ اے پروردگار عالم بطفیل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تاریک دلوں کو منور فرما کر قبول حق کا مادہ پیدا کر اور توفیق و انصاف عطا فرما۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

باقی عبارات علماء کرام فقیر کی کتاب "مہکتے پھول" میں پڑھئے۔

باب ۵

عقائد الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

① الحمد للہ ہم اہلسنت کو عقائد کی دولت اہلبیت عظام و صحابہ کرام سے اولیاء کرام و علمائے عظام کی وساطت سے وراثت میں نصیب ہوئی ہے علم غیب کے بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو صحابہ کرام اور اہلبیت عظام رضی اللہ عنہم کا تھا مثلاً امور غیبیہ میں کہا کرتے اللہ ورسولہ اعلم "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے ہیں ۔

② امور جو غیبیہ میں حضور علیہ السلام سے سوالات کرنا جیسے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پوچھنا کہ آسمان کے ستاروں کے برابر کس کی نیکی ہے ۔

③ غیبی باتیں حضور علیہ السلام سے سن کر سر تسلیم کرنا ۔

④ غیبی باتوں کو دیکھ کر کہنا کہ یہ وہ امور ہیں جو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے بتاتے تھے ۔

⑤ غیبی باتیں حضور علیہ السلام سے سن کر کہنا کہ یہ تو صرف ہم ہی جانتے تھے آپ نے بتا دیں فلہٰذا آپ نبی برحق ہیں پھر اسلام قبول کرنا وغیرہ وغیرہ ۔

فقیر اویسی نے اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے بنام "الاصابہ فی عقائد الصحابہ" چند نمونے ملاحظہ ہوں ۔

عقیدہ ابوبکر صدیق فی علم الغیب

قبول اسلام : سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل از اسلام بسلسلہ تجارت ملک شام میں تھے وہاں آپ نے خواب دیکھا کہ شمس و قمر آپ کی گود میں اترے ہیں اور آپ نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا ہے جب بیدار ہوئے تو ایک نصرانی راہب سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی ۔ راہب نے پوچھا تو کون ہے فرمایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں اس نے پوچھا کس قبیلہ سے ہو فرمایا قریش سے ۔ اس نے پوچھا تمہارا شغل کیا ہے فرمایا تجارت ۔ راہب نے کہا قبیلہ ہاشم سے محمد امین مبعوث ہوں گے جو صاحب لولاک اور نبی آخر الزمان ہوں گے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ان کا دین قبول کرو گے ان کے وزیر بنو گے اور ان کے بعد ان کے خلیفہ ہو نگے یہی تمہارے خواب کی تعبیر ہے اس واقعہ کے بعد جب صدیق اکبر مکہ مکرمہ واپس آئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام دی تو صدیق اکبر نے عرض کیا اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ کا معجزہ بھی ہونا چاہیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تمہیں وہ معجزہ کافی نہیں جو شام میں خواب دیکھا اور راہب نے تعبیر بتائی جب صدیق اکبر نے یہ سنا تو عرض کیا آپ نے سچ فرمایا پھر کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے ۔

(جامع المعجزات ص۴ و نزہۃ المجالس ص۳۰۲ ج۲) ازالۃ الخفا ص ج۱) شواہد النبوۃ جامی ص۲۵۸ اردو)

فوائد و عقائد ① حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے ازالۃ الخفا جلد۱ ص۳۳ او ص۲۲ ج۱ میں اس روایت کو ابن عساکر فی تاریخ دمشق سے لیا ہے اس روایت

یں ہے۔

وقبل بین عینیه وقال اشهد الخ — حضور علیہ السلام چشمان مبارک یعنی پیشانی پاک چوم کر کلمہ پڑھا۔

(۲) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایمان و اسلام کے قبول کرنے کے موجبات میں ہی علم غیب از نبی علیہ السلام کا مشاہدہ و تصدیق بھی ہے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ماننا نبوت کے علامات سے ہے اور یہی عقیدہ صدیقی ہے اس کے برعکس زندیقی عقیدہ کا ایک نمونہ آگے چل کر عرض کروں گا۔ انشاء اللہ۔

(۳) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے یاروں کا چرچہ سابقہ امتوں میں بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ آپ کے اور یاروں کے علامات اور نشانیاں درج تھیں اس کا ایک حوالہ فقیر آگے چل کر عرض کرے گا۔ تفصیل فقیر کی تصنیف "آدم تا ایندم اور چرچہ محمد کا" وغیرہا میں ہے۔

علم غیب حق اور سچ

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کے راستہ میں رات کے آخری حصہ میں قیام فرمایا۔ اور آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ ہمیں نماز کے وقت جگا دینا لیکن بلال رضی اللہ عنہ نیند کے غلبہ کے باعث سو گئے اور باقی صحابہ بھی۔ حتی کہ آفتاب طلوع ہوگیا۔ بیدار ہو کر نماز کے فوت ہونے کے سبب سے گھبرا اٹھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو یہ حکم فرمایا کہ تمام لوگ سوار ہو کر اس جنگل سے دور چلے جائیں کیونکہ اس میں شیطان مسلط ہے[1]۔ پس اسی وقت

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

وہاں سے چل پڑے حتی کہ حضرت نے قیام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمام لوگ وضو کریں اور بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نماز کے لئے اذان اور تکبیر کہے چنانچہ اذان اور تکبیر کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ یعنی صبح کی قضا نماز جماعت سے ادا کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی غافل ہو کر نماز سے سو جائے یا نماز بھول جائے تو اُسے چاہیئے کہ اس کو ایسے ہی پڑھے جیسا کہ اس کو اپنے وقت پر پڑھتا تھا۔

ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ اَتٰى بِلَالًا وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّىْ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُهَدِّئُهٗ كَمَا يُهَدَّءُ الصَّبِيُّ حَتّٰى نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِثْلَ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ پس اُس کو تکیہ لگوایا پھر بڑی دیر تک اس کو تھپکتا رہا جیسے بچہ تھپکا جاتا ہے حتی کہ وہ گہری نیند میں سو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو پکارا۔ بلال نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ویسی ہی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) وہابی دیوبندی صرف ایسے مضامین اور اجمالی روایات پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں اس سے آگاہ رہیں کہ وہ اجمالی روایت پیش کریں تو آپ فقیر کی روایت ہذا سنائیں۔ (اویسی غفرلہٗ)

اَلَّذِيْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔
(رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

خبر دی تھی ۔ ابوبکر صدیق نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)
(موطا امام مالک و مشکوٰۃ)

فوائد و عقائد ① یہ وہی حدیث شریف ہے جو دیوبندی وہابی ایک غلط بیانی اور چند اعتراضات کا قلع قمع کرتی ہے وہ یہ کہ حضور علیہ السلام سے نماز قضا ہو گئی اگر آپ کو علم ہوتا کہ نماز قضا ہو گی تو سوتے کیوں سو گئے تو پھر وقت پر نہ اٹھ سکے وغیرہ اپنے دعویٰ میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں جو اجمالی ہے وہ بھی مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کے فصل اول میں ہے اور ہماری مذکورہ روایت اس حدیث کی تفصیل اور مشکوٰۃ شریف کے دوسرے فصل میں ہے جس میں الحمدللہ صاف ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تمام کاروائی من وعن بیان فرما دی حالانکہ آپ بظاہر نیند میں تھے (تفصیل و تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب علم الغیث فی الاحادیث"

② سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہی تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب منجانب اللہ عطا ہوا ہے کہ آپ نے آرام (نیند) کے باوجود حضرت بلال کے جملہ حالات بتا دیئے اسی لئے تو آپ نے صرف صدقت نہیں کہا بلکہ گواہی دی اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں غیب کی باتیں جانتے ہیں ۔

شیخ ازدی کی ملاقات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صوبہ یمن میں کپڑے

کی تجارت فرمایا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے بغداد کے قبیلے کے بہت بڑے شیخ سے ملاقات کی اس وقت ان کی عمر تین سو نوے ۳۹۰ برس کی تھی وہ اپنے زمانے میں بہت بلند پایہ عالم تسلیم کئے جاتے تھے میری ان سے بات چیت ہوئی وہ شیخ ازدی کے نام سے مشہور تھے ۔

شیخ ازدی: میرا خیال ہے کہ آپ حرم مکہ کے رہنے والے ہیں ۔

حضرت ابوبکر: جی ہاں ۔

شیخ ازدی: میرا خیال ہے کہ آپ قبیلہ بنی تمیم سے ہیں ۔

حضرت ابوبکر: جی ہاں! میں قبیلہ بنو تمیم سے ہوں اور میرا نام عبداللہ بن عثمان ہے ۔

شیخ: بس اب میں نے آپ سے صرف ایک بات پوچھنی ہے ۔

حضرت ابوبکر: جی ہاں خوشی سے ارشاد فرمایئے ۔ کیا ارشاد ہے؟

شیخ: آپ اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیں ۔ میں کچھ دیکھنا چاہتا ہوں؟

حضرت ابوبکر: میں حکم کی تعمیل سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آپ کا مقصد کیا ہے؟

شیخ ازدی: میرا علم نہایت وسیع اور مبالغے سے بالکل صاف اور میرے علم کا ذخیرہ نہایت ہی سچا ہے ۔ اس صحیح علم کی روشنی میں مجھے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حرم مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور ایک کہل (ادھیڑ عمر کا انسان) اس کا مددگار ہوگا ۔ ادھیڑ عمر والے انسان کی سب علامتیں آپ کے اندر موجود ہیں صرف ایک علامت مجھے دیکھنی ہے وہ علامت یہ ہے کہ ان کے پیٹ پر ناف کے اوپر سیاہ تل ہوگا

اور ان کی بائیں ران پر بھی ایک نشان ہوگا آپ کا کوئی حرج نہیں آپ مجھے ران اور پیٹ دکھلادیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کرتہ اُٹھایا شیخ نے آپ کی ناف کے اوپر تل دیکھ کر فرمایا: رب کعبہ کی قسم! آپ ہی اس آخری مقدس رسول کے معاون ہیں۔ اور میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا خوف کرنا، راہ حق پر نہایت ہی ثابت قدم رہنا، صراط مستقیم سے رائی برابر بھی کنارہ نہ کرنا۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یمن میں اپنا کام کاج مکمل کیا اور شیخ سے الوداعی ملاقات کی شیخ نے مجھے فرمایا کہ میرا یہ پیغام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچا دینا وہ چند اشعار یہ ہیں۔ ؎

الم تر انی قد وهنت معاشری
ونفسی قد اصبحت فی الحي ماهنا

حييت وفی الايام للمرء عبرة
ثلاث مئين ثم تسعين آمنا

وقد خمدت منی شرارة قوتی
والفيت شيخا لا اطيق الشواحنا

فمازلتُ ادعو الله فی کل حاضر
حللت به سرا وجهرا معالنا

فحي رسول الله عنی فاننی
علی دينه احيي وان کنت واکنا

شیخ کا پیغام اور ابیات کا خلاصہ

میری عمر تین سو نوے برس تک پہنچ چکی ہے اور میرا جسم کمزور ہوتا جارہا ہے

اس لمبی عمر میں بہت سے عبرت آموز واقعات دیکھے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دُعا کرتا رہا ہوں کہ مجھے نبیٔ آخرالزمان کی نبوت سے مستفیض ہونا نصیب ہوجائے الحمدللہ! کہ مجھے وہ بابرکت زمانہ نصیب ہوا۔ میں اگرچہ ان سے دُور ہوں لیکن میں ان کی ختم رسالت اور دعوت حقہ کو دل سے قبول کرچکا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں شیخ کی نصیحت اور پیغام لے کر مکہ مکرمہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو دین حقہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ میرے پاس عقبہ بن ابی معیط اور   بن ربیعہ اور ابوجہل اور قریش کے دوسرے رؤسا پہنچے۔ رسمی ملاقات کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ میرے بعد کوئی نیا واقعہ یا کوئی نئی تحریک سامنے آئی ہے انہوں نے کہا کہ آپ کے بعد ہم پر بہت بڑی زبردست مصیبت آپڑی ہے ابو طالب کے یتیم کا کہنا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور تفصیل سے نبوت کا ذکر کیا۔ رؤسا قریش نے یہ بھی کہا کہ شہر کے رؤسا میں چونکہ آپ کا مقام بہت بلند ہے اس لئے ہم سب آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ پس آپ کا پہنچ جانا ہی ہمارا بہت بڑا مقصد اور اصلاح کی بہت بڑی ضمانت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں تو واپس کردیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جستجو میں چل نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ کے گھر تشریف فرما ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ میں نے پوچھا حضور! سنا ہے کہ آپ نے اپنے آباؤاجداد کا دین چھوڑ

دیا فرمایا اے ابوبکر! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمام مخلوق کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ تم ایمان لے آؤ۔ میں نے کہا آپ کے اپنے دعویٰ پر کیا دلیل ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہی جو یمن میں ایک بوڑھے نے تمہیں کہا تھا۔ میں نے عرض کی یمن میں بہت سے شیوخ کو ملا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جس نے تجھے چند اشعار دیئے ہیں۔ میں نے عرض کی آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا مجھے اس نے بتایا جو تمام انبیاء علیہم السلام کے ہاں وحی لاتا ہے۔ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ الا اللہ وانت رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۴۵/۲۴۶ لابن حجر و شواہد النبوۃ و ازالۃ الخفاء وغیرہ)

فوائد و عقائد

① نہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ آپ کے یاران باوفا بالخصوص خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اذکار عالیہ وصفات کاملہ بھی سابقہ کتب میں مندرج تھیں۔

اہلسنت کی حقانیت کا اتنا واضح اور بین ثبوت ہے کہ ان کا منشور و دستور ہے، ذکر الانبیاء عبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ (کنز العمال) انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت اور اولیاء کا ذکر کفارہ ذنوب اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان ایمان ہے۔

② شیخ ازدی رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی علامات (وہ بھی ران اور شکم کے تل تک جو پوشیدہ نشانیاں) سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شیخ ازدی کے علم کے قائل ہوئے۔

③ واپس لوٹے تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کا اظہار فرمایا جو ایک غیبی امر تھا اسے سنتے ہی دولت اسلام سے نوازے گئے۔ غور فرمایئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تو افضلیت و صدیقیت کا مرتبہ ملے علم غیب کی تصدیق سے

لیکن بدقسمت امتی اس عقیدہ کو شرک کہے تو پھر ہم انہیں کیا سمجھیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبوت کے لئے قرب و بعد اور آشکار و نہاں یکساں ہیں اس قاعدہ کو ہم حاضر و ناظر کے لئے بھی پیش کر سکتے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علم غیب

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں ارقام فرماتے ہیں۔

اخرج مالک عن عائشہ ان ابابکر نحلھا جداد عشرین وسقا من مالہ بالغابۃ فلما حضرتہ الوفاۃ قال یا بنیۃ واللہ ما من الناس احد احب الی غنی منک ولا اعز علی فقرا بعدی منک وانی کنت نحلتک جداد عشرین وسقا فلو کنت جددتہ [illegible] کان لک و انما ھو الیوم مال وارث وانما ھو اخواک واختاک فاقسموہ علی کتاب اللہ فقالت یا ابت لو کان کذا وکذا الترکتہ انما ھی اسماء فمن الاخری قال ذو بطن ا خارجۃ اراھا جاریۃ واخرجہ

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درخت کھجور کا دیدیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں تمہیں ہر حال میں خوش دیکھنا چاہتا ہوں تم سے زیادہ غنی میں کسی کو محبوب نہیں رکھتا تیری غربت سے مجھے رنج پہنچتا ہے اور خوشی سے راحت۔ اس درخت سے ابتک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ اس ترکہ کو

ابن سعد وقال فی الاخرہ قال ذات بطن ابنہ خارجۃ قد القی فی روعی انہا جاریۃ فاستوصی بہا خیرا فولدت ام کلثوم۔

موافق حکم شرع کی تقسیم کر لینا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک ہی بہن اسماء ہی ہیں آپ نے دوسری کونسی بتائی۔ آپ نے فرمایا ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ پس ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

فوائد و عقائد ۱۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کی ولادت کی خبر قبل از دی اور و یعلم ما فی الارحام۔ خاصہ خداوندی ہے اس سے وہی عقیدہ کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ ذاتی علم خاصہ خداوندی ہے اور اس کی عطا سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں۔

۲۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہوا۔ وہ یہی ہیں ان پر ہمارا سوال ہے کہ اس خورد سالہ بچی سے نکاح کیسا جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ماننے میں کسی قسم کا اشکال نہیں لیکن انکار برائے انکار کا کیا علاج۔ اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی کتاب نکاح ام کلثوم بہ عمرؓ میں ہے۔

افضل الخلق بعد الانبیاء

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا ہو خیر منہ ولا افضل ولہ شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر الصدیق فقام النبی صلی اللہ علیہ فقبلہ والتزمہ (تاریخ بغداد ص ۱۲۲/۳ج)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضر تھے آپ نے فرمایا ابھی ایک مرد آئے گا اس جیسا میرے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی بندہ پیدا نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی افضل۔ اس کی شفاعت انبیاء علیہم السلام جیسی مقبول ہوگی۔ ہم بیٹھے ہی تھے کہ ابوبکر صدیق آئے حضور نبی علیہ السلام ان کے لئے کھڑے ہوگئے انہیں چوما اور گلے لگایا۔

فوائد و عقائد

① افضل بعد الانبیاء صدیق ہیں۔
② حضور علیہ السلام کے لئے دیواریں دوریاں اوجھل نہیں۔
③ محبوبان خدا کے لئے قیام تعظیمی۔
④ چومنا محبوبوں کا۔
⑤ قبول شفاعت۔
⑥ قبل از وقت جنتی ہونے کا علم اور یہ نوید بارہا صدیق اکبر کو مل چکی۔

عقیدہ فاروق رضی اللہ عنہ فی علم الغیب

وہ روایات جو حضور علیہ السلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ کے متعلق فرمایا کہ یہ جنتی اور خلیفہ اور شہید ہیں۔ ہمارے دلائل میں شامل ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک باغ میں تھے حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں جنت کی بشارت دی پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے تو جنت اور شہادت کی خوشخبری سنائی۔ (رواہ طبرانی / خصائص کبریٰ ج۲ ص۲۰۰)

فاروق اعظم کی زندگی کا اجمالی حال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرمایا۔

سیکون فیکم اثنا عشر خلیفة ابوبکر الصدیق لا یلبث خلفی الا قلیلا وصاحب رحی دار العرب یعیش حمیدا و یموت شہیدا قال ومن ھو یا رسول اللہ قال عمر بن الخطاب

میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اور ابوبکر صدیق میرے پیچھے تھوڑی مدت ٹھہرے گا اور دار العرب کی چکی کیا ہوا زندگی بسر کرے گا اور شہید ہو کر مرے گا۔

(رواہ البیہقی وابونعیم (حجۃ اللہ علی ص۴۰۰))

فائدہ اس سے بڑھ کر علم غیب اور کیا ہوگا اجمالی طور جس طرح بتایا اسی طرح ہوا لیکن منکر ضد کا مریض ہو تو کیا کریں۔

مزید براں عن ابی الاشہب عن رجل من مزینة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی علی عمر ثوبا فقال اجدید ام غسیل فقال بل غسیل

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر پر کپڑا دیکھ کر پوچھا نیا ہے دھلا ہوا ہے۔ عرض کی دھلا ہے آپ نے فرمایا خدا کرے نئے کپڑے پہنتے رہو شہید ہو کر زندہ رہو اور شہید ہو کر

فقال صلی اللہ علیہ وسلم البس جدیدا وعش شہیدا وتوفّ شہیدا۔

وفات پاؤ۔ (اخرجہ ابن سعد وابن ابی شیبہ مرسلا)

فائدہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح عمری صرف تین الفاظ میں بیان فرمادی پھر امر کے صیغہ اختیار کا اظہار فرمایا گویا ان صیغوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مبارک انہی امور کی طرف ڈھال دی پھر وہی ہوا جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے سرِ مو فرق نہ ہوا۔ پھر اس فرمودہ کے مطابق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی بسر ہوئی اور شہادت میں وصال ہوا اور یہی عقیدہ نہ صرف ان کا بلکہ جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا۔ چند شہادات ملاحظہ ہوں۔

عقیدہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی توثیق

حدیث صحیح بخاری میں ہے کہ

ان عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال یوما ایکم یحفظ ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتنة التی تموج کموج البحر فقال حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیس علیک منہا باس یا امیر المؤمنین ان بینک وبینہا بابا مغلقا قال ایفتح ام یکسر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے فتنہ کے متعلق معلومات رکھتا ہو جو دریا کی موج کی طرح ہو۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا اے عمر تمہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں اس لئے کہ اس کے اور آپ کے درمیان دروازہ مضبوط بند ہے آپ نے پوچھا کہ وہ دروازہ

قال بکسر قال اذن یغلق اَبَدًا
فقیل لحذیفة من الباب قال
ھو عمر قیل له اکان عمر یعلمه
قال نعم کما یعلم دون غد
اللیلة انی حدثته حدیثا لیس
اغالیط۔ (رواہ الشیخان)

کھلے گا یا ٹوٹ جائے گا عرض کی ٹوٹ
جائے گا ایسا کہ پھر کبھی بند نہ ہو گا حذیفہ
سے سوال ہوا کہ وہ دروازہ کون ہے
فرمایا عمر ہیں پھر سوال ہوا کہ کیا خود عمر کو
بھی اس کا علم تھا یا نہ فرمایا ایسا جیسے ہم
یقین رکھتے ہیں کہ رات گذرے گی تو کل غد
(کل) ہو گی اور یہ حدیث جو میں نے سنائی
ہے صرف کہانی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

فائدہ اسمیں علم ما فی الغد کے علاوہ صحابہ کرام کا عقیدہ بھی معلوم ہو گیا کہ انہیں
حضور علیہ السلام کے علم غیب پر قطعی طور یقین ہوتا کہ وہ ضرور ہو گا۔

فتنوں کا بند

حدیث شریف میں ہے۔

عن عثمان
بن مظعون رضی اللہ عنہ قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لعمر ھذ اغلق الفتنة لا
یزال بینکم وبین الفتنة باب
شدید الغلق ما عاش ھذا بین
ظھرانیکم اخرجه البزاز والطبرانی
وابو نعیم۔

حضرت عثمان بن مظعون نے فرمایا کہ میں
نے حضرت عمر کے بارے میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے سنا
کہ یہ فتنوں کا دروازہ ہے یہ جب تک
تمہارے میں زندہ رہے گا فتنوں کے
لئے دروازہ سخت بند رہے گا یعنی
حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

ایضًا عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لا تصیبکم فتنة مادام فیکم یعنی
عمر۔ (اخرجه الطبرانی)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بیشک نبی پاک
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک تمہیں
فتنہ نہ پہنچیگا جب تک تم میں عمر یہیں موجود
ہیں (رضی اللہ عنہ)

فائدہ موجودہ دور کا مدعی اسلام یعنی وہابی دیوبندی منافقوں جیسا عقیدہ رکھنے
والا نہ مانے تو اس کی بدقسمتی ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس طرح عقیدہ
تھا جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان اور عقیدہ

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ایک
دن ملک شام میں بزمانہ خلافت
عمر تقریر فرما رہے تھے آپ کو ایک شخص نے کہا کہ

اِصْبِرْ اَیُّھَا الامیر فَاِنَّ الْفِتَنَ
قَدْ ظَھَرْنَ

اے امیر صبر کیجئے اب فتنے ظاہر ہونگے

جوابًا فرمایا: اَمَّا وَ ابْنُ الْخطاب حَیٌّ
فلا اِنَّمَا ذٰلِکَ بعدہٗ رحجۃ اللہ علی العالمین

ابھی فتنوں کو دیر ہے اس لیے عمر فاروق
رضی اللہ عنہ ابھی زندہ موجود ہیں فتنے
ان کے وصال کے بعد ظاہر ہوں گے۔

قاعدہ اصول حدیث صحابی رضی اللہ عنہ کا ہر وہ قول جو عقل سے متعلق
نہ ہو تو وہ فرمان نبوی ہوتا ہے اس لئے تسلیم کرنا
ہوگا کہ حضرت خالد نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو گا حضرت
علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ علی العالمین ص۶۴۲ میں لکھا کہ

وخالد لا یقول ذلك برأیه فالظاهر انه سمعه من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم او ممن سمعهٗ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ تے یہ از خود نہیں فرما رہے ہے بلکہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہو گا یا اس سے جس نے حضور علیہ السلام سے سنا تھا۔

عقیدہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فی علم الغیب

وہ روایات جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ترتیب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت علم الغیب پر مشتمل ہیں ان سب کو یہاں بیان کرنے سے طوالت ہو گی صرف ایک روایت عرض کر دوں۔

(۱) ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس فتنہ میں عثمان رضی مظلوم ہو کر قتل ہو گا۔"

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی سے ایک طویل روایت میں ہے کہ

(۲) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے دروازے پر ٹھہرنے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ اجازت کے بغیر کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ پہلے حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے اور ان کے بعد حضرت عثمان آئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے دروازہ کھول دو اور اس بلوے سمیت جو ان پر کیا جائے گا انہیں جنت کی بشارت دو۔"

عقیدہ

جمعہ کی صبح تھی اور ابھی آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا کہ حضرت عثمان نے روزے کی نیت فرمائی۔ اسی صبح خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم آپ کے ہمرکاب ہیں حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان سے فرمایا:

"عثمان جلدی آؤ، ہم یہاں افطاری کے لئے تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔" آنکھ کھلی تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت قریب آگیا ہے باغی ابھی مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ اس کے بعد تیاری شروع کر دی اور کلام پاک کھول کر یاد حق میں مشغول ہو گئے اسی اثنا میں باغی پہلے تیر اندازی کرنے لگے اور پھر چند باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں کود پڑے اور آپ پر حملہ آور ہو گئے۔ اس وقت جتنے بھی مسلمان محل سرا میں موجود تھے وہ سب اوپر کی منزل میں بیٹھے تھے اور حضرت عثمان رضی نیچے کے مکان میں تن تنہا مصروف تلاوت تھے۔ کنانہ بن بشر نامی ایک بدبخت نے پیشانی مبارک پر لوہے کی سلاخ سے ایک دردناک ضرب لگائی اور حضرت عثمان زمین پر گر پڑے اور فرمایا بسم اللہ توکلت علی اللہ دوسری سودان بن حمران نے ماری، جس سے خون کا فوارہ چل نکلا۔ عمرو بن حمق کو یہ سفاہت ناکافی معلوم ہوئی یہ ذلیل ترین بدوی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر کھڑا ہو گیا اور جسم مبارک و مطہر کو نیزے سے چھیدنے لگا اسی وقت ایک اور بے رحم نے تلوار چلائی، وار حضرت نائلہ رضی نے ہاتھ سے روکا تو ان کی تین انگلیاں کٹ کر گر گئیں اسی کشمکش کے دوران حضرت امیر المؤمنین بے دم ہو رہے تھے کہ مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۳ و مسند احمد ج ۱ ص ۶۶، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۸۶ تا ۱۸۸)

فائدہ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کی پختگی واضح ہے کہ شہادت کے دن روزہ رکھ لیا اور فرمایا کہ روزہ حضور سرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور افطار کروں گا اور اہلیہ سے فرمایا کہ اب میری شہادت کا وقت قریب آگیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ علوم غیبیہ نہیں تو اور کیا ہیں اور صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے عقائد نہ اپنائے جائیں تو اور کونسے عقائد صحیح ہو سکتے ہیں طرفہ یہ کہ مخالفین بھی ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کے قائل ہیں بلکہ ہم سے دو قدم آگے کہ جب خلافت راشدہ کا اثبات کرتے ہیں تو یہی روایات پیش کرتے ہیں جو ہم نے پیش کی ہیں۔

رازونیاز

بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں۔

دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان فجعل الیہ ولون عثمان یتغیر فلما کان یوم الدار قلنا الا تقاتل قال لا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عہد الی امرا فانا صابر علی نفسی۔ (اخرجہ ابن ماجہ والحاکم وصححہ والبیہقی وابونعیم) جو ص ۲۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو بلا کر راز کی باتیں بتانے لگے اس سے حضرت عثمان کا رنگ بدل جاتا تھا جب یوم الدار یعنی شہادت کا دن تھا لوگ کہتے ہیں کہ ہم باغیوں سے لڑتے ہیں آپ نے فرمایا نہ اس لئے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے معاہدہ کیا تھا اسی وجہ سے میں صبر کر رہا ہوں۔

عقائد و فوائد

① رازونیاز کیا خوب تھے۔

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رنگ کی تبدیلی آنے والے حالات کی سنگینی کے پیش نظر تھی یہی علم غیب ہے۔

③ نہ صرف سیدنا عثمان کا عقیدہ بلکہ جملہ موجود صحابہ کا یہی عقیدہ تھا اسی عقیدہ کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رد کہنے سے رُک گئے۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاہدہ کے کتنا پختہ تھے کہ جان بے شک چلی جائے لیکن جو مدتوں پہلے معاہدہ ہوا تھا وہ ہو کر رہے گا۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ

کوہ ثبیر پر حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تو وہ متحرک ہوا ہلنے لگا آپ نے پہاڑ کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر فرمایا۔

اُسکُن یا ثبیرُ فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان۔

اے ثبیر ٹھہر جا اس لئے کہ تجھ پر نبی علیہ السلام رونق افروز ہیں اور ایک صدیق اور دو شہید (عمر و عثمان رضی اللہ عنہما اجمعین)

فوائد و عقائد

① کوہ منیٰ (مکہ معظمہ) کے قریب ہے۔

② مُلّا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں یہ واقعہ متعدد بار ہوا کوہ احد پر کوہ حرا پر اور کوہ ثبیر پر اور تینوں مقامات پر مذکورہ حضرات تھے۔

③ اس میں علم ما فی الغد حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبل از وقت ان دونوں کی شہادت دی اور دونوں واقعی شہید ہوئے یہی علم غیب ہے بالخصوص علوم خمسہ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب ان کا علم عطا فرما دے تو انکار گمراہی ہے۔

عقیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فی علم الغیب

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق بہشتی ہونے کے ارشادات فرمائے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

علی المرتضیٰ جنتی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیکم رجل من اھل الجنۃ

ابھی تمہارے ہاں ایک بہشتی جوان آنے والا ہے۔

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

اذ سمعت الخشفۃ فاذا علی بن ابی طالب۔ (رواہ الطبرانی)

اچانک میں نے آہٹ سنی دیکھا تو وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔

قطعی جنتی

عن عبدالرحمٰن ابن عوف ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکرؓ فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ وعبدالرحمٰن ابن عوف فی الجنۃ وسعد ابن ابی وقاص فی الجنۃ وسعید بن زید فی الجنۃ وابوعبیدہ بن الجراح وطلحۃ فی الجنۃ۔ (رواہ الترمذی)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔

جنت مشتاق

ترمذی میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی جنت مشتاق ہے (علی۔ عمار۔ سلمان رضی اللہ عنہم)۔

عقائد و فوائد

① صرف تبرکاً ان روایات پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ ایسی روایات بکثرت اور سند کے لحاظ سے مضبوط اور تواتر کا مرتبہ حاصل ہے جس کا مخالفین کو اعتراف ہے۔

② کسی کا بہشتی و دوزخی ہونا غیب ہے اسی لئے نجدی محمد بن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی اور رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی نے خود حضور علیہ السلام کے لئے (معاذ اللہ) انکار کیا یعنی آپ کی اپنی ذات سے خاتمہ کے علم کی نفی کی۔ (کتاب التوحید، تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ)۔

③ ہمارا سوال ہے کہ عشرہ مبشرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بہشتی ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیئے یا نہ اگر مخالف نہیں کرے تو اس کا بیڑا غرق اگر اقرار کرے تو ہمارا دعویٰ ثابت کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عطائے غیب جانتے ہیں۔

عقیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ برائے موت خود

فضالہ بن ابی فضالہ انصاری سے روایت ہے (ابو فضالہ بدریوں میں سے ہے) کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس مرض میں (جو شہادت سے پہلے انہیں لاحق تھی) عیادت کے لئے گیا۔ میرے باپ نے عرض کیا اس جگہ جنگلیوں میں آپ کو کس نے ٹھہرا رکھا ہے اگر آپ کو موت کے آثار پہنچیں گے تو مدینہ میں اٹھا لئے جائیں گے آپ کے یار دوست آپ کے پاس ہونے چاہئیں وہ آپ پر نماز جنازہ پڑھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول خدا نے مجھ سے اس پر عہد لیا ہے کہ تا وقتیکہ یہ داڑھی اس سر کے خون سے رنگین نہ ہوگی مجھے موت نہ آئے گی۔ ابو فضالہ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

ابو الفرج بن جوزی ابی الطفیل عامر بن واثلہ بن الاسقع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا پس آپ کے پاس عبدالرحمٰن بن ملجم مراد کا رہنے والا آیا آپ نے دو دفعہ منہ پھیر دیا پھر وہ آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا اس امت کے بدبخت آدمی کو کس نے روک رکھا ہے ضرور اس داڑھی کو اس سر کے خون سے یہ شخص رنگین کرے گا۔

② سیدنا علی المرتضیٰ کوفہ میں منبر پر تھے کسی نے آپ سے اس آیت کے معنی پوچھے۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے سچا کیا اُس عہد کو جو انہوں نے خدا کے ساتھ کیا تھا بعض اُنمیں سے تو اپنا کام پورا کرگئے اور بعض منتظر ہیں۔

جناب شیر خدا نے فرمایا یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد بھائی عبیدہ بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی پس حمزہ نے اپنا کام پورا کرلیا اور ایسے ہی عبیدہ نے کہ دونوں شہید ہو گئے اور میں اس اُمت کے شقی ترین سے شہید ہوں گا جو کہ وہ میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگے گا۔ کیونکہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا ہے۔

③ ایک بار ابن ملجم حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے سواری مانگنے کے لئے آیا۔ آپ نے اسے سواری دیدی جب وہ لے کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ میرا قاتل ہے لوگوں نے کہا تو پھر آپ اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے فرمایا تو مجھے کون شہید کرے گا۔ یہ روایات ازالۃ الخفا میں ہیں۔

عقیدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی علم الغیب

اطلاع موت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں خبر دی کہ میرے اہل بیت میں سے یہ سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے آٹھ مہینے یا چھ مہینے بعد وفات پائی (رضی اللہ عنہا) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب آیت

اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی تو:

دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فقال نعیت الیّ نفسی فبکت فقال فضحکت فرآھا بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلن یا فاطمۃ رأینٰک بکیت ثم ضحکت قالت انہ اخبرنی انہ قد نعیت الیہ نفسہ فبکیت فقال لی لا تبکی فانک اوّل اھلی لاحقاً فضحکت۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی فاطمہ کو بلا کر فرمایا عنقریب میرے وصال کی خبر پاؤ گے اس سے بی بی رونے لگیں آپ نے فرمایا مت رو اس لئے میرے اہلبیت میں سب سے پہلے تم مجھے ملو گی اس سے بی بی نے تبسم فرمایا جسے بی بی (عائشہ) نے دیکھ کر پوچھا کہ پہلے آپ روئیں پھر ہنسیں اس کی وجہ بی بی نے فرمایا کہ مجھے حضور نے اپنے وصال کی خبر دی اس سے میں رو پڑی۔ پھر فرمایا کہ تو ہی مجھے سب سے پہلے ملو گی تو اس سے میں ہنسی۔

فوائد وعقائد ① ہنسنا دونوں فعل بی بی کے عقیدہ علم غیب کی دلیل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متعلق بھی ما فی الغد کا بیان فرمایا اور حضرت سیدہ فاطمہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ہوا۔ یہی صحیح ہے۔

② ماں (عائشہ) بیٹی (صاحبزادی) فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپس میں کیسا خوشگوار ماحول تھا کہ راز و نیاز کی باتیں ایک دوسرے سے مخفی نہ رکھتیں۔

۴) جدائی ظاہری ہے رونا لاعلمی کی دلیل نہیں ورنہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تو عقیدہ تھا کہ آپ صرف ہمارے سے ظاہری طور جدا ہونگے پھر اسی طرح زندہ رہیں گے جیسے عالم دنیا میں تھے۔

عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ کا قبول اسلام کے اسباب علم غیب کی باتیں ہوئیں جو انہوں نے حضور علیہ السلام میں دیکھیں سُنیں تو مسلمان ہو گئے۔

چنانچہ ان کے اسلام لانے کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

۹ھ میں عدی بن حاتم طائی مسلمان ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے یہ اپنی قوم کے سب سے بڑے سردار تھے قوم پیداوار اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ ان کی نذر کیا کرتی تھی انہیں مسلمانوں سے سخت عداوت تھی عیسائی تھے اور اسلام کو عیسائیت کا رقیب سمجھتے تھے اور سردار ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدار ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا ان کی سازش سے یمن کے قبیلے نے بغاوت کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں یمن کے گورنر تھے انہوں نے بغاوت کو فرو کیا اور بغاوت کے لیڈروں کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا ان میں عدی کی بہن بھی تھی وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوئی۔ تو اُس نے کہا کہ میں سخی حاتم طائی کی بیٹی ہوں میرا باپ بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا اور غریبوں پر رحم کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرے باپ میں مسلمانوں کی بہت سی خوبیاں تھیں۔ عدی کی بہن نے عرض کیا کہ میری آپ سے ایک درخواست ہے آپ اس کو قبول فرما کر مجھے شکریہ کا موقع دیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا۔ عدی کی بہن نے کہا کہ میرے بھائی آپ کی فوج سے خوفزدہ ہو کر شام کے علاقہ میں بھاگ گئے ہیں آپ مجھ کو اجازت

دیں کہ میں ان کو لے آؤں اور ان کے لئے ایک امن نامہ لکھ دیجئے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چپکے چلے گئے اور کچھ جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز پھر وہاں سے گذرے تو پھر اُس نے وہی درخواست دہرائی آپ نے فرمایا تم جلدی کیوں کرتی ہو جب تمہارے علاقہ سے کوئی آئے گا جس پر تم کو اعتبار ہو اس کے ساتھ چلی جانا۔ چنانچہ چند یوم بعد ان کے رشتہ داروں میں سے چند اشخاص آگئے عدی کی بہن کہتی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے رشتہ داروں میں سے ایسے لوگ آگئے ہیں جن پر مجھ کو اعتماد کلی ہے یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے کپڑوں کے جوڑے بھیج دیئے اور میرے لئے زادِ راہ اور سواری بھی مہیا فرمائی۔ میں اپنے قرابداروں کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ گئی۔

بھائی کی ملاقات

عدی فرماتے ہیں کہ میں اپنے بال بچوں میں بیٹھا ہوا تھا کہ دُور سے مجھ کو چند سواریاں نظر آئیں دیکھتا کیا ہوں کہ میری بہن ہے ابھی سواری سے اُتری بھی نہ تھی کہ مجھ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا بڑا ظالم ہے قاطع رحم ہے اپنے بال بچوں کو اٹھا کر لے گیا اور بہن کو یہاں چھوڑ گیا چونکہ باتیں سچی تھیں اور میرے پاس کوئی عذر نہ تھا بہت شرمندہ ہوا میں نے کہا کہ مجھ کو معاف فرمایئے پھر میں نے اپنی بہن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق استفسار کیا انہوں نے کہا کہ میرا تو خیال ہے کہ تم جلدی اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو تم کو جلدی سبقت کرنی چاہیئے اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تمہاری عزت میں کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے

کہا ٹھیک ہے اور میں ان کے ساتھ سوار ہو کر مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کون ہو میں نے کہا عدی بن حاتم طائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو اپنے ساتھ گھر لے چلے راہ میں ایک بڑھیا ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے رہے جب تک بڑھیا کی داستان ختم نہ ہو گئی، میں نے سوچا کہ بادشاہ اس طرح ضعیفہ بڑھیا عورتوں کے روکنے سے رکا نہیں کرتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ نہیں ہیں۔ گھر میں داخل ہوتے جس گدے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے میری طرف سرکا دیا۔ گدا ایک ہی تھا میں نے عرض کیا نہیں، آپ اس پر بیٹھئے! فرمایا نہیں آپ بیٹھئے۔ چنانچہ میں گدی پر بیٹھ گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے اب مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ ہرگز نہیں۔ بیٹھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عدی تم کوسی[1] ہو میں نے جواب دیا ہاں۔ پھر فرمایا تم اپنی قوم سے پیداوار اور مال غنیمت لیتے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہارے دین کے تو خلاف ہے عدی نے کہا بے شک۔ اب میں نے دل میں سوچا کہ ہو نہ ہو یہ نبی ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عدی تم کو شاید یہ چیز مانع ہو کہ مسلمان نہایت مفلس قلاش اور غریب ہیں عدی وہ وقت آنیوالا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اتنا مال آئے گا کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا۔ اے عدی شاید تم کو یہ چیز مانع ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی زبردست سلطنتیں ہیں

[1] یہ ایک فرقہ ہے۔

دشمنوں کے پاس بے شمار فوجیں اور وہ ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح ہیں عدی وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت اتنی وسیع ہو جائے گی اور ایسا زبردست انتظام ہو گا کہ ایک عورت تن تنہا قادسیہ (کوفہ سے کئی میل دور فاصلہ پر ہے) سے چلے گی اور خوفناک جنگلوں کو طے کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہو جائے گی۔ عدی! شاید تم کو یہ مانع ہے کہ سردست مسلمانوں کی سلطنت تھوڑی ہے عدی! خدا کی قسم ایک وقت آنے والا ہے کہ اسلامی فوجیں کسریٰ جیسی سلطنت کو کو پاش پاش کر ڈالیں گے۔ عدی! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم پڑھو اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ یہ تقریر سن کر میں اسی وقت مسلمان ہو گیا اور حضور علیہ السلام کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ (الاصابہ وغیرہ)

عقائد علم غیب کی تصدیق

یہ وہی عدی رضی اللہ عنہ ہیں حاتم طائی مشہور سخی کے صاحبزادے خود علم غیب کی تصدیق فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اس وقت تین امور (علم غیب) بیان فرمائے۔ دو کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (تیسری بھی پوری ہو گی انشاء اللہ)

(۱) میرے سامنے کسریٰ کی زبردست سلطنت پاش پاش ہو گئی۔

(۲) میری آنکھوں کے سامنے قادسیہ سے ایک عورت تن تنہا خوفناک جنگلوں کو طے کرتی ہوئی صحیح وسالم مدینہ طیبہ پہنچ گئی۔

مجھے یقین ہے کہ تیسری بات بھی پوری ہو گی۔

چنانچہ یہ تیسرا امر غیبی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں پورا ہوا۔

وفات حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے سنہ ٦٨ھ میں ١٢٠ سال کی عمر میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فوائد و عقائد ① حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم ایسا کہ کفار نہ صرف غیر معترف بلکہ اس کے اثر سے قبول اسلام پر مجبور ہوگئے جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اس واقعہ سے ان کی تردید ہوتی ہے کہ حاتم طائی کی بیٹی کے تاثرات بتاتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام تلوار کے زور سے نہیں خلق و کمال سے پھیلایا۔

② عدی بن حاتم سے تعارف کے بغیر اس کے حالات خود بتلائے کہ کوسی ہو اور قوم سے یہ اوڑ وصول کرتے ہو اور ساتھ فرمادیا یہ تمہارے دین کے خلاف ہے اور ان کے دل کی بات بھی ظاہر کردی کہ تم کو ین اسلام میں داخل ہونے سے فلاں امر مانع ہے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو انہی امور کی تصدیق نے اسلام لانے پر مجبور کردیا اور یہی علم غیب کی تصدیق ہے جس کا فروں کو مسلمان بلکہ صحابی جیسا مرتبہ عطا فرمایا لیکن بدقسمتی سے آج اسلام کا ٹھیکیدار بن کر ایک گروہ علم غیب کی تصدیق کرنے والوں کو مشرک بنانے جا رہا ہے ؎

عجب رنگ ہیں زمانے کے

③ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقبل کی تین باتیں بتائیں ، جو علم غیب (ما فی الغد کل کیا ہوگا) سے متعلق تھیں حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے دو آنکھوں سے دیکھی ہیں ایک اور بھی ہو کر رہے گی یہ ہے صحابی کا عقیدہ۔

عقیدہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ① خلافت راشدہ کے عہد میں جب کوئی شہر فتح ہوتا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ذرا بھی اچنبھا نہ ہوتا تھا بلکہ وہ فرمایا کرتے تھے۔

افتحوا ما بدا لکم والذی نفس ابی ھریرۃ بیدہ ما افتتحتم من مدینۃ ولا تفتحونہا الیٰ یوم القیمۃ الا وقد اعطی اللہ سبحانہ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفاتیحہا قبل ذلک۔	جو ملک بھی چاہو فتح کرلو کیونکہ اس کی قسم جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے تم کوئی شہر فتح نہ کروگے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی چابیاں اس سے پہلے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دی ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام قسم ثانی ص٢١٩)

فائدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار اور علم غیب پر کتنا پختہ عقیدہ تھا کہ فتوحات کو دیکھ کر بے ساختہ فرمادیتے کہ یہ تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے سے ہی مل چکا ہے۔

② طبرانی نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حاضرین مجلس سے فرمایا تم میں سے ایک آدمی کی داڑھ دوزخ میں جبل احد کی مانند ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ ایک وقت تک اور سب لوگ تو مر گئے لیکن میں اور ایک اور آدمی رہا اور مجھے بے حد ڈر تھا لیکن وہ شخص مرتد ہوگیا اور جنگ یمامہ میں مارا گیا۔
اسی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی تھی کہ حاضرین مجلس

ایک جہنمی ہوگا اور واقعہ بھی اسی طرح ہوا چنانچہ ایک شخص مرتد ہو کر مارا گیا اس شخص کا نام رجال بن عنفوہ بتایا گیا ہے اور وہ اہل یمامہ میں سے تھا وفد بنی حنیفہ کے ساتھ رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوا تھا وہ مسلمان ہو کر کلام اللہ کی تعلیم حاصل کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تو رجال اس کا معتقد ہو گیا اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جنگ کی تو یہ رجال جو کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھا اور جس کے پیش نظر رسول اللہ نے یہ خبر سنائی تھی کہ اس مجلس کے شرکا میں سے ایک شخص جہنمی ہے اور اس کی ایک داڑھ دوزخ میں جبل احد کے برابر ہوگی۔ مسیلمہ کذاب کی فوج کے ساتھ تھا جنگ یمامہ میں ہی رجال، حضرت زید بن الخطاب کے ہاتھوں قتل ہوا اور عذاب جہنم کا سزاوار ٹھہرا۔ اس طرح رسول اللہ کا وہ ارشاد حرف بحرف پورا ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے علم غیب عطا فرمایا۔

فائدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو عقیدہ علم الغیب پر کتنی پختگی ہے کہ جب دسواں صحابہ میں سے باقی ایک آپ دوسرا وہ زندہ تھا تو اپنا خطرہ لاحق ہو گیا کہ خدانہ کرے جس جہنمی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا وہ خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہ ہوں لیکن آپ کو اس وقت تسلی اور تسکین قلبی ہوئی جب وہ دوسرا مرتد ہو کر مرا۔ یہ علم ما فی الغد ان پانچ علوم میں سے ہے جس کے متعلق ہمارے مخالفین ایسے عقیدہ کو شرکیہ عقیدہ کہتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ کے عقیدہ کے پختگی کا نمونہ

طبرانی اور بیہقی نے ابن حکیم جبتی سے روایت

کی ہے کہ جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجھ کو ملتے تو مجھ سے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت فرماتے جب میں ان کی خیریت کی خبر دیتا تو بہت خوش ہوتے۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم دس آدمی ایک گھر میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو پیچھے مرے گا نار میں ہوگا۔ اس وقت تک آٹھ حضرات ان اصحاب میں سے انتقال فرما چکے ہیں اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اسی وجہ سے میں سمرہ رضی اللہ عنہ کے حال کی تفتیش کرتا ہوں اور حضرت ابوہریرہ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی ان سے کہہ دیتا کہ حضرت سمرہ کا انتقال ہو گیا تو ان کو غش آجاتا تھا یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو مرض کزاز لاحق ہو گیا وہ ایک بڑی دیگ میں پانی گرم کر کے اس میں بیٹھتے تھے ایک روز وہ گر گئے اور آگ میں جل گئے لوگ ان کی عیادت کو حاضر ہوئے تو وہ خوش نظر آتے تھے حالانکہ اس سے پہلے وہ بہت غمگین رہا کرتے تھے ان سے دریافت کیا کہ حضرت آج آپ خلاف معمول بہت خوش نظر آرہے ہیں باوجودیکہ آج آپ جل گئے ہیں اور آپ کو بہت تکلیف ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم دس آدمیوں سے حضور علیہ السلام نے ایک روز فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص پیچھے مرے گا وہ آگ میں ہوگا مجھ سے پہلے ان سب حضرات کا انتقال ہو چکا میرا یہ خوف دنیا کی آگ تھی اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا حضرت سمرہ ان دس حضرات میں سے سب سے پیچھے آگ میں جل کر فوت ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے فرمایا تھا ویسے ہوا۔

عقیدہ حسان رضی اللہ عنہ زرقانی علی المواہب ج ۱ صفحہ ۳۲۲ میں ہے۔ حضرت حسان کیا فرماتے ہیں؟ ؎

نَبِیٌّ یَرٰی مالا یَرَی النَّاسَ حَوْلَہٗ
وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَشْھَدِ

یعنی نبی اپنے گرد و پیش میں وہ سب کچھ دیکھتے ہیں جن کو دوسرے تمام انسان نہیں دیکھ پاتے اور نبی ہر جگہ خدا کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔

فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَقَالَۃَ غَائِبٍ
فَتَصْدِیْقُھَا فِیْ ضَحْوَۃِ الْیَوْمِ اَوْغَدٖ

اور اگر نبی کوئی غیب کی بات کسی دن فرما دیں تو آج یا کل کے روز روشن میں اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

یمن کے گورنر کا اسلام قبول کرنا پرویز کسریٰ نے حضور علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا آرڈر یمن کے گورنر کو بھیجا۔

اس نے دو قاصد حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے آپ نے قاصدوں کو رات گذار کر صبح حاضری کا فرمایا دوسری صبح قاصد حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کسریٰ کو گذشتہ شب اس کے بیٹے نے قتل کر ڈالا ہے اور فرمایا کہ یمن کے گورنر کو یہ خبر پہنچا دو اور یہ بھی کہنا کہ میرا دین اور حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں اب تک کسریٰ کی حکومت پہنچ چکی ہے۔ تم اسلام لے آؤ۔

قاصدوں نے یہ خبر جا کر باذان کو سنائی ادھر پرویز کے قتل کی بھی اطلاع مل گئی۔ باذان کو یقین ہو گیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں۔

اس پر اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا ان کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے لوگ بھی حلقہ بگوش ہو گئے (مزید تفصیلی حالات کتب سیر میں ہیں)[1]

فائدہ غیبی خبر پر صحابہ کو دولت اسلام نصیب ہوئی لیکن آج اس کے برعکس ہے کہ ایسے عقیدہ والوں کو کافر و مشرک کہا جا رہا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ اور کمالات حکیمانہ سے پھیلا ہے۔

نوٹ: واقعہ پرویز کسریٰ کو فقیر نے کتاب "نشان قدرت" میں تفصیل سے لکھا ہے۔

عقیدہ علم غیب و اختیار از قیس بن مالک ارحبی رضی اللہ عنہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تحریر حضرت قیس بن مالک ارحبی رضی اللہ عنہ کو بھیجی تھی اس کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں۔

"تم پر سلام ہو۔ بعد اس کے واضح ہو کہ میں نے تم کو قوم پر خیر خواہ وہ بڑی ہوں یا شہری یا غلام سب پر حاکم بنایا اور مقام نسا کے غلہ سے دو سو صاع اور خیوان کے انگور سے دو سو صاع تمہارے لئے مقرر کئے۔ یہ عطیہ تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ (ابدًا، ابدًا، ابدًا) جاری رہے گا۔"

فائدہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (ابدًا، ابدًا، ابدًا) کہنا بہت محبوب ہے اس سے مجھے امید ہے کہ میری نسل ہمیشہ رہے گی (طبقات ابن سعد و اسد الغابہ)

فائدہ ابدًا غیر منقطع مدت اور کثرت بھی مراد ہوتی ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ

---

[1] خصائص کبریٰ و حجۃ اللہ علی العالمین۔

والسلام کے منہ مبارک سے یہ لفظ نکلا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنا عقیدہ بنا دیا النسل ہمیشہ رہے گی۔

ثابت ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ سے جو بات نکلی ہو وہ ہو کر رہے گی اسی کا نام اختیار ہے نیز چونکہ اس کی اولاد میں ہمیشہ رہنے کا تعلق ما فی الغد (کل کیا ہوگا) علم الغیب سے ہے اسی لئے صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ بھی ظاہر کر دیا کہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی سے انہیں یقین ہے کہ ان کی اولاد تا قیامت قائم رہے گی۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ اختیار بھی ہے اور علم الغیب بھی۔ (ولکن الوہابیۃ قوم لا یعقلون)

مزید عقائد صحابہ اور تفصیل فقیر کی کتاب "الاصابہ فی عقائد الصحابہ" میں پڑھیئے۔

علم الغیب للصحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام کے علوم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیضان ہے کیونکہ مسلّم ہے کہ تلامذہ کی قابلیت استاد کا جوہر سمجھا جاتا ہے اور ہر صحابی کا علم ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بے کنار ہے اسی لئے اہل اسلام نے کہا ہے کہ ان کے علوم اور اسرار و رموز کے سامنے اغواث، اقطاب و اولیاء اور مجتہدین اور فقہاء محدثین ہیچ ہیں۔ اور یہ تو مخالفین بھی مانتے ہیں کہ ہر صحابی کا علم ایک بحر ذخار ہے اور صحابہ کو یہ علوم کتابوں سے نہیں نگاہوں سے نصیب ہوئے۔ اندازہ لگایئے جس کی ایک نگاہ کی یہ قدر و منزلت ہے اس کے علوم و اسرار کا کیا حال ہوگا۔ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جملہ انبیاء اور جملہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے علوم حضور نبی پاک صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم کے سامنے ایسے ہیں جیسے قطرہ سمندر کے آگے۔

(روح البیان و عرائس البیان)

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چند اصحاب کے چند نمونے ملاحظہ ہوں ممکن ہے کسی کو سمجھ آجائے کہ جس کے تلامذہ عظام کے علوم غیبیہ شرعاً ثابت ہیں تو ان کے پڑھانے والے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علم غیب آپ نے وصال سے پہلے وصیت فرمائی چنانچہ اس کی تفصیل اسی کتاب میں گذری کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ کو فرمایا کہ میری جائداد تقسیم کرتے وقت اپنی بہن کا حصہ نکالنا عرض کی میری بہن کہاں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں حاملہ ہے اس سے بچی پیدا ہوگی چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

فائدہ کسی کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی یہ ان علوم خمسہ سے ہے جس کے لئے مخالفین کہتے ہیں کہ غیر اللہ (نبی ہو یا ولی) ماننا شرک ہے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جیسے بتایا ویسے ہوا یہی علم غیب ہے جس کے لئے ہمارا عقیدہ ہے۔

فائدہ اس سے نہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علم الغیب ما فی الغد (کل کیا ہوگا) اور ما فی الارحام (ماں کے پیٹ میں کیا ہے بچی ہے یا بچہ) ثابت ہوا بلکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ بھی واضح ہوا کہ والد گرامی کی وصیت پر سر تسلیم خم کر دیا ورنہ کہہ سکتی تھیں علم غیب بالخصوص پانچ علموں میں سے یہ دو علم غیر اللہ کے لئے ثابت نہیں تو پھر والد گرامی کی وصیت پر عمل کیوں؟۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مروی ہے کہ آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے لوگ بکثرت جمع ہیں کہ مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں آپ نے خطبہ کے درمیان زور سے پکارا "یا ساریۃ الجبل" اے ساریہ (رضی اللہ عنہ) پہاڑ کی طرف متوجہ ہو تمام حاضرین آپ کے ان کلمات کو سنکر حیران و ششدر رہ گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے لیکن نماز کے بعد بھی کسی کو آپ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی مگر حاضرین نے دن اور تاریخ یاد رکھا۔ الغرض اس وقت ساریہ رضی اللہ عنہ کفار سے لڑائی میں مشغول تھے کہ انہوں نے اثنائے جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کانوں سے سنی اور یہ سمجھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں۔ فوراً آپ کے ارشاد پر عمل کیا گیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار کو شکست فاش ہوئی۔

فائدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سینکڑوں کوس کے فاصلہ سے مقام نہاوند میں جنگ کے موقعہ پر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آواز دی۔ اور ساریہ رضی اللہ عنہ نے اس آواز کو سن کر اس پر عمل کیا اور فتح پائی۔ ذرا آپ اس طاقت کا اندازہ کیجیے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثانی کو بطفیل آپ کے عطا فرمائی۔

تصدیق جب وہ فوج ظفر موج فتح پاکر واپس آئی تو مسلمانوں نے ان سے دریافت کیا کہ فلاں تاریخ اور فلاں وقت حضرت عمر نے عین خطبہ میں یا ساریۃ الجبل باآواز بلند پکارا تھا کیا آپ لوگوں کو بھی اس کی کچھ خبر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں کچھ کفار پہاڑ کے درہ میں گھات لگائے اس ارادہ سے بیٹھے

تھے کہ مسلمانوں کو غافل پاکر ان پر حملہ کر دیں اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی دی آپ کے ارشاد کے مطابق عمل درآمد کیا گیا تو کفار کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں کو فتح و نصرت۔

فائدہ اس روایت صحیحہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم غیب تھا۔

انتباہ نہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم غیب کا ثبوت ملا بلکہ اس روایت سے اجماع صحابہ سے یہ عقیدہ ثابت ہوا جبکہ مسجد نبوی شریف میں مجمع صحابہ میں حضرت فاروق اعظم نے بیان فرمایا تو اگر کسی صحابی کو اس میں اختلاف ہوتا تو بول پڑتا جیسے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ایسے واقعات پیش ہوئے کہ آپ سے معمولی سی بات پر باز پرس ہو جاتی۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ نہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے ایک شخص میرے پاس آتا ہے جس کی آنکھوں میں زنا کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس شخص نے عرض کی: یا خلیفۂ رسول اللہ! کیا حضور علیہ السلام کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ آپنے فرمایا، وحی نہیں بلکہ نور قرآن ہے۔ ازالۃ الخفا

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی رحمۃ اللہ علیہ شواہد النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ

(۱) جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ سے لشکر طلب فرمایا تو اس کے لشکر کے آنے سے پیشتر ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حاضرین کو فرمایا کہ کوفہ سے

بارہ ہزار فوج آتی ہے چنانچہ حاضرین میں سے ایک شخص فوج کے انتظار میں راستہ میں آن بیٹھا کہ دیکھیں کہ فوج کے کتنے آدمی آتے ہیں پس جب لشکر قریب آگیا تو اُس نے ایک ایک آدمی کو گننا شروع کیا تو واقعی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ارشاد کے مطابق بارہ ہزار آدمی تعداد میں نکلے۔ ایک بھی کم وبیش نہ تھا۔

(۴) منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کربلا سے گذرے۔ اور وہاں کچھ دیر ٹھہرے تو دائیں بائیں دیکھ کر واقعہ کربلا کی پوری پوری صحیح خبر حاضرین کے روبرو بیان کر دی (شواہد النبوت) مزید تفصیل فقیر نے "ذکر حسین" میں عرض کی ہے۔

ماں بیٹے کی خبر:

منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد کوفہ میں نماز فجر سے فارغ ہو کر ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پہ ایک مرد اور ایک عورت باہم لڑ رہے ہیں اُن کو جا کر بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ اُن کو بلا لایا تو آپ نے فرمایا کہ آج رات تم دونوں میاں بیوی آپس میں بہت جھگڑتے رہے ہو اس کی کیا وجہ ہے اُس نے عرض کیا کہ جب سے میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے تو مجھے طبعاً اس سے نفرت آتی ہے اس واسطے یہ عورت مجھ سے جھگڑا کرتی ہے چنانچہ جب آپ نے ہمیں بلایا تھا تو اُس وقت تک بھی جھگڑا ہو رہا تھا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا اظہار کرنا غیر کے سامنے معیوب ہوتا ہے۔ یہ سن کر حاضرین سمجھ گئے اور وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے وہ میاں بیوی وہاں رہ گئے۔ آپ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اس جوان کو جانتی ہے اُس نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ میں تجھے اس کی شناخت

کراتا ہوں مگر تو منحرف نہ ہو جانا اُس نے عرض کیا کہ میں ہرگز امر واقعی سے انکار نہ کروں گی اس پر آپ نے فرمایا کہ تو فلاں شخص کی بیٹی ہے عرض کی صحیح ہے آپ نے فرمایا کیا تیرے چچا کا بیٹا تھا عرض کی تھا آپ نے فرمایا تجھے اس سے محبت ہو گئی تھی وہ بھی تجھ سے بہت محبت کرتا تھا۔ عرض کی صحیح ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تو ایک رات کسی ضرورت کے تحت باہر جا رہی تھی راستہ میں تجھے اس نے پکڑ لیا تھا اور تیرے ساتھ ہمبستر ہوا اور تو حاملہ ہو گئی۔ تو نے اپنی ماں کو اس راز سے اطلاع دی مگر باپ سے اس کو چھپایا۔ جب تجھے درد زہ شروع ہوا اور وضع حمل کا وقت قریب آیا تو تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی جب تو نے لڑکا جنا تو تُو نے اس کو لپیٹ کر گڑھے پر ڈال دیا۔ پھر ایک کتا اُس کو سونگھنے لگا تو تو نے کتے کو پتھر دے مارا لیکن وہ بچہ کے سر پر جا لگا جس سے اُس کا سر زخمی ہو گیا اور تیری ماں نے کپڑا پھاڑ کر اُس کے سر پر باندھا اور پھر تم دونوں وہاں سے چلی آئیں۔ پھر نہیں اُس بچہ کا حال معلوم نہ ہوا۔ اس عورت نے عرض کیا بے شک ایسا ہی واقعہ ہوا۔ اس راز کی خبر میرے اور میری ماں کے کسی اور کو نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ نے اُس بچہ کو لے کر اُس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا پھر وہ اس قبیلہ کے ساتھ کوفہ میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ یہ وہی جوان ہے۔ پھر آپ نے اس جوان کو کہا کہ سر دکھلاؤ چنانچہ جب اس نے سر کو دکھلایا تو اس کے سر میں زخم موجود تھا آپ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمہاری حفاظت فرمائی اور حرام سے بچایا (شواہد النبوت)

فائدہ اس روایت سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بھی علم غیب تھا۔ نمونہ کے طور پر صرف دو روایتوں پر اکتفا کیا گیا ہے

وریٔہ مدینۃ العلم سیدالکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنہیں اپنے علوم کے خزائن کا دروازہ (باب) کہا ہے اس کی علوم کی وسعت کا کیا کہنا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم غیب

ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کے جنازے کے ساتھ قبرستان میں تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ واپس تشریف لے آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور باتیں کرنے لگے باتوں ہی باتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر پڑی تو وہ سامنے آئیں اور چہرے کو ہاتھ سے چھونے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پگڑی، چہرہ، بال، گریبان کو چھو کر خوب اچھی طرح دیکھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ عنہا سے پوچھا اے عائشہ! آپ جلدی جلدی کیا ڈھونڈ رہی ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت آج بارش برسی تھی میں آپ کے کپڑوں کو دیکھ رہی ہوں تعجب ہے کہ بارش سے کپڑے نہیں بھیگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ تم نے آج سر پر کیا اوڑھا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی آپ کی فلاں چادر بجائے اپنی اوڑھنی کے میں نے آج اپنے سر پر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) ایک اور بادل سے دل تیری آنکھ کو خدا نے غیب کی بارش دکھائی۔ دراصل وہ بارش تمہارے اس (ظاہری) بادل کی نہیں بلکہ وہ اور ہی بادل اور اور ہی آسمان ہے ایسی بارش اور ہی بادل سے ہے اور اس کے نزول میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے جسے تو نے بارش سمجھ لیا۔

(مثنوی مولانا روم قدس سرہ)

ایک نوجوان صحابی کو علم غیب

ایک نوجوان صحابی کا واقعہ گذرا کہ اس نے منافق کی اونٹنی کی خبر دی کہ وہ گابھن ہے اس سے کیا پیدا ہوگا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ یہ کیوں اور کیسے گابھن ہوئی۔

حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو علم غیب

ایک دفعہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ کو پیدل سفر فرما رہے تھے سفر سے آپ کے پاؤں متورم ہو گئے۔ غلام نے عرض کی تھوڑا سا سفر آپ سواری پر طے فرمائیں تاکہ پاؤں کی ورم میں کچھ افاقہ ہو جائے گا آپ نے فرمایا پیدل ہی چلیں گے سن لے منزل پہ ایک شخص حبشی ملے گا اس کے پاس روغن (تیل) ہے اس سے خرید لینا غلام نے عرض کی میرا اس سے پہلے تو تعارف نہیں آپ نے فرمایا تجھے خود معلوم ہو جائے گا۔ غلام جب منزل پر پہنچا تو اسے ایک حبشی ملا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی نسبت ہم نے کہا تھا۔ فوراً جاؤ اور اس سے روغن خرید لاؤ۔ غلام نے جا کر اس حبشی سے روغن مانگا اس نے دریافت کیا کہ کس کے لئے چاہیئے۔ کہا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اس نے کہا کہ مجھے ان کی خدمت میں لے چل۔ میں ان کا نیازمند ہوں۔ پس جب وہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو دست بستہ عرض کی کہ آپ میرے آقا ہیں میں آپ سے کیا قیمت لے سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت میری بیوی کے دردِ زہ ہو رہا ہے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ صحیح وسالم بچہ عنایت فرمائے۔ آپ نے فرمایا جا اللہ تعالیٰ نے تجھے ویسا ہی فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ تو چاہتا ہے لیکن یہ بچہ ہمارا نیازمند ہوگا پس جونہی وہ اپنے مکان پر پہنچا تو واقعی حضرت کے ارشاد کے مطابق صحیح وسالم لڑکا تولد ہوا۔ (شواہد النبوۃ۔ عارف جامی)

فائدہ منزل والے غلام کی خبرِ غیبی کے علاوہ اس کے بیٹے کی پیدائش اور بہمہ آل اوصاف جو اس کے جی میں تھا۔ تین علوم غیبیہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے بتائے۔ لیکن کسی کو اعتبار نہ آئے تو ہم کیا کریں۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کو علم غیب

شواہد النبوت میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں مکہ معظمہ میں تھا مجھے امام باقر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا چنانچہ میں اُن ہی کی قدم بوسی کے ارادہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جس رات کو میں مدینہ منورہ پہنچا۔ تو آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا بارش بڑے زور سے ہو رہی تھی اور سردی بڑی سخت تھی آدھی رات کا وقت تھا جب میں امام صاحب کے درِ دولت پر پہنچا تو اس وقت مجھے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ آیا میں اپنے پہنچنے کی اطلاع امام صاحب کو کروں یا صبح کے وقت جب امام صاحب خود باہر تشریف لائیں اس وقت صبر کروں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ امام صاحب کی آواز میرے کان میں آئی کہ باندی سے فرماتے ہیں فلاں شخص بھیگا ہوا آیا ہے سردی سے ٹھٹھر رہا ہے اور دروازہ پر حیران و متفکر بیٹھا ہوا تھا چنانچہ اس نے امام کے حکم سے فوراً دروازہ کھولدیا اور میں مکان کے اندر داخل ہوگیا۔

فائدہ اس سے وہی ثابت ہوا جو ہمارا موضوع ہے لیکن دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے۔

حضرت زید صحابی رضی اللہ عنہ کو علم غیب

مثنوی شریف میں ہے ؎

گفت پیغمبر صباحے زید را — کَیْفَ اَصْبَحْتَ اسے رفیق باصفا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صبح زید سے کہا کہ آج کی صبح اے رفیقِ باصفا کیسے کی۔

گفت عبدًا مومنًا باز اوش گفت — کو نشاں از باغِ ایماں گر شگفت

کہا اس حال میں کہ میں عبد مومن تھا۔ پھر اس سے فرمایا کہ وہ باغ ایمان اگر کھلا ہے تو اس کا نشان کہاں ہے؟

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا — شب نخفتم ز عشق و سوز ہا

کہا میں مدتوں پیاسا رہا ہوں روزہ میں اور راتوں کو سوزِ عشق میں نہیں سویا ہوں۔

تا ز روز و شب جدا گشتم چناں — کہ ز اسپر بگذرد نوکِ سناں

تو اس روز و شب سے ایسا نکل گیا ہوں جیسے سپر سے نوکِ سناں کی نکل جاتی ہے (روز و شب سے مراد زمانہ ہے یعنے زمانہ سے الگ ہوں)

کہ از اں سو روز و شب ملت یکے ست — صد ہزاراں سال و یک ساعت یکیست

اس لئے کہ اس روز و شب کے اُس پار ایک ہی ملت ہے یعنے وحدت جہاں لاکھوں برس اور ایک ساعت ایک ہے غرض یہ کہ تعدد و تعین نہیں ہے یکے ہی یکے ہے۔

ہست ازل را و ابد را اتحاد — عقل را رہ نیست سوئے افتقاد

ازل اور ابد جو لا ابتدا اور لا انتہا ہونے سے موصوف ہیں دونوں متحد ہیں عقل کو دخل نہیں ہے جو کسی گم ہوئے کو ڈھونڈے یعنی جو کیفیتیں کہ ازل میں تھیں وہ بھی موجود ہیں اور جو ابد تک ہوں گی وہ بھی حاضر۔

گفت زیں راہ کو رہ آوردی بیار — در خورِ فہم و عقول ایں دیار

آپ نے اس راہ سے کیا تحفہ لایا ہے وہ بھی بیان کر لیکن بموافق عقول اہل دنیا کے جو تمام لوگ سمجھ سکیں۔

گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں — من بہ بینم عرش را با عرشیاں

تمام لوگ جیسے آسمان کو دیکھتے ہیں میں ایسے ہی عرش کو عرشیوں میں دیکھ رہا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن

آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ میرے سامنے ایسی ظاہر ہیں جیسے بت بت پرست

یک بیک وا مے شناسم خلق را — ہمچو گندم من ز جو در آسیا

مخلوق سے ایک ایک کو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے گیہوں اور جو آسیا میں پہچانے جاتے ہیں کہ یہ جو ہے اور گندم ہے۔

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کیست — پیش من چوں مار و ماہیست

کہ بہشتی کون ہے اور بیگانہ کون ہے میرے سامنے ایسے ظاہر ہیں جیسے سانپ اور مچھلی۔

جملہ را چوں روز رستاخیز من — فاش مے بینم عیاں از مرد و زن

مثل روز قیامت کے تمامی مرد و زن کی کیفیت عیاں و برملا ظاہر دیکھ رہا ہوں۔

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس — لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

خبردار ہو کے جاؤں یا خاموش ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہونٹ دانت تلے دبایا جس سے ایما تھا بس کر۔

یا رسول اللہ بگویم سر حشر — در جہاں پیدا کنم امروز نشر

زید نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو بھید حشر کا کہوں اور جہاں میں پریشانی ڈالوں اور آج نشر پیدا کر ڈالوں۔

ہل مرا تا پردہا بر درم — تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

مجھ کو چھوڑ دو اور اجازت دو تو پردے بھید کے پھاڑوں جس سے گوہر میری ذات کا مثل خورشید کے چمکے۔

تا کسوف آید ز من خورشید را — تا نمائم نخل را و بید را

تاکہ مجھ سے خورشید میں کسوف آجائے جیسا کہ قیامت کو ہوگا ایسا بیان کروں اور نخل خرما اور بید کو ظاہر کر دوں کہ فلاں مثل خرما کے رطب سے پُربار ہے اور فلاں مثل بید کے بے بار۔

وا نمایم روز رستاخیز را — نقد را و نقد قلب آمیز را

اور کیفیت روز قیامت کھول دوں جیسیں نقد قلب آمیز ہر ایک کا ظاہر ہو جانے گا

دستہا ببریدہ اصحاب شمال — وا نمایم رنگ کفر و رنگ آل

زیدا اصحاب شمال کے ہیں کہتے ہیں کہ ان کے ہلاک کی کیفیت ظاہر کروں جس کو سن کر یہ بائیں ہاتھ والے یعنی گنہگار جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اپنی خرابی کو جانیں اور رنگ کفر جو سیاہ ہے اور رنگ اسلام کو جو سرخ ہے دکھاؤں کہ یہ حال کفر کا ہے اور یہ اسلام کا ہے۔

وا کشایم ہفت سوراخ نفاق — در ضیائے ماہ بے خسف و محاق

اور وہ سات سوراخ جو نفاق کے ہیں ان کو کھول دوں (ہفت سوراخ مراد درکات دوزخ ہے کہ سات ہیں) از لبس تیرہ و تاریک اور نیز روشنی ماہ سے جو نکوکار ہیں اور ایسے ماہ جن کو خسوف و محاق نہیں جیسے یہ ماہ میں خسوف بھی آجاتا ہے اور ہر مہینہ محاق میں جو تحت شعاع آفتاب میں ڈوبا رہتا ہے پڑ جاتا ہے۔

وانمائم من پلاس اشقیا　　　　بشنوانم طبل وکوس انبیاً

اشقیا کو پلاس نصیب ہے وہ بھی دکھا دوں ۔ انبیاً کے طبل وکوس کی آواز بھی سنوا دوں کہ کیسا ڈنکا بادشاہی کا بجا رہے ہیں اور اشقیاً کیسی ذلت وخواری میں ہیں ۔

دوزخ وجنات برزخ درمیاں　　　　پیش چشم کافرم آرم عیاں

دوزخ اور جنتیں جنمیں بالفعل برزخ ہو رہا ہے اور کافر اسی برزخ کے باعث ان کے منکر ہیں ابھی ان کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دوں ۔

وانمائم حوض کوثر را بجوش　　　　کاب بر روشاں زند بانگش بگوش

حوض کوثر کے بھی منکرین منکر ہیں میں اس کو بھی جوش مارتا ہوا دکھا دوں ایسا کہ پانی اُن کے روبرو ہوا ور آواز جوش ان کے کان میں پہنچے ۔

واںکہ تشنہ گرد کوثر مے دوند　　　　یک بیک را نام گویم کہ کہ اند

اور وہ لوگ جو پیاسے اُس کے گرد پھرتے ہیں اور دوڑ دوڑ کے آتے ہیں ایک ایک کا نام بتا دوں کہ کون کون ہیں ۔

مے لباید دوشش شاں بر دوش من　　　　نعرہا شاں مے رسد در گوش من

ان کے دوش میرے دوش سے لگے ہیں اور ان کے نعرے میں کان میں چلے آتے ہیں

اہل جنت پیش چشم ز اختیار　　　　درکشیدہ یکدگر را درکنار

اور تمام اہل جنت کو جوان کے اختیار میں ہے میری آنکھ کے سامنے ایک دوسرے سے بغلگیر ہیں ۔

دست یکدگر زیارت می کنند　　　　وز لباں ہم بوسہ غارت می کنند

ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں اور لبوں سے بھی ہاتھوں کے بوسے لوٹتے ہیں

کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ　　　　از حنین و نالہ و احسرتاہ

اور وہ آوازہ آہ آہ اور گریہ دردناک اور نالہ واحسرتاہ کا ہو رہا ہے دوزخیوں سے وہ بھی میرے کان میں ایسا آرہا ہے جس سے میرے کان بہرے ہوگئے ۔

ایں اشارتہاست گویم از نغول　　　　لیک مے ترسم ز آزار رسول

یہ اشارے دُور کے ہیں اور سب کا مل کر میں کہہ رہا ہوں ۔ لیکن خوف ونا راضی رسول مقبول سے کہ حکم اخفا کا فرماتے ہیں مفصل اور بیّن نہیں کہہ سکتا ۔

ہمچنیں مے گفت سرمست و خراب　　　　داد پیغمبر گریبانش بتاب

اسی طرح وہ کہہ رہا تھا درانحالیکہ مست ومدہوش تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا گریبان اینٹھ دیا یعنی اس کا گلا بند کر دیا اور منع فرمایا ۔

فائدہ یہاں دنیا سے بہشت اوپر ستر سو سال کی مسافت ہے ایسے ہی دوزخ نیچے ستر سو سال لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دونوں کو بیک [illegible] دیکھ رہا ہوں یہ تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک غلام کا حال ہے آقا کا حال کیا ہوگا بلکہ یہی کیفیت ہر میت کی مرتے وقت ہوتی ہے جیسے فقیر آگے چل کر عرض کرے گا ۔

حارث انصاری کو علم غیب حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ دنیا میں ہی اپنی آنکھوں سے بہشت و دوزخ کو دیکھتے تھے چنانچہ شرح عین العلم جلد اوّل میں ہے ۔

فی روایۃ الطبرانی و ابونعیم　　　　یعنی طبرانی میں حارث بن مالک انصاری

عن الحارث بن مالك الانصاری قال مررت بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال کیف اصبحت یاحارث قلت اصبحت مؤمنا حقا فقال انظر ما تقول فان لکل شیٔ حقیقۃ فما حقیقۃ ایمانک قلت قد عرفت نفسی عن الدنیا واسھرت لذلک عینی لیلی واظمأت نھاری وکانی انظر الی اھل الجنۃ یتزاورون فیھا وکانی انظر الی اھل النار یتضاغون وفی روایۃ یتعادون فقال یا حارث عرفت فالزم وفی روایۃ ابن عساکر قال علیہ السلام وانت امرء نور اللہ قلبہ فالزم۔

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا اے حارث تو نے کیونکر صبح کی۔ میں نے کہا میں اس حال میں صبح کی کہ میں سچا ایماندار ہوں آپ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے کہ تحقیق ہر شے کے لئے حقیقت ہے تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے میں نے کہا کہ میں نے جان لیا اپنے نفس کو دنیا سے۔ رات کو میں نے اپنی آنکھ کو بیدار رکھا اور میں دن میں پیاسا رہتا تھا کہ میں دیکھتا ہوں اہل جنت کی طرف کہ وہ باہم زیارت کر رہے ہیں اور دیکھتا ہوں میں اہل جہنم کی طرف کہ وہ شور کر رہے ہیں اور چلا رہے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تو ایک مرد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قلب کو منور کر دیا پس لازم پکڑ رکھو۔

فائدہ اس روایت سے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا غیب جاننا ثابت ہوا۔

انتباہ نمونہ کے طور چند ہستیوں کے علوم کا ایک معمولی حصہ ذکر کیا ہے اگر اسے پھیلایا جائے تو بہت بڑا دفتر ہو جائے۔ ہوشمند کے لئے کافی ہے بے ہوش کو ہزاروں دفتر ناکافی۔

باب ۶

علوم الاولیاءؒ

سلسلہ وحی نبوت کے انقطاع سے الہام کا انقطاع کسی کا قول نہیں بلکہ معتزلہ خوارج کے سوا الہام کا صدور اولیاءؒ تا قیامت جاری ہے اسے الہام کے علاوہ کشف اور علم لدنی بھی کہا جاتا ہے۔ اہلسنت کے علاوہ وہابیہ دیوبندیہ کے تمام فرقے اس کے قائل ہیں غیر مقلدین وہابیہ کا محقق سلمان منصور پوری اپنی مشہور کتاب رحمۃ للعالمین ص۲۴۸ ج ۳ میں لکھتا ہے۔

"درجہ سوم: وہ علم ہے جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے یہ علم عبودیت کا ثمرہ اور متابعت احکام حقہ کا پھل ہوتا ہے۔ جب کمال انقیاد کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے تب جواد مطلق کی جانب سے وہ معارف ایمانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیئے جاتے ہیں، جس تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا۔ ایسا علم خود اپنے لئے دلیل بھی ہے اور دوسرے کے لئے مدلول بھی۔"

اس کے دلائل فقیر نے کتاب الفراستہ اور الہام اور العلم اللدنی میں عرض کر دی ہے یہاں اولیاء کرام کی علمی وسعت کے چند واقعات و حوالہ جات حاضر ہیں۔

① حضرت عارف ربانی قطب اقطاب شیخ ابوالحسن الشاذلی۔ قدس سرہٗ

لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم

کہ اگر شریعت کی لگام میری زبان پر نہ

بما یکون فی غد و لبعد غد الی یوم القیمۃ قال صاحب جامع اصول الاولیاء وقد اخبر من بعدہ بسیدے شمس الدین الحنفی فقال یظہر بمصر شاب یعرف بالشاب الادیب حنفی المذہب اسمہ محمد ابن الحسن وعلی خدہ الایمن خال وھوا بیض اللون مشرب حمرۃ و لعینہ حور و یتربی یتیما فقیرا ویکون خامس خلیفۃ من بعدی ویشتھر فی زمانہ ویکون لہ شان عظیم وقد کان کذالک۔

ہوتی تو میں کل سے لے کر قیامت تک تمام واقعات کی تم کو خبر دے دیتا صاحب جامع اصول الاولیاء فرماتے ہیں کہ عارف مذکور کا صرف دعویٰ نہیں تھا بلکہ آپ نے علامہ شمس الدین الحنفی کی خبر پیدائش دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ شہر مصر میں ایک جوان پیدا ہوگا جو الشاب الادیب کے لقب سے مشہور ہوگا اور اس کا نام محمد بن الحسن اور وہ حنفی المذہب ہوگا۔ اس کا رنگ سفید مائل بسرخی اور داہنے رخسارے پر ایک خال اور آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ ہوگی۔ یتیمی اور فقیری کی حالت میں وہ پرورش پائے گا اور اپنے زمانہ میں وہ میرے بعد پانچواں خلیفہ ہوگا اور وہ اپنے دور میں مشہور اور بڑی شان کا مالک ہوگا۔

چنانچہ ویسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا۔

② امام ابن عابدین شامی رد المحتار ص۳۰۴ ج ۱ پر سیدی محمد شاذلی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومنھم ختم دائرۃ الولایۃ

اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت

قطب الوجود سیدی محمد الشاذلی البکری الشہیر بالحنفی الفقیہ الواعظ۔ احد من صرفہ اللہ تعالیٰ فی الکون ومکنہ من الاحوال ونطق بالمغیبات و خرق لہ العوائد قلب لہ الاعیان

کے خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں اور یہ ان اولیا میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے امور تکوینیہ میں تصرف عطا کیا تھا اور انہیں حالات پر قابو دے دیا تھا انہوں نے غیب کی خبریں دیں اور بے شمار امور خارقہ للعادات ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔

فائدہ اس حوالہ میں نہ صرف اولیاء کرام کے لئے علم غیب کا ثبوت ہے بلکہ ان کے تصرفات فی الامور التکوینیہ کی تصریح بھی ہے۔

(۳) حضرت قطب ربانی امام شعرانی سے حضرت علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ میں نقل فرماتے ہیں۔

قَالَ فِیْ لَطَائِفِ الْمِنَنِ اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی غَیْبٍ مِّنْ غُیُوْبِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِنُوْرٍ مِّنْہُ بِدَلِیْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ لَا یَسْتَغْرِبُ وَھُوَ مَعْنٰی کُنْتُ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ فَمَنْ کَانَ الْحَقُّ بَصَرَہٗ فَاطِّلَاعُہٗ عَلٰی غَیْبِ اللّٰہِ لَا یَسْتَغْرِبُ۔

لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجب نہیں اس حدیث سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ فرماتا ہے میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے پس اس کا غیب

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جز الخامس) پر مطلع ہونا کیا بعید ہے۔

فائدہ جہاں امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ولی اللہ کے علم غیب کا ثبوت دیا ہے وہاں علم فراستہ کا بھی پتہ دیا ہے جسے ہم علم لدنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ حدیث فراستہ اتقوا فراسۃ المومن کی رو سے ولی اللہ سے کوئی شئے پوشیدہ نہیں کنت سمعہ الذی یبصر بہ الخ کے موافق اگر بندہ کو اطلاع علی الغیب ہوتی ہے تو کونسی عجیب بات ہے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر میں حضرت ابو سلیمان درانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

(۴) الفراسۃ مکاشفۃ النفس ومعاینۃ الغیب للغیب مبادی ولواحق فمبادیہ لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فھو ما اظھرہ اللہ علی بعض احیائہ لوحۃ عملہ وخرج ذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذلک اذا تنور الروح القدسیۃ وازداد نوریتھا و اشراقھا بالاعراض عن ظلمۃ

فراست نفس کے مکاشفہ اور غیب کے معائنہ کو کہتے ہیں غیب کے مبادی بھی ہیں اور لواحق بھی لیکن مبادی پر نہ کوئی ملک مقرب اطلاع پاتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل باقی رہے۔ لواحق تو ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بعض احباء پر ان کے عمل کے مطابق مطلع فرماتا ہے اور یہ غیب اضافی ہے کیونکہ جب روح قدسیہ منور ہو جاتی ہے اور عالم حس کی ظلمت سے اعراض کرنے آئینہ دل کو طبیعت کے زنگ سے صاف کرنے

عالم الحس وتخلية القلب عن كدر الطبيعة والمواظبة على العلم والعمل وفيضان الانوار الالهية حتى يقوى النور وينبسط فى فضاء قلبه فتنعكس فيه النقوش المرتسمة فى اللوح المحفوظ ويطلع على المغيبات ويتصرف فى اجسام العالم السفلى بل يتجلى حينئذ الفياض الاقدس بمعرفته التى هى اشرف العطايا فكيف بغيرها

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

...علم وعمل اور مواظبت اور فیضان انوار الہیہ کی وجہ سے یہ نور اور زیادہ قوی ہو کر فضاء قلب پر چھا جاتا ہے پس دل میں لوح محفوظ کے نقوش مرتسم ہو جاتے ہیں اور مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی کے اجسام میں تصرف کرتا ہے بلکہ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور اسے جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو اشرف عطایا ہے تو اور کوئی چیز اس سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

فائدہ حضرت ملا علی کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ صالحین کاملین اور عارفین باللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی کیونکہ جب ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مخفی نہ رہی تو اور کوئی چیز کیسے مخفی رہ سکتی ہے اور یہی علم کلی ہے پس یہ علم جب عام صالحین کاملین کو ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام کاملین اور عارفین کے سرتاج ہیں انہیں یہ علم کیوں کر نہ حاصل ہوگا۔

(۵) اسی مرقات میں ملا علی قاری کی کتاب عقائد تالیف شیخ ابو عبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

يَنْتَقِلُ فِى الْاَحْوَالِ حَتّٰى يَصِيْرَ اِلٰى نعت الروحانية فيعلم الغيب۔

بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے پس غیب جانتا ہے۔

اسی مرقات میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا۔

يَطَّلِعُ الْعَبْدُ عَلٰى حَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَيَتَجَلّٰى لَهُ الْغَيْبُ وَغَيْبُ الْغَيْبِ

کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔

(۶) اسی مرقات جلد ۲ باب الصلوٰۃ عَلَى النَّبِيِّ وَفَضْلِهَا میں فرماتے ہیں

اَلنُّفُوْسُ الزَّكِيَّةُ الْقُدْسِيَّةُ اذا تجردت على الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ خَرَجَتْ وَاتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى وَلَمْ يَبْقَ لَهُ حِجَابٌ فَتَرَى الْكُلَّ كَالْمُشَاهَدِ بِنَفْسِهَا اَوْ بِاِخْبَارِ الْمَلَكِ لَهَا۔

پاک وصاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ پس وہ تمام چیزوں کو مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ خود آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔

(۷) اور امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ

العارف من جعل الله تعالى فى قلبه لوحًا منقوشًا باسرار الموجودات فلا تتحول حركة ظاهرة ولا باطنة فى الملك والملكوت الا يشهدها علمًا وكشفًا۔

عارف وہ ہے جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی ہے جس میں جملہ موجودات کے تمام اسرار منقوش ہیں ملک و ملکوت میں ظاہری و باطنی کوئی شے حرکت نہیں ہوتی جسے وہ اپنے علم وکشف سے نہ دیکھتا ہو۔

(۸) یہی امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

الکامل قلبہ مرآۃ الوجود العلوی والسفلی کلہ علی التفصیل	کامل کا قلب تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ اتم تفصیل ہے۔

۹۔ تفسیر عرائس البیان میں وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ کے تحت مرقوم ہے

وسمعت ایضا من بعض اولیاء اللہ انہ اخبر ما فی الرحم من ذکر وانثی ورایت بعینی ما اخبر	یعنی میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا ہے کہ انہوں نے ما فی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔

اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ انہوں نے جیسی خبر دی ویسا ہی وقوع میں آیا۔

(۱۰) بستان المحدثین میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "نقل میکنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزندے نزیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید شیخ فرمود از پشت تو فرزندے خواہد بر آمد کہ بعلم خود دنیا را پر کند۔ یعنے شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ ایک روز بیقرار اور پریشان ہو کر شیخ کی خدمت میں جاکر عرض کی۔ شیخ نے فرمایا تیری پشت سے ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ جس کے علم سے دنیا بھر جائے گی" چنانچہ آپ کی پیشینگوئی کے مطابق امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

۱۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں شیخ ابو الرضا کا قول نقل فرماتے ہیں کہ

"کہ اگر ایک چیونٹی تحت الثریٰ میں ہو اور اس کے دل میں سو خیالات ہوں

ہوں تو میں ان میں سے ننانوے خیالات کو جانتا ہوں۔

فائدہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء کے علم ما فی الصدور کا یہ حال ہے تو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

۱۲ عارف باللہ مولانا رومی قدس سرہ اولیاء کرام کے علم غیب کے متعلق فرماتے ہیں۔

ایں طبیبان بدن دانشورند — بر سقام تو ز تو واقف ترند

یہ طبیب ظاہر بدن کے کیسے دانش والے ہیں کہ تیری بیماریوں پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں۔

تا ز قارورہ ہمے بینند حال — کہ ندانی تو از اں رو اعتلال

قارورہ سے تیرا حال دیکھتے ہیں کہ تو اس صورت سے اعتدال کو نہیں جانتا۔

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم — بو برند از تو بہر گونہ سقم

نبض سے بھی اور رنگ سے بھی اور سانس یا خون سے بھی تیرے سینکڑوں سقم کی بو پا لیتے ہیں۔

پس طبیبان الٰہی در جہاں — چوں ندانند از تو اسرار نہاں

پس جب ظاہری طبیبوں کا یہ حال ہے تو طبیب الٰہی کیسے تیرے اسرار پوشیدہ نہ جانیں۔

ہم ز نبضت ہم ز چشمت ہم ز رنگ — صد سقم بینند از تو بے درنگ

وہ بھی تیری نبض و چشم و رنگ سے تیرے سینکڑوں سقم بے تامل دیکھتے ہیں۔

ایں طبیباں نو آموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بود

کاملاں از دُور نامت بشنوند — تا بقعرِ تار و پودت در روند

یہ بھی وہ جو خود نو آموز ہیں کہ ان کو ان علامتوں کی حاجت پڑتی ہے اور جو کامل ہیں اُن کی کیفیت کہ دُور سے تیرا نام سُن لیں اور تیرے تن کی تار و پود میں گھس جائیں۔

بلکہ پیش از زادن تو سالہا — دیدہ باشندت بچندیں حالہا

کہ تیرے پیدا ہونے سے پہلے برسوں کا حال تیرا اُن کا دیکھا ہوا ہے۔

حالِ تو دانند یک یک مو بمو — زانکہ پُر ہستند از اسرارِ ہو

اور تیرے ایک ایک بال کے حال کو وہ جانتے ہیں اس واسطے کہ اسرارِ الٰہی سے بھرے ہوئے ہیں۔

[۱۴] بایزید بسطامی کو علم غیب

متعدد مستند کتب کے علاوہ حضرت مولانا رومی قدس سرہ کی مثنوی شریف میں ہے

آں شنیدستی داستانِ بایزید — کہ زحالِ بوالحسن از پیش دید

تونے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کہانی سنی ہے کہ انہوں نے ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا حال ان کے پیدائش سے پہلے دیکھ لیا۔

روزے آں سلطانِ تقوی میگذشت — با مریدان جانبِ صحرا و دشت

ایک دن وہ تقوی کے شہنشاہ مریدان باصفا کے ساتھ ایک جنگل سے گذر رہے تھے۔

بوئے خوش آمد مرا او را ناگہاں — در سوادِ رے ز حدِ خارقاں

اچانک سوادِ رے و خرقان (دونوں شہر ہیں) سے خوشبو آئی۔

ہم در انجا نالۂ مشتاق کرد — بوئے را از باد استنشاق کرد

وہیں نعرۂ مشتاقانہ مارتے تھے اور خوشبو ہوا سے سونگھتے تھے۔

بوئے خوش را عاشقانہ میکشید — جان او از باد بادہ مے چشید

جیسے عاشق کسی بو کا اس کو بار بار کھینچتا ہے اور اس باد سے جان ان کی بادہ چشی کرتی تھی یعنے مست ہوتی تھی۔

چوں درو آثارِ مستی شد پدید — یک مریدا و را درآں دم در رسید

جب اُن میں آثار مستی کے ظاہر ہوئے تو مریدوں میں سے ایک مرید فوراً اس بات کو پہنچ گیا۔

پس بپرسیدش کہ ایں احوالِ خوش — کہ برونست از حجابِ پنج و شش

اور پوچھا کہ یہ حوالِ خوش جو حجاب پنج حس اور شش جہت سے باہر ہے۔

گاہ سرخ و گاہ زرد و گہ سپید — مے شود رویت چہ حالست و نوید

جس سے کبھی منہ تمہارا سرخ ہوتا ہے کبھی زرد۔ کبھی سپید۔ کیا حال اور کیا بشارت ہے۔

مے کشی بوئے بظاہر نیست گل — بیشک از غیب است واز گلزارِ کل

کیا بات ہے کہ گل تو بظاہر ہے نہیں اور بو کھینچتے ہو بے شک کوئی غیب اور گلزار سے پہنچتی ہے۔

قطرۂ برریز بر ما زاں سبو — شمۂ زاں گلستاں با ما بگو

اپنے اس سبو سے ایک قطرہ ہم کو بخشو اور ایک شمۂ اس گلستان سے ہمارے سامنے بھی بیان کرو۔

گفت ازیں سو بوئے یارے میرسد — کاندریں دہ شہریارے میرسد

بایزید نے کہا ادھر سے مجھ کو بُو ایک یار کی آتی ہے اور اس گاؤں میں ایک شہریار پیدا ہوگا

بعد چندیں سال مے زاید شہے ۔۔۔۔ مے زند بر آسمانہا خرگہے

اتنے برسوں کے بعد ایک بادشاہ پیدا ہوگا کہ اپنا خیمہ آسمانوں پر کھڑا کرے گا۔

رولیش از گلزار حق گلگوں بود ۔۔۔۔ از من او اندر مقام افزوں بود

اور وہ گل گلزار حق سے ہوگا۔ لہٰذا منہ اُس کا گلگوں ہوگا اور مقام و مرتبہ میں مجھ سے بڑھ کر ہوگا۔

چیست نامش گفت نامش بوالحسن ۔۔۔۔ حلیہ اش واگفت زابرو و ذقن

پوچھا اس کا نام کیا ہے فرمایا بوالحسن پھر ان کا حلیہ ابرو ذقن بیان کردیا۔

قد او و رنگ او و شکل او ۔۔۔۔ یک بیک واگفت از گیسو و رو

اور قد اور رنگ ایک ایک کرکے بیان فرمایا اور گیسو اور چہرے کا۔

بر نبشتند آنزماں آن تاریخ را ۔۔۔۔ از کباب آراستہ آن سیخ را

الغرض جس وقت یہ نشان و نام ابوالحسن کے انہوں نے بیان کئے۔ اُسی وقت سب کو لکھ لیا اور تاریخ کے ساتھ جملہ نشان و صفات گویا وہ تاریخ ایک سیخ تھی کہ اس کو ان نشانوں کے کباب سے آراستہ کیا۔

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست ۔۔۔۔ زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

پس جب وہ وقت و تاریخ راست آئی وہ شاہ یعنی ابوالحسن اُس زمین سے پیدا ہوئے

از پسِ آں سالہا آمد پدید ۔۔۔۔ بوالحسن بعد از وفاتِ بایزید

اتنے ہی برسوں کے بعد بعد وفات بایزید کے بوالحسن پیدا ہوئے۔

جملہ خوہائے او ز امساک و جود ۔۔۔۔ آنچناں آمد کہ آں شاہ گفتہ بود

جملہ عادتیں اُن کی خواہ امساک خواہ جود سب میں ویسی ہی تھیں جیسی بایزید نے

بتائی تھیں۔

لوح محفوظ است او را پیشوا ۔۔۔۔ از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

اور کیوں نہ ہوتیں۔ اس واسطے کہ اُن کی لوح محفوظ پیشوا تھی جس کا نام محفوظ اسی سبب سے رکھا ہے کہ خطا سے محفوظ ہے۔

نے نجوم است و نہ رمل ست و نہ خواب ۔۔۔۔ وحی حق واللّٰہ اعلم بالصواب

نہ وہ نجوم ہے۔ نہ رمل۔ نہ خواب جس میں غلطی ہو۔ وحی حق ہے اور اللّٰہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

از پئے روپوش عامہ در بیاں ۔۔۔۔ وحی دل گویند او را صوفیاں

لیکن عام سے چھپانے کو صوفیوں نے اس کا نام وحی دل رکھا ہے۔

وحی دل گیرش کہ منظر گاہِ اوست ۔۔۔۔ چوں خطا باشد چو دل آگاہ اوست

تو بھی اس کو وحی دل مان اس لئے کہ دلِ منظر گاہ خدا کا ہے اور اس سے آگاہ۔ پھر وحی دل میں کیسے خطا ہو۔

مومن ینظر بنور اللّٰہ شدے ۔۔۔۔ از خطا و سہو بیروں آمدے

جب تو مومن ینظر بنور اللّٰہ میں داخل ہوا۔ تو سہو و خطا سب سے نکل گیا۔ یعنی مؤمن اللّٰہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

فائدہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادماں خادم اور ادنیٰ امتی کی حیثیت سے ہیں کہ جو کچھ بتایا سرِمو فرق نہیں بلکہ آج ہمارا سلسلہ نقشبندیہ کی بہار اسی علم غیب کی مرہونِ منت ہے کہ اس سلسلہ کی کڑی صدیق اکبر رضی اللّٰہ عنہ تک بواسطہ بوالحسن معرفت بایزید بسطامی رضی اللّٰہ

عنہما بدبختی ہے منکر علم غیب کا لاکھ انکار کرے سلسلہ نقشبندیہ بلکہ سلسلہ اویسیہ سارے کا سارا منکر کا منہ کالا کر سکتا ہے جبکہ ان دونوں کے علاوہ ہر سلسلہ میں اس قسم کے ہزاروں اولیاء کرام ہیں علم غیب کے طریقہ کار جاری و ساری بچے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہیں گے۔

غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا علم غیب

(۱) قصیدہ غوثیہ شریف میں خود فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعًا ۔۔۔ کخردلۃ علی حکم اتصال

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو ایسے دیکھا جیسے رائی کا دانہ ہاتھ کی ہتھیلی پہ۔

(۲) غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائص فی بحار علم اللہ

مجھے رب العزت کی قسم بے شک سعدا اور اشقیا مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں

(زبدۃ الاسرار و بہجۃ الاسرار ص۲۲)

(۳) غوث اعظم کا فرمان ہے۔

لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یری ما فی بواطنکم وظواھرکم

اگر میری زبان پر شریعت کی رکاوٹ کی لگام نہ ہو تو میں تم کو ان سب چیزوں کی خبر دے دوں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور رکھتے ہو۔ تم سب حضرات میرے سامنے شیشے کی بوتلوں کی طرح ہو۔ جن کے ظاہر اور باطن سب کچھ نظر آتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ص۲۴ سطر ۱۵، ۱۶، تفریح الخاطر ص۳۴، ۴۸، سفینۃ الاولیاء)

غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لو انکشفت عورۃ لمریدی بالمغرب وانا بالمشرق لسترتھا

اگر میرا مرید مغرب میں ہو اور اس کا ستر کھل جائے تو میں مشرق میں ہوں تو میں اس کے ستر کی پردہ پوشی کرتا ہوں۔

(بہجۃ الاسرار ص۹۹)

فرمایا

مریدی لا تخف واش فانی ۔۔۔ عزوم قاتل عند القتال (قصیدہ غوثیہ)

اے میرا مرید دشمن سے خوف نہ کر اس لئے کہ میں ہی اس کے مقابلہ کے لئے کافی ہوں

تجربہ اویسی غفرلہٗ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے نسبت قوی ہو تو الحمد للہ اب بھی آپ اپنے مریدوں کی مدد فرماتے ہیں۔ فقیر نے بارہا آزمایا ہے آپ بھی آزمالیں۔

زمین ناخن پر

اولیاء اللہ کے سامنے ساری زمین ناخن کے برابر ہے چنانچہ مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نفحات الانس فی حضرات القدس میں ارقام فرماتے ہیں حضرات خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ مے فرمودند کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان مے گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ البیت و ما مے گوئیم کہ چوں روئے ناخن است ہیچ از نظر ایشاں غائب نیست۔ یعنی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ

کی نظر میں زمین مثل ایک خوان کے ہے اور میں کہتا ہوں کہ مثل روئے ناخن کے ہے کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں ۔

کل مخلوق کو بیک وقت دیکھنا اور ان کی آواز سننا

قطب الوقت حضرت علامہ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

ولقد رأیت ولیا بلغ مقاما عظیما وھو انہ یشاھد المخلوقات الناطقۃ والصامتۃ والوحوش والحشرات والسموت ونجومھا والارضین وما فیھا وکرۃ العالم باسرھا تستمد منہ ویسمع اصواتھا وکلامھا فی الخطفۃ

(الابریز شریف)

یعنی تحقیق دیکھا میں نے ایک ولی کو کہ پہنچ گیا بڑے مقام پر کہ وہاں سے کل مخلوقات ناطقہ وصامتہ ووحوش وحشرات اور آسمانوں اور تاروں اور تمام زمینوں اور مافیہا کو دیکھتا ہے اور کرۂ عالم کا معائنہ کرتا ہے اور سب کی آوازیں اور کلام کو ایک لحظہ میں سنتا ہے ۔

فائدہ اس کتاب ابریز شریف کی فضلائے دیوبند نے نہ صرف تائید کی ہے بلکہ اس کا ترجمہ بھی شائع کیا ہے یاد رہے کہ ولی اللہ کیلئے اشکال وہ کرے گا جسے شان ولایت سے بے خبری ہے ورنہ یہی کام تو ایک فرشتے کے لئے منکرین خود بھی مانتے ہیں اور یہ قاعدہ بھول جاتے ہیں کہ تمام ملائکہ سے اولیاء کا مرتبہ زیادہ ہے ۔

باب ۷

علم الغیب لغیر اللہ

جن امور کو مخالفین علم غیب کہتے ہیں وہ صرف انبیاء و اولیاء علی نبینا و علیہم السلام بالخصوص سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بیان کی جائیں تو وہ بلا تاخیر شرک کا فتویٰ جڑ دیں گے اگر ان کے سوا اور چیزوں مثلاً ملائکہ ۔ حجر اسود ۔ لوح محفوظ وغیرہ وغیرہ کے لئے بیان کرو تو کہیں گے یہ عین توحید ہے حالانکہ تمام جملہ اشیاء حضور علیہ السلام کے سامنے ذرۂ بے مقدار ہیں فقیر اس باب میں چند نمونے عرض کرتا ہے ۔

گنبد خضرا میں مکین فرشتہ

حدیث شریف میں ہے کہ

عن عمار بن یاسر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق کلھا قائم علی قبری الی یوم القیمۃ فما من احد یصلی علی صلوۃ الا بلغنیھا ۔

(رواہ الطبرانی والزرقانی فی شرح المواھب)

یعنی طبرانی اور زرقانی میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فرشتہ روضۂ نبوی پر متعین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قوت سماعت اس قدر عطا فرمائی ہے کہ تمام انسانوں اور جنوں کا درود (خواہ شرق زمین کے کسی ملک یا گاؤں سے بھیجیں) سُن

لیتا ہے اور وہ فرشتہ سب کے درود نام
بنام حضور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُو
برو پیش کرتا ہے۔

فائدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک کے خادم کی تو یہ قدرت اور قوت کہ تمام روئے زمین کے تمام درود خوانوں کا درود شریف خود سنتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں نام بنام مع ولدیت اور قومیت عرض کرتا ہے۔ حالانکہ منکرین و مخالفین کے عقیدہ کے مطابق دور نزدیک سے ہر وقت سننا خاصۂ خدا ہے اور غیر کے واسطے تسلیم کرنا شرک ہے تو پھر بھلا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ شرک فرشتہ کے حق میں کیوں جائز رکھا۔ حقیقت میں دور و نزدیک سے کسی نبی یا ولی کا کسی کی آواز کو سن لینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے عین مطابق ہے یہ شرک نہیں ہے۔

انتباہ ایک ادنیٰ خادم یعنے فرشتہ جو جہان بھر کے درود شریف سُن لیتا اور جانتا ہے اُس میں تو اتنی طاقت اور قدرت ہے تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس خادم اور غلام سے بھی علم و سماعت میں کمتر ہیں کہ وہ خود سُن نہیں سکتے اور ان میں اتنی طاقت شنوائی نہیں یہ کسی پاگل کا تصور تو ہوسکتا ہے کہ جو سرہانے پر خدمت کے لئے خادم اور نوکر ہے وہ تو سب کچھ جانتا اور سب کچھ سنتا ہے لیکن اس کا آقا بے خبر ہے (معاذ اللہ) ع

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

انکشاف حقیقت یہ ہے کہ مخالفین کا اصلی عقیدہ وہی ہے کہ نبی مر کر مٹی میں مل گیا (تقویۃ الایمان) اب کھل کر تو اس عقیدہ کو ظاہر نہیں کر سکتے کہ عوام سے مار پڑتی ہے اسی لئے اس کے لوازمات کا انکار کرتے چلے جا رہے ہیں۔

ملک الموت کا علم و قوت

مخالفین کہتے ہیں کہ ہر جگہ اور ہر مقام ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے ممکن نہیں کیونکہ یہ خاصہ اللہ تعالیٰ ہے اگر کوئی ایسا اعتقاد کسی نبی یا ولی یا فرشتہ پر رکھے تو وہ مشرک ہے ان کا یہ محض دھوکہ اور مغالطہ ہے کیونکہ کتب احادیث اور تفاسیر کے مطالعہ سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفت اوروں کو بھی عطا فرمائی ہوئی ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہو سکتے صفت سے انکار کرنا صرف ضلالت بلکہ کفر ہے۔

تفسیر معالم التنزیل۔ کتاب طے الفراسخ الی منازل البرازخ اور زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں مرقوم ہے کہ ملک الموت جن و انس اور تمام حیوانات کے ارواح کا قابض ہے اور دنیا اُس کے روبرو ایک دسترخوان کی طرح ہے ایک روایت ہے کہ طشت کی مانند ہے۔

فائدہ غور فرمایئے کہ ایک آن یا ایک منٹ میں دنیا بھر میں کس قدر لاتعداد اور بے شمار مخلوق جن و انس چرند پرند اور کیڑے مکوڑے وغیرہ مرتے ہیں خصوصاً جنگ و جدل اور ایام وبا وغیرہ میں تو ذرا دیر ہی نہیں لگتی اور معمول سے زیادہ اموات ہوتی ہیں باوجود اس کے یہ سمجھ نہیں آتا کہ ملک الموت کس طرح ہر جگہ موجود ہوتا اور ان کو جانتا ہے یہی وہ راز ہے جس کو منکرین نہیں سمجھ سکے۔ اور اپنی ناسمجھی سے مسلّم مسئلہ سے انکار کر کے اپنے ایمان کو ضائع کر رہے

ہیں۔ اگر یہ بات ان کی سمجھ میں آجائے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیا کرام کا اپنے ہر ایک نام لیوا یا مرید کو جاننا ان کے ہاں تشریف فرما ہونا کوئی دشوار اور بعید از عقل معلوم نہیں ہوگا لیکن ملک الموت کے لئے سر تسلیم خم اور نبی و ولی کے لئے فتوائے شرک۔

حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

یجیئ ملک الموت حتیٰ یجلس عند رأسہ — یعنی ملک الموت سکرات اور جانکنی کے وقت ہر مریض کے سرہانے ہوتا ہے خواہ وہ مریض مؤمن ہو یا کافر۔

فائدہ اس قسم کی تفصیلی روایات فقیر کے رسالہ ملک الموت حاضر و ناظر کا مطالعہ کیجئے اور شرح الصدور وسطے الفرائخ وکتاب الروح میں بھی موجود ہیں۔

دُنیا دسترخوان ملک الموت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ خادموں سے ہیں لیکن افسوس کہ مخالفین اس کے لئے عقیدہ رکھتے بلکہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کے لئے شرک کا عقیدہ بتاتے ہیں۔ (براہین قاطعہ)۔

اس سے قارئین خود سوچیں کہ یہ لوگ نبوت کو کیا سمجھتے ہیں جبکہ نبوت سے کم درجہ ملائکہ کے لئے یقین رکھتے ہیں۔

علوم الملائکہ والحور والغلمان مخالفین کے صرف اہل علم والصاف سے گذارش ہے کہ ملائکہ قدوسی ہوں یا کروبی لاہوتی

ہوں یا جبروتی یا ہوتی ہوں یا ناسوتی ملأ الاعلیٰ ہوں یا مقربین عام ملائکہ کی تو بات ہی کیا ہے تفصیلی طور ان سب کے علوم کی وسعت سامنے رکھ کر اندازہ لگایئے کہ یہ سب درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گداگر ہیں اس کے بعد غور و فکر کریں کہ جس کے گداگروں کے علوم کا یہ حال ہے ان کے آقا و مرشد اور نبی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی وسعت کیا ہوگی۔

بہشتی اور دوزخی سورۃ اعراف اور سورۃ مدثر میں اللہ تعالیٰ نے بہشتی اور دوزخی کا مکالمہ بیان فرمایا مثلاً:

فی جنت یتساءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین الخ (مدثر پ ۲۹) — بہشتی بہشتوں کے باغات میں پوچھتے ہیں مجرموں سے تمہیں دوزخ میں کیا بات لے گئی دوزخیوں نے جواب دیا ہم دنیا میں نماز نہ پڑھتے تھے۔

فائدہ جنت و دوزخ کی درمیانی مسافت ایک لاکھ چالیس سو سال ہے اس سے اندازہ لگائیں جب ایک عام بہشتی اور دوزخی (کافر وغیرہ) ایک دوسرے کو جان پہچان سے باہم گفتگو ہیں اور ایک دوسرے کی بات سن بھی رہے ہیں لیکن افسوس ہے اس کلمہ گو پر جو بہشتی و دوزخی کے ایسے بڑے امور کو تو مانتا ہے لیکن جب باری آتی ہے امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اسے شرک یاد آجاتا ہے۔

بہشت و دوزخ کنز العمال میں حدیث شریف ہے کہ جب مؤمن اللہ تعالیٰ سے بہشت مانگتا ہے تو بہشت کہتی ہے یا اللہ اسے دیدے

اور جب وہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے تو دوزخ کہتی ہے یا اللہ اسے مجھ سے پناہ دیدے۔

تبصرہ اُویسی غفرلہ بہشت و دوزخ کی مسافت بیان ہو چکی ہے اتنا دور سے بہشتی کو دیکھ لینا اور اس کی آرزو جان لینا جبکہ دعا کا حکم آہستہ مانگنے کا ہے کہ مانگنے والا اندھیری رات اور چھپے ہوئے مکان میں دعا مانگ رہا ہے تو بہشت و دوزخ اسے جانتی اس کی آواز سنتی ہے اس قوم پر کتنا افسوس ہے کہ وہ بہشت کے لئے مانتا ہے جبکہ وہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا ڈیرہ ہے لیکن ڈیرہ کے مالک سے نہ صرف انکار بلکہ فتوےٰ بھی۔

زمین کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

یَوْمَئِذٍ	اس دن وہ (زمین) اپنی خبریں بتائے
تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ	گی اس لئے کہ اس کے رب نے اسے
اَوْحٰى لَهَا (پ ۳۰ س زلزال)	حکم بھیجا۔

تصدیق از حدیث شریف ترمذی شریف میں ہے ہر مرد و عورت نے جو کچھ اس پر کیا اس کی زمین گواہی دے گی کہ فلاں روز یہ کیا فلاں روز…

فائدہ: زمین اپنی خبریں بیان کرے گی اور جو اس پر افعال کئے گئے ان کی خبر دیگی۔

تبصرہ اُویسی غفرلہ جب زمین پر آدم زادے آباد ہوئے کہاں کہاں کس کس نے کیا کیا۔ زمین کو ہر ایک کا نام اور کام تفصیلی معلوم ہے۔ اگر اپنے نبی علیہ السلام کے لئے یہ عقیدہ بتاؤ تو شرک کی مشین حرکت میں آجائے گی۔

مؤذن کی اذان حدیث شریف میں ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے قیامت میں مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گے اس علاقہ کی ہر شے یہاں تک خس و خاشاک بھی وغیرہ وغیرہ (مشکوٰۃ)

تبصرہ اس علاقہ کے ذرات اور خس و خاشاک کا مؤذن کا نام اور کب اور کہاں اور کونسی مسجد کا علم ہے طرفہ یہ کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے یعنی مؤذن کی دل کی گہرائیوں تک مذکورہ بالا اشیاء کا علم مخالفین ماننے کو تیار ہیں۔ لیکن نبوت اور ولایت کے لئے فتوائے شرک۔

عیدگاہ کے راستے حدیث شریف میں ہے عید کے لئے جس راستہ سے جاؤ واپسی پر دوسرا راستہ آؤ تاکہ قیامت میں دو گواہ تمہارے ایمان کی گواہی دیں۔

تبصرہ ہزارہا در ہزارہا عیدیں ہوتی ہیں اور جب سے سلسلہ آمد و رفت شروع ہوا اور نا معلوم کہاں سے کہاں آمد و رفت ہوتی ہے لیکن قیامت میں وہ راستے ہر ایک کا نام لے کر ایمان کی گواہی دیں گے۔ اسے مخالفین مانتے ہیں لیکن . . . . .

اس طرح فقیر ہزاروں دلائل قائم کر سکتا ہے لیکن حیا ہو تو اتنا ہی کافی ہے ورنہ بےحیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

لوح و قلم کے علوم، جملہ ابحاث مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم تھا اور آنے والے واقعات کو اشارۃً اور کہیں صراحۃً بیان فرمایا چنانچہ قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے جس کی تحقیق اوراق میں گذری۔

اب فقیر چاہتا ہے کہ ناظرین کو لوح محفوظ کی سیر کرائے جس سے واضح ہو جائے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاح الامکان ان علوم کو نہ صرف جانتے ہیں بلکہ ان تمام علوم کا مشاہدہ و معائنہ فرمایا۔

وہ آیات جو لوح محفوظ کے متعلق قرآن مجید میں مصرح ہیں۔ دلائل مختصرہ، جنہیں فقیر نے علم غیب فی القرآن میں لکھا ہے۔ اب چند روایات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اوّل ما خلق الله القلم فقال له اكتب قال ما اكتب قال اكتب القدر فكتب ما كان وما هو كائن الى الابد

رواه الترمذی

یعنی ترمذی شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کر کے فرمایا، کہ لکھو۔ قلم نے عرض کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ازل سے ابدالآباد تک ہونے والا ہے پس قلم نے فوراً بحکم ایزدی تمام امورات مقدرہ ماکان وما یکون ابتدائے عالم سے انتہائے موجودات تک (لوح محفوظ) پر لکھا اور کوئی واقعہ یا حادثہ ایسا نہیں ہے جو اس میں مرقوم نہیں ہوا ہو۔

ف: اللہ تعالےٰ نے قلم کو کتنا وسیع علم عطا فرمایا۔ کیا کوئی مخالف اور منکر مذہب حقہ یہ بتلا سکتا ہے کہ قلم سے کیا مراد ہے۔ قلم کس چیز کا تھا، قلم مخلوق ہے یا نہیں۔ قلم کو یہ کل علوم مخفیہ یا غیبیہ کس طرح عنایت ہوئے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قلم سے افضل اور اعلم ہیں یا نہیں؟ اور قلم سے جو کچھ مکتوب و مرقوم ہوا کیا اس سے بھی بڑھ کر اور کوئی علم

ہے یا نہیں؟ غرض جہاں قلم نے لکھا یعنی لوح محفوظ پر۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے بھی افضل و اعلم ہیں یا نہیں؟

لوح محفوظ کا علم حضور

لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم کا ایک حصہ ہے

لوح محفوظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا ایک حصہ ہے چنانچہ امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

فان من جودك الدنيا وضرّتها ومن علومك علم اللوح والقلم

یعنی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا و آخرت دونوں آپ کے خوان جود و کرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح و قلم کا تمام علم جن میں ماکان وما یکون مندرج ہے آپ کے ہی علوم سے ایک علم اور حصہ ہیں۔

ف: حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ زبدہ شرح قصیدہ بردہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ کے علم سے مراد نقوش قدس و صور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھی۔ ان دونوں کی طرف علم کی نسبت ادنیٰ مناسبت کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس قدر علوم ثابت ہیں ان کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے ایک پارہ ہونا اس لئے ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم بہت اقسام کے ہیں مثلاً علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء علوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معارف کہ ذات و صفات حق تعالےٰ سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کے جملہ علوم حضور علیہ السلام کی سطروں سے ایک سطر اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں۔ بایں ہمہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام ہی کے وجود کی برکت سے تو ہیں کیونکہ اگر آپ نہ ہوتے تو لوح وقلم نہ ہوتے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہو گیا کہ علم ماکان ومایکون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سمندروں سے ایک نہر اور آپ کے غیر محدود بحر کنار کی لہروں سے ایک لہر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا کیا کہنا یہ تو آپ کی امت کے اولیاء کی شان ہے کہ ؎

لوح محفوظ است پیش اولیاء　　　ازچہ محفوظ است محفوظ از خطاء

"لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے"۔ (جیسا کہ گذرا)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں"۔ (تفسیر مظہری ص۲۰/۵)

حق اور سچ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ عارفین کاملین پر ہر چیز روشن اور ظاہر ہو جاتی ہے امور غائبہ بھی منکشف ہو جاتے ہیں۔ (فیوض الحرمین ہمعات ص۱۲۱ ہمعہ نمبر ۲)

اولیاء اللہ کو لوگوں کے دلوں کے حالات اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا علم ہوتا ہے (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص۸۵)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اطلاع بر لوح محفوظ ومطالعہ دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول ست (تفسیر عزیزی پ۲۹ سورۃ جن)

لوح محفوظ پر اطلاع اور اس کے نقوش دیکھنا بعض اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے۔

فیصلہ ان حقائق کے باوجود پھر بھی کوئی سرپھرا یہ کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم کائنات میں ہونے والے یا آنیوالے واقعات کا کوئی علم نہ تھا تو وہ اپنی حماقت اور سفاہت کا علاج کرائے۔

قلم کا علم غیب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اسے فرمایا لکھ عرض کی کیا لکھوں فرمایا قضا و قدر تو قلم نے اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونیوالا تھا لکھ دیا (ترمذی، مشکوٰۃ باب القدر، تفسیر روح البیان)

سوال جیسا کہ پوری حدیث ابھی گذری اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول الخلق قلم ہے حالانکہ تم اہلسنت کہتے ہو کہ اول الخلق حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جواب یہ اولیت اضافی ہے یعنی حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد موجودات سے پہلے قلم پیدا کی گئی۔

فائدہ یہ جواب عوام کے لئے ہے محققین نے فرمایا کہ قلم خود نبی پاک صلی اللہ [illegible]

[illegible] کبھی ولایت نور کے نام سے کبھی روح کے نام سے کبھی عرش کے نام [illegible]

فیصلہ قلم کے منہ سے ماکان ومایکون (جو ہوا اور جو ہوگا) ظاہر ہوا تو علم کس چیز کا نام ہے اگر قلم سے نکلے ہوئے امور کا نام علم ہے تو وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ماننا پڑے گا اور اس کے شواہد موجود ہیں کہ جو کچھ ازل سے لے کر بہشت و دوزخ کے داخلہ تک ذرہ ذرہ کے حالات کہنے

بتائے ۔ جس ذات کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے ان کے لئے کہ تو فتویٰ شرک کا ۔ لیکن یہ تو بتاؤ تم ان کے عالم کہاں سے بنے ۔

علوم القرآن

مخالفین کو مسلم ہے کہ قرآن مجید میں ما کان و ما یکون کے ذرہ ذرہ کا علم ہے چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر مشہور ہے ۔ ؎

جمیع العلم فی القرآن ولکن تقاصر عنہ افہام الرجال

تمام علوم قرآن میں ہیں لیکن اس سے عام افہام قاصر ہیں ۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مخالفین کو یوں مسلم ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دنیا میں معلم الکتاب والحکمۃ بنکر مبعوث ہوئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی تعلیم سے نواز کر بھیجا اور ساتھ اپنے علوم کی دستاویز قرآن مجید بھی عطا فرمایا اور یہ مسلم ہے کہ ما کان و ما یکون یعنی علم کلی قرآن مجید میں ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر اتقان میں قرآن سے علوم مستنبطہ کے بیان کے لئے ایک مستقل نوع قائم کر کے فرماتے ہیں اس کے اقتباسات ملاحظہ ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ما فرطنا فی الکتاب من شیء
وقال نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء
(اتقان)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے کتاب میں کچھ کمی نہ فرمائی ۔ نیز فرمایا اور نازل کی ہم نے آپ پر کتاب در آنحالیکہ وہ ہر شے کا بیان واضح ہے ۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

توضیح ۔ مطوّل ۔ اتقان اور مناہل العرفان جملہ اصول کی کتب میں ہے کہ کل شیء میں ہر چیز شامل ہے خواہ روز ازل کی ہو یا روز آخر ۔ دنیا کی ہو یا آخرت کی ۔ آج کی ہو یا کل کی جب قرآن مجید میں کل شیء کے علم کا ثبوت ہے تو پھر وہ کون بدقسمت انسان ہے جو قرآن کے خلاف کہے کہ فلاں شے کا حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا اور فلاں بات نہیں جانتے تھے ۔

قرآن مجید

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ

کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں ہے ۔

فائدہ

آیت میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے یا قرآن مجید ۔ بعض مفسرین نے قرآن مجید بھی مراد لیا ہے اور اس سے واضح ہوگیا کہ کائنات کی ہر تر اور خشک کا بیان قرآن مجید میں ہے اس سے کسی ایک شے کو بھی ہم اپنے طور نفی نہیں کر سکتے اس لئے کہ نفی کے بعد استثنائیہ عموم ہے اور قرآن کا عموم عطیات سے خاص نہیں ہوتا بلکہ خبر واحد بھی اسے خاص نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم نے العموم والخصوص للقرآن میں تفصیل سے عرض کیا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یقیناً ماننا پڑے گا کہ آپ کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے ۔ تفصیل فقیر کی کتاب نور الایمان فی جمیع العلم فی القرآن میں ہے ۔

حجر اسود کو علم غیب

حجر اسود کعبہ کی بغل میں ایک سیاہ پتھر اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔

والله لیبعثن الله یوم القیمۃ لہ عینان یبصر بہما ولسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

بخدا اللہ تعالیٰ حجر اسود کو قیامت میں ایسے اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتا ہوگا اور زبان ہوگی جس سے بولتا ہوگا اور دربارگاہِ الٰہی میں حق کے ساتھ چومنے والوں کی گواہی دے گا۔

تبصرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس قولی حدیث سے واضح ہو کہ حجرِ اسود مسلمانوں کے لئے نافع ہے اور کافروں، منافقوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ حجرِ اسود کا چومنا عبادت ہے۔ قیامت کے دن کام آئے گا کروڑوں مسلمانوں نے اسے بلاواسطہ یا بالواسطہ چوما ہے اور قیامت تک لاتعداد مسلمان اسے چومیں گے وہ اپنے چومنے والوں کو قیامت کے دن پہچانے گا اور بحضور رب العالمین ان کے حق میں شفاعت کرے گا۔ حجر اسود اپنے چومنے والوں کے دل کی کیفیت کو جانتا ہے کہ کون اخلاص سے اسے چوم رہا ہے اور کون نفاق سے۔ حجرِ اسود کو اپنے چومنے والوں کے خاتمہ کا علم ہے کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کفر پر، جبھی تو مؤمن مخلص کی شفاعت کرے گا اور کافر و منافق کی شفاعت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کو حاکم نے ذکر کیا۔ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ اس حدیث کو حضرت علی قاری نے مرقات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں، ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں اور مولینا عبدالحیی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے مزیلۃ الدرایہ لمقدمۃ الہدایہ

میں بیں ذکر کیا ہے۔ (بلکہ کتاب الحج کے بیان میں ہر حدیث کی کتاب اور فقہ و فتاویٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔

فقیر اویسی غفرلہ نے "حجر اسود" کی تحقیق و تفصیل میں ایک دلچسپ کتاب لکھی ہے "التحریر المسجد فی تحقیق الحجر الاسود" اس کے علوم کی فراوانی کے آخر میں مخالفین پہ افسوس کر کے لکھا ہے کہ افسوس ہے کہ تم پتھر کو مانتے ہو الحمد للہ ہم اس پتھر کو بھی مانتے ہیں اور اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی مانتے ہیں۔

علم غیب کے عقلی دلائل

① نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمّی ہونا مسلّم ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ کو تعلیم ربانی کا شرف حاصل تھا خود فرمایا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

علمنی ربی فاحسن تعلیمی — مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور خوب تعلیم سے نوازا۔

② حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول المخلوق اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کل ہیں گویا کل کائنات کی تخلیق آپ کے سامنے ہوئی جس کے سامنے ایک کاریگر اپنی مصنوع تیار کرتا ہے اور صنعت کے وقت دیکھنے والا ہر کل اور پرزے پر نگاہ رکھتا ہے پھر اسے کوئی بے وقوف ہی لاعلم کہہ سکتا ہے۔ بلاشبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانیئے کہ آپ اول الخلق ہیں اور اٹھارہ ہزار عالم کی تخلیق آپ کے سامنے ہوئی اور پھر آپ نے اول تخلیق اور ہژدہ ہزار عالم کے واقعات تفصیلاً و اجمالاً بیان بھی فرمائے (روح البیان) اس کے باوجود بدقسمت کو انکار ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

فائدہ: اس مضمون کو مزید تشریح کے ساتھ شرح حدیث کنت نبیاً الخ آگے عرض کروں گا۔

② حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اوّل اور نائب اعظم ہیں جیسے ہم آگے چل کر عرض کریں گے تو پھر اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ کائنات کی نیابت تو سپرد کر دی جائے لیکن ہو وہ بے خبر یہ تو کسی جاہل کا تصور ہو سکتا ہے ہمارے ملک کے عہدیداران کو جس صوبہ یا علاقہ کا افسر بنایا جاتا ہے تو اسے عہدہ کے مطابق علم اور تصرف حاصل ہوتا ہے لیکن افسوس کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک طرف تو مانا جاتا ہے کہ آپ نذیر یعنی نبی العالمین اور رحمۃ للعلمین ہیں دوسری طرف انہیں کہا جاتا ہے کہ آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا علم نہ تھا اور نہ ہی اپنے اور دوسروں کے خاتمہ کا علم تھا وغیرہ (معاذ اللہ)۔

③ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو موت کے لئے چیف افسر مقرر کیا گیا ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ دنیا میرے لئے ایسے ہے جیسے تھال پر چند دانے (تذکرۃ الموتیٰ) عزرائیل علیہ السلام ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادنیٰ خدام سے ہیں افسوس ہے کہ خادم کو تو وسعت علمی سے بھرپور مانیں اور آقا کو اتنا گرا دیں کہ جس سے پناہ مانگیں یہود و ہنود۔

④ لوح محفوظ ہر دہ ہزار عالم کی تحریری کتاب ہے کہ اس سے کسی عالم کا کوئی حرف و نقطہ خارج نہیں جیسا کہ مخالفین کو بھی مسلم ہے تو پھر وہ تحریر اللہ تعالیٰ کے لئے تو ہے نہیں کیونکہ وہ ہر شے کا خالق ہے تو ماننا پڑے گا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ صرف لوح محفوظ کے عالم ہیں بلکہ وہ آپ کے علوم کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے۔ (اس کا مختصر بیان گذرا مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "لوح و قلم" میں دیکھئے۔

⑤ غیب دو قسم ہے ایک وہ جو تجھ سے غائب ہے دوسرا وہ جس سے تو غائب ہے پس وہ غائب تھا جو کہ تجھ سے غائب ہے وہ عالم ارواح ہے کہ تو اس کے ہاں حاضر تھا جبکہ تو اس عالم میں روح کے ساتھ تھا۔ اور الست بربکم میں ایک ذرہ کی طرح تیرا وجود تھا۔ اور اس وقت حق کے خطاب سن رہا تھا اور آثار ربوبیت کا مطالعہ فرما رہا تھا اور فرشتگان کا مشہود بھی ہوتا تھا اور ارواح انبیاء اولیاء وغیرھم سے بھی تعارف ہوتے رہے جب تو عالم جسمانیت سے متعلق ہوا اور جب تو حواس خمسہ کے ساتھ یعنی محسوسات جو کہ عالم اجسام سے ہیں کو دیکھنے لگا تو پھر وہ غیب تجھ سے غائب ہوگیا اور دوسرا خمسہ جس سے تو غائب ہے وہ غیب الغیب ہے یعنی بارگاہِ لم یزل کا حضور کو تو اپنے وجود کے اعتبار سے اس سے غائب ہے۔ مگر وہ اپنے وجود کے اعتبار سے تجھ سے غائب نہیں۔ وہ تیرے ساتھ ہے جہاں بھی تو ہے تو اس سے بعید ہے مگر وہ تیرے ہر وقت قریب ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

دوست نزدیکتر از من بمنست — وین عجب تر من از وے دورم

چہ کنم با کہ تواں گفت کہ او — در کنار من و من مہجورم

میرا دوست میری ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور یہ بات اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ میں اس سے دور ہوں۔ میں کیا کروں کس سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ میری بغل میں ہے اور میں اس سے جدا ہوں۔

(روح البیان تحت آیت ہذا، اور حاشیہ جلالین مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

فائدہ غور فرمائیے جس مبارک آنکھ نے غیب الغیب کو بھی دیکھ لیا ہو پھر اس سے اور کون سی چیز غائب رہ سکتی ہے۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ ؎

اور کیا غیب تم سے ہو بھلا نہاں
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اب ہم انصاف اہل انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ جن امور پر ان دیکھے ایمان لانے پر ہم مؤمن کہلانے کے مستحق ٹھہرے ان امور کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں یقیناً جانتے ہیں بلکہ بطریق اتم واکمل جانتے ہیں بلکہ جتنا آپ جانتے ہیں کسی کو ایسا جاننا نصیب ہوا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہی ایک ایسی ذات ہے جسے صرف اور صرف ہمارے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج سر مبارک کی آنکھوں سے جاگتے ہوئے دیکھا اور خوب دیکھا اور سب کو معلوم ہے کہ باقی امور تو صرف غیب ہیں لیکن ذات حق غیب الغیب ہے جیسا کہ صاحب روح البیان نے لکھا لیکن اس کے باوجود وہابی دیوبندی بضد ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی غیب نہیں جانتے نہ کلی نہ جزی۔ ہمارے دلائل کے جواب میں صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ یہ غیب نہیں جسے تم غیب کہتے ہو۔ یہ ان کی ضد اور محض ہٹ دھرمی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ایسے عقیدہ کو شرک سمجھتے ہیں۔ اسی لئے امام اہلسنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ؎

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

مخالفین کے ایک اہلِ قلم کا بیان

فقیر نے حدیث ذیل کی توثیق میں ایک رسالہ لکھا ہے "الحبل المتین" لیکن یہ مضمون مخالفین کا اپنا ہے ملاحظہ ہو۔

شرح حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین۔ اس حدیث کی مراد صرف یہ سمجھی جاتی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کو آپ کی نبوت کا علم حاصل تھا، مگر اس میں آپ کی خصوصیت ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو اسی طرح حاصل تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا۔

اس تحقیق کی بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح سے پہلے نبوت سے نوازا جا چکا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے کسی کمال کے افاضہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی وہ عالم وجود میں آنے کے بعد افاضہ کرتی ہے اور کبھی وجود سے پہلے۔ عالم ارواح ہی میں اس کمال سے نواز دیتی ہے جس کا ظہور قالب انسانی میں مقدر ہو چکا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کمال کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو یکساں ہوتا ہے۔ ہاں مخلوق کو پہلی صورت کا علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ کمال اس کے مشاہدے میں آجائے اور دوسرے کمال کے علم کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ کوئی مخبر صادق اس کی خبر دے دے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے ہمیں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ کمالِ نبوت پر آپ کو اس وقت حاصل ہو چکا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام انسانی صورت پر استوار بھی نہ ہونے

پائے تھے اور اسی وقت انبیأ علیہم السلام سے آپ کے لئے ایمان و نصرت کا عہد بھی لے لیا گیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی رسالت عامہ ان کو بھی شامل ہے اس لحاظ سے سب سے پہلے نبی آپ ہوئے مگر چونکہ جسد عنصری کے لحاظ سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے اس لئے آپ آخر الانبیأ بھی کہلائے مگر اس معنیٰ سے نہیں کہ آپ کو نبوت سب سے آخر میں ملی ہے بلکہ اس معنیٰ سے کہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس سال کی عمر سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ **فائدہ:** یاد رہے کہ جسم عنصری کی شرط صرف تصرفات نبوت کے ظہور کے لئے ہے، نفسِ منصب نبوت کے لئے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ کسی حکم کا کسی شرط سے تعلق دو طرح پر ہوتا ہے کبھی فاعل متصرف کے اعتبار سے کبھی محل قابل کے لحاظ سے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے لئے جسم عنصری کی شرط فاعل متصرف کی طرف سے نہ تھی کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت سے عالم ارواح ہی میں سرفراز کر دیا تھا جسم ناسوتی کی شرط تھی تو صرف اس لئے تھی کہ مبعوث الیہم میں جسم کے بغیر استفادہ کی قابلیت نہ تھی۔ تصرفاتِ نبوت یعنی احکام الٰہیہ کی تبلیغ اس پر موقوف تھی کہ آپ جسم عنصری میں تشریف لا کر ان سے خطاب کریں کلام الٰہی انہیں سنائیں اور سمجھائیں اگر مخاطبین میں ان امور کی اس سے قبل صلاحیت ہوتی تو وہ کمال نبوت کا اس سے قبل بھی ادراک کر لیتے اس سے قالب انسانی کی شرط یہاں نفس نبوت کے لئے نہیں بلکہ قصورِ مخاطبین کے لحاظ سے تھی۔

خفاجی کو تقی سبکی کی اس رائے سے اختلاف ہے وہ اور انبیأ علیہم السلام کے حق میں آپ کا یہ علا تسلیم نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ تعظیم و توقیر نصرت و نصرت کے عہد سے اتنا اہم علاقہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہمارے خلاف جو بات انہوں نے قائم کئے ہیں اس کا جواب ممکن ہے مگر احتیاط یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث سے سکوت اختیار کیا جائے نہ تو اس کا دعویٰ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس سے انکار کرنے کی حاجت۔ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے ان آپ کی سیادت و قیادت کا اعتقاد کافی ہے۔

اب یہ بحث کہ انبیأ علیہم السلام کے لئے بھی یہ سیادت اسی درجہ کی تھی جس درجہ کی اس امت کے لئے غیر ضروری بحث ہے۔ علامہ خفاجی کو سبکی کی دوسری بحث بلا کسی اختلاف کے تسلیم ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منصب نبوت سب سے پہلے عالم ارواح ہی میں مرحمت ہو چکا تھا اور اس بحث کا منشا صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی نبوت کا علم تھا یہ ایک بالکل غیر مفید سی بات ہے۔ شیخ اکبر نے اس مضمون کو بڑی رنگینی سے نظم میں بیان کئے ہیں اس کا نقل کرنا موجب ضیافت طبع ہے۔ اہل علم کی ضیافت طبع کے لئے صرف چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

اِلَّا بابی من کان ملکاً و سیداً
و آدم بین الماء والطین

سن لو میرے ماں باپ اس پر قربان جو اس وقت بادشاہ اور سردار بن چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی آب و گل کے درمیان پڑے تھے۔

كذالك الرسول الابطحي محمد

له في العلى مجد تليد وطارف

یہ وہی مکی رسول ہیں جن کا نام نامی محمد ہے اور جن کو ہر قسم کی نئی پرانی بزرگیاں حاصل ہیں۔

بزمان السعد في آخر المدى

وكانت له في كل عصر مواقف

ابتداء زمانہ سے لے کر تا آخر آپ سے ہر زمانہ میں مواقف (ٹھہرنے کے مقامات) حاصل رہے ہے۔

اتى لانكسار الدهر يجبر صدعه

فأثنت عليه السن وعوارف

آپ آئے ایک شکستہ حال زمانے کی اصلاح کرنے کے لئے آئے اس لئے کہ زبان خلق اور بخشش آپ کی ثناخواں ہو۔

اذا رام امرا لا يكون خلافه

وليس لذالك الامر في الكون

جب آپ کسی بات کا عزم کر لیتے ہیں تو پھر اس کا خلاف نہیں ہوتا اور نہ عالم میں اس سے کوئی مانع نظر آتا ہے۔

(خدام الدین لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء صد۲)

تبصرہ اویسی غفرلہ: پہلے تو دیوبند کے جاہل فضلاً اس حدیث کو سنتے ہی توبہ توبہ کرنے لگ جاتے ہیں ورنہ اسے موضوع کہنے سے تو انہیں فخر محسوس ہوتا ہے حالانکہ یہ طریقے گستاخانہ ہیں۔ حقیقت میں

دیوبند کے فضلاً دو قسم کے ہیں۔ اہل علم اور انصاف پسند لیکن وہ حق قبول نہیں کرتے دوسرے جاہل ضدی۔ جاہل ضدیوں سے نہیں بلکہ اہل علم سے گذارش ہے کہ جب حضور نبی علیہ السلام اول الخلق حقیقۃً ہیں تو پھر حاضر و ناظر اور مخلوق کے ذرہ ذرہ کے عالم بھی۔

مزید توثیق: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوّل المخلوق ہونا عند الشرع مسلم ہے فقیر نے اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے چند آیات ملاحظہ ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق کے لحاظ سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

جس وقت عہد لیا خداوند کریم نے پیغمبروں سے جس وقت دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر جب آوے تمہارے پاس سچا کرنے والا اس چیز کا جو پاس تمہارے ہے ضرور اس کے ساتھ ایمان لائیو اور ضرور مدد دینا الخ۔

تب تمام ارواح انبیاء نے اس پر اقرار کیا اور اس کی تائید پر یہ آیت ہے۔

وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاِذَا اَخَذْنَا مِيْثَاقًا غَلِيْظًا

جب ہم نے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے پکا اقرار لیا۔

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی خود اپنی قوم

کو بشارت دی اور کہا۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔

اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں تصدیق کرتا ہوں جو میرے سے پہلے تورات نازل ہوئی اور خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔

اور ایسا ہی انجیل میں ہے چنانچہ استثنا کی کتاب باب ۵ سے ۱۸ تک مذکور ہے۔ غرضیکہ عرب کے تمام مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کی خبر کتابوں سے ظاہر ہو چکی تھی یہاں تک کہ بوقت مصیبت حضور کی ذات کا وسیلہ پکڑتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خاندان اسمٰعیلؑ پشت بہ پشت نبی آخر الزمان نسب ہاشمی سے ہوں گے۔

گھر کی گواہی

الحمد للہ حق کا خاصہ ہے کہ وہ کبھی منکر سے بھی اپنی حقانیت کا اظہار کرا دیتا ہے چنانچہ اس مسئلہ کا بھی یہی حال ہے۔

① مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ غیب کے دو معنیٰ ہیں حقیقی اور اضافی۔ حقیقی وہ ہے جس علم کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ یہ خاصی ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور عبد کے لئے اس کا حصول محال شرعی و عقلی ہے اضافی وہ ہے جو کسی کے ذریعہ سے معلوم کرا دیا جائے اور بعض سے پوشیدہ رکھا جاوے۔

(تتمہ فتاویٰ امدادیہ جلد ۴ ص۲۳۳ مطبوعہ دہلی)

فائدہ یہ وہی تھانوی ہے جس نے حضور علیہ السلام کے علم مبارک کو جانوروں و پاگلوں سے تشبیہ دی (حفظ الایمان) لیکن الحمد للہ فتاوی میں نہ صرف حضور علیہ السلام بلکہ اولیائے کرام کے لئے بھی علم غیب مان گیا ہے۔

فضلائے دیوبند کے پیرو مرشد

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیا کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا انکو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ (کے معاملات) سے خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعوٰی کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔"

(شمائم امدادیہ ص۱۱۵ مصدقہ تھانوی صاحب)

فائدہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی فرمایا ہے جو ہم کہتے ہیں اسی لئے تو ہم دیوبندی کو کہتے ہیں کہ ہماری بات نہ مانو تو کم از کم اپنے پیرو مرشد کی تو مانو لیکن گنگوہی نے تو فیصلہ کر دیا کہ حاجی صاحب کو کیا خبر وہ ایسی باتیں ہم سے پوچھیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

پنجابی پیر کا فیصلہ

مولوی حسین علی واں بھچروی کے دل میں خیال آیا کہ اولیا کو بعض چیزوں کا علم ہوتا ہے یا اکثر کا۔ مولوی صاحب یہی خیال لے کر اپنے پیرو مرشد خواجہ محمد عثمان صاحب کی مجلس میں آئے اس وقت خواجہ محمد عثمان پٹھانوں سے پشتو میں باتیں کر رہے تھے۔ مولوی بھچروی صاحب ان پٹھانوں کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئے وہ بیٹھے ہی تھے کہ خواجہ محمد عثمان صاحب نے مولوی بھچروی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فارسی زبان میں

یہ فرمایا کہ

مولوی صاحب اولیا میدانند
ولکن ماموربا ظہار نیستند

مولوی جی اولیا سب کچھ جانتے ہیں
لیکن ظاہر کرنے کے مامور نہیں۔

(مجموعہ فوائد عثمانیہ ص۹۸)

بس یہ لفظ کہہ کر خواجہ صاحب پٹھانوں سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔
(حوالہ مذکور)

فائدہ یہ حضرت خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ پنجاب کے اکثر دیوبندیوں کے پیر و مرشد ہیں۔ انہوں نے بھی وہی فرمایا جو ہندوستانی پیر نے فرمایا۔ دو پیروں کی گواہی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ صرف محمد بن عبدالوہاب کی مانتے ہیں اور بس۔

اس لئے اب یہ نہ ہندی پیر کو مانتے ہیں نہ پنجابی پیر کو بلکہ خود کائنات کے پیر و مرشد کو نہیں تو باقی کون لگتے ہیں۔

تیسرا پیر ممکن ہے کسی کی قسمت کا ستارہ بیدار ہو جائے فقیر ایک تیسرے پیر کا حوالہ بھی سپرد قلم کرتا ہے۔

حضرت امام شعرانی قدس سرہ اپنی مشہور تصنیف "الجواہر والدرر" میں لکھتے ہیں کہ

الکامل قلبہ مرأۃ الوجود العلوی والسفلی کلہ علی التفصیل

کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ اتم تفصیل ہے اولیائے کرام کے علوم کی تفصیل کے متعلق فقیر نے پہلے بہت کچھ لکھ دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر طعن طریقۂ منافقین تھا

عوام سے اور دین سے بے بہرہ پڑھا لکھا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ مخالفین کا انکار از علم غیب مبنی بر جذبۂ توحید ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ توحید کا صرف بہانہ ہے در حقیقت یہ انکار منافقین کی وراثت کا اظہار ہے فقیر چند حوالے پیش کرتا ہے اس سے اندازہ لگائیں کہ منافقین کیا کہتے تھے اور یہ لوگ کیا کہتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

① اکثر معتبر و مستند تفاسیر و احادیث کے علاوہ تفسیر خازن میں ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ کے شان نزول میں علامہ خازن فرماتے ہیں۔

قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم و اعلمت من یؤمن بی و من یکفر بی فبلغ ذالک المنافقین فقالوا

سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت اپنی خاکی صورت میں اس طرح پیش کی گئی جس طرح حضرت آدم پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتلا دیا کہ مجھ پر کون ایمان لائے گا اور کون نہیں لائے گا۔ جب یہ بات منافقین

استهزاءً زعم محمد صلى الله عليه وسلم انه يعلم من يؤمن به ومن يكفر ممن لم يخلق بعد ونحن معه وما يعرفنا فبلغ ذالك رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فقام على المنبر فحمد الله تعالى و اثنى عليه ثم قال ما بال اقوام طعنوا في علمي لا تسئلونى عن شيء فيما بينكم وبين الساعة الا نبأتكم به فقام عبد الله بن حذافة السهمي (رضي الله عنه) فقال من ابي يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فقال حذافة فقام عمر يا رسول الله رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا و بالقرآن اماما وبك نبيا فاعف عنا عفا الله عنك فقال

تک پہنچی تو انہوں نے استہزاءً کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یوں گمان کرتے ہیں کہ انہیں جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان کے بارے میں بھی علم ہے کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا حالانکہ ہم ان کے درمیان رہتے ہیں اور ہمارے نفاق کا علم نہیں پس جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر طعنہ زنی کرتے ہیں تم لوگ اب سے قیامت تک کسی بات کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھو گے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا پس عبد اللہ بن حذافہ سہمی (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ کون ہے تو حضور نے فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول

النبي صلى الله عليه وسلم فهل انتم منتهون ثم نزل على المنبر فانزل الله هذه الاٰية ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہیں اسلامی دین پر خوش ہیں ہم قرآن کی امامت مانتے ہیں آپ کی نبوت پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے آپ ہمیں معاف فرما دیجئے ۔ پس نبی علیہ السلام نے مکرر فرمایا کیا تم رکنے والے ہو کیا تم رکنے والے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

فائدہ

① آیت میں علم غیب کے منکرین کو اللہ تعالیٰ نے خبیث کہا اور ماننے والوں کو طیب ۔

② نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام امت کے ایمان وکفر پر مطلع ہیں۔

③ منافق آپ کے اس دعویٰ پر طعنہ زن ہوئے کہ اگر آپ سب کے ایمان وکفر پر مطلع ہیں تو ہمارا نفاق کیوں آپ سے مخفی ہے ۔

④ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرر دعویٰ فرمایا کہ اب سے قیامت تک کی جو بات چاہو پوچھو۔

⑤ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم پر طعنہ زنی سے ناراض ہوئے ۔

⑥ حضرت عمر اور عبد اللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہما آپ کی وسعتِ علمی کی تصدیق لا رہے تھے ۔

انتباہ

اس روایت سے صاف ظاہر ہے علم غیب کا صرف انکار نہیں بلکہ اس پر طعن تشنیع بھی ہے یہ کس نے کی منافقین نے اور اسی علم غیب کا اقرار بلکہ تصدیق اور اظہار ایمان کس نے کیا اہل ایمان نے ۔ فیصلہ فرمایئے کہ آج کے دور میں علم غیب کا انکار کس فرقہ کو اور اقرار و تصدیق کرنے والے کون ۔

(۲) بوقتِ غزوہ احزاب پتھر نکالتے نکالتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی لوہے کی ضرب سے نہیں ٹوٹتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن کے فاقے سے تھے اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا ۔ دستِ مبارک میں کدال پکڑ کر پہلی ضرب لگائی ۔ چٹان ٹوٹنے سے شعلہ نکلا آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ۔ صحابہ نے بھی تکبیر کہی دوسری اور تیسری ضرب میں بھی چٹان ٹوٹنے سے شعلے بلند ہوئے اور آپ نے تکبیر کہی صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اور چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی ۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی بار شعلہ کی روشنی میں حیرہ و مدائن کے محلات نظر آئے جبرائیل نے کہا کہ آپ کی امت ان پر قابض ہو گی ۔ دوسری مرتبہ روم کی زمین اور قیصر کے محلات دکھائی دیئے جبرائیل نے ان کے فتح ہونے کی خبر دی ۔ تیسری مرتبہ صنعاً کے محل دیکھے جبرائیل نے بتایا کہ یہ ملک بھی قبضہ میں آئے گا ۔

ابن کثیر لکھتے ہیں ۔

وکان فی حفرہ ذالک آیات — آپ کے اس کے کھودنے میں نشانیاں

و دلائل واضحات — اور واضح دلیلیں تھیں ۔

مسلمانوں کو یہ بشارتیں سن کر بے حد مسرت ہوئی مگر منافق طعنہ زنی کرنے لگے ایک شخص معتب بن قشیر کہنے لگا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ہم سے

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کر رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ہم مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے ۔

فائدہ

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مضمون میں اپنے لئے مدائن (عراق)، قیصر روم اور کسریٰ (ایران) اور یمن جیسے ممالک پر فتح کی خبر دی اور یہ آپ کے علوم غیبیہ میں سے ہے جسے غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندی فرقہ کا امام ابن کثیر آیات و دلائل واضحات سے تعبیر کر رہا ہے ۔

اس وقت سن کر اہل ایمان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) مسرور (خوش) ہوئے ۔ اور منافقین نے "اسی غیب" کی خبر پر طعنہ زنی کی بلکہ زبردست دلیل دے کر مذمت کی کہ قیصر و کسریٰ اور یمن پر قبضہ کرنے والے کا یہ حال ہے کہ آج ہم (اس وقت یہ منافقین بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے) مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے ۔ ظاہر بینوں کے لئے واقعی یہ اس کی دلیل مضبوط تھی کہ غزوۂ احزاب میں سخت مقابلہ تھا اور بھوک کا یہ حال تھا کہ تین دن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقے سے تھے اور کفار کے لشکر کے خطرہ سے اسلامی لشکر کا حال . . . . .

دریافت طلب امر

یہ ہے کہ جس بات سے اس وقت کے مسلمان خوش تھے آج اسی بات سے خوش کون ہیں اور اس وقت جس طرح کا طعنہ مارا اور دلیل دے کر علم غیب کا انکار کیا اسی طرح کا آج انکار کس پارٹی کو ہے ۔

ابن الصلت منافق کا عقیدہ

حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ کہیں تشریف لے جا

رہے تھے کہ راستے میں آپ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ زید ابن صلت نامی ایک منافق نے کہا کہ محمد اگر نبی ہے تو اپنی اونٹنی کے متعلق کیوں نہیں بتادیتا کہ وہ کہاں ہے؛ ویسے تو اس کا دعویٰ ہے کہ وہ آسمان کی خبریں بتاتا ہے۔ مگر وہ اپنی اونٹنی کی خبر نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا فلاں شخص میرے متعلق ایسا کہتا ہے۔ حالانکہ مجھے اللہ تعالیٰ جس بات کی خبر دیتا ہے میں اُسے جانتا ہوں اور میں اپنی اونٹنی کے متعلق بھی جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؛ میری اونٹنی فلاں وادی اور فلاں گھاٹی کے پاس کھڑی ہے اور اُس کی نکیل ایک درخت نے پکڑ رکھی ہے یعنی اس کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے اور اونٹنی وہیں کھڑی ہے۔ جاؤ اُسے وہاں سے لے آؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام گئے اور اونٹنی کو وہاں کھڑے پایا اور اُسے لے آئے۔ (زاد المعاد لابن قیم ج۵ ص۳)

فائدہ معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا کام ہے اور جو سچے مسلمان ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے دل و جان سے قائل ہیں۔

بریلوی دیوبندی وہابی

اب بھی یہی اونٹنی والا جھگڑا مناظروں اور تحریروں اور تقریروں میں جاری رہتا ہے

وہابی دیوبندی اب بھی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں اونٹنی والا واقعہ پیش کرتے ہیں اور اہلسنت بریلوی اس کے جوابات دیتے ہیں اس طریقہ کار سے بتایئے دیوبندی وہابی کن لوگوں کے وارث ہیں اور سنی بریلوی کس کے . . .

علم غیب کے انکار پر ربانی حکم

حضور علیہ السلام نے منافقوں کو اپنے علم غیب کا کہا تو وہ انکار کر گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اے منافقو کافر ہو گئے ہو۔ چنانچہ ابن جریر و طبرانی حضرت سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت میں روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک کرنجی آنکھوں والوں سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی کس بات پر میری شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ گیا اپنے ساتھیوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضورؐ کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا اس پر اللہ عزوجل نے آیت نازل فرمائی کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور میرے رسول کی شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔[1]

فائدہ معلوم ہوا کہ حضورؐ کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعوائی کرے۔ اسلام و مسلمین کی دینی خدمت کرے۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھے۔ عبادت و ریاضت میں دن رات منہمک رہے جب تک اس کلمہ گستاخی سے توبہ نہ کرے کافر ہی رہتا ہے۔

اونٹنی ابن جریر و ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور امام مجاہد شاگرد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش کی جارہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ حضور کے اس فرمان پہ ایک منافق بولا۔

---

[1] آیت کے عربی الفاظ مبارکہ آگے آرہے ہیں۔ اُویسی غفرلہٗ

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غیب کیا جانیں؟"

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل فرمائی

قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ	کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس
کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا	کے رسول سے ٹھٹھا
قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔	کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

فائدہ حضور کی شان میں اتنی گستاخی یعنی یہ جملے کہنے (کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غیب کیا جانیں) پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور فرمایا تم اللہ کی آیتوں اور رسول سے مذاق اڑاتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے کیونکہ اس لفظ سے حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کی بو آتی ہے اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب کی باتیں جاننا شان نبوت اور خصائص نبوت سے ہے ان دو آیتوں سے اندازہ کریجئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کا معاملہ کتنا نازک ہے۔ ذرا سی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

آخری فیصلہ منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف اسی لئے بھی کافر فرمایا کہ وہ کہہ رہے تھے "محمد غیب کیا جانیں" اب یہی جملہ وہابی دیوبندی کھلے بندوں نہ صرف کہہ رہے ہیں بلکہ تصنیفیں لکھی جارہی ہیں اور اس پر مناظرے لڑائی جھگڑے برپا ہیں۔ اہل اسلام بتائیں کہ اس کارروائی سے کیا ہوئے۔

انکار علم غیب از وہابی نجدی اور دیوبندی

محققین علماً و فضلاً اور صوفیا کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیا کو علم غیب عطا کیا ہے۔ نجدی وہابی، دیوبندی اور ان کے ہمنوا اس سے نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے ماننے والے کو مشرک کہتے ہیں چنانچہ ان کی مستند اور مسلمہ کتابوں میں بتفصیل مرقوم ہے ہم صرف نمونے کے طور چند حوالے پیش کر رہے ہیں۔

① اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاً و اولیا سے رکھے۔ خواہ پیر و شہید سے۔ خواہ امام و امام زادے خواہ بھوت اور پری سے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔
(تقویۃ الایمان صفحہ ۹-۱۰)

② کسی انبیا اولیا امام و شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۶)

③ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے ہیں سو وہ جھوٹا ہے۔ بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۷)

④ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے۔ رسول کو کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان)

⑤ یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۰)

⑥ اور یہ اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوئم ص ۴۲)

⑦ اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے۔ سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲)

⑧ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔
(براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

⑨ حضور علیہ السلام کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا اُن کے برابر ہے (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

⑩ حضور علیہ السلام کو اُردو بولنا مدرسہ دیوبند سے آگیا۔ (براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)۔

⑪ اللہ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرے کسی ولی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت نہیں بخشی (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی)۔

نوٹ: نمونہ کے طور چند حوالہ جات لکھ دیئے ہیں تفصیل فقیر کی کتاب التحقیق الکامل فی امتیاز الحق والباطل یا دیوبندی مذہب مصنفہ غلام مہر علی صاحب (مدظلہ) کا مطالعہ کیجئے۔

منافقین اور وہابی اور دیوبندی

فقیر نے منافقین کے حوالہ جات پہلے عرض کرکے چند حوالے دیوبندی وہابی فرقہ کے مقتداؤں کی تصریحات لکھدی ہیں ان دونوں کو ملا کر ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ منافقین اور وہابیوں دیوبندیوں میں کیا فرق ہے۔

باب ۹

اعتراضات از احادیث مبارکہ

ضروری انتباہ

فقیر کا تجربہ ہے کہ مخالفین سوال میں احادیث کا مطلب تو پیش کرتے ہیں اپنی مرضی کا جب وہ کوئی حدیث پیش کرے تو اس سے اصل عربی عبارت کا مطالبہ کریں جب اصل حدیث مل جائے تو پھر اس سے ترجمہ کرائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت سامنے آجائے گی کہ اس نے جو سوال میں کہا تھا وہ غلط تھا اصل حدیث کا مطلب کچھ اور ہے اس طرح کبھی من گھڑت بات کہہ کر بھی اسے حدیث کا دھوکہ دیتے ہیں۔ ان کی طرف سے چند مشہور احادیث لکھ کر ان کے جوابات لکھتا ہے۔

سوال ۱: مشکوٰۃ باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے وہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں۔ ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو وہی گائے جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ ان کو یہ کہنے سے نہ روکتے۔ سچی بات سے کیوں روکا؟

الزامی جواب نمبر ۱: یہ تو یقین ہے کہ یہ مصرع خود ان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا اور نہ کسی کافر و مشرک نے بنایا وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے۔ لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذ اللہ

کافر ہیں یا نہیں. اگر انہیں کافر کہنا درست نہیں تو پھر ہم نے کونسا گناہ کیا ہے کہ ہم پر بات بات پر کفر و شرک کا کیوں فتویٰ جڑ دیا جاتا ہے۔

جواب ۲: ہم نے ہزاروں دلائل قائم کئے ہیں کہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل آپ کے امتی کے اولیاء کرام بھی مافی الغد جانتے ہیں، تفصیل فقیر کی کتاب "نور الہدیٰ فی علوم ما ذا تکسب غدا" میں ہے چند حوالے ہم نے پہلے بھی عرض کئے ہیں اور حدیث افک کی تحقیق میں بھی عرض کئے ہیں ایک حوالہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ صحابی بلکہ شاعرِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنیئے۔

نبی یری ما لا یری الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد
فان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقہا فی ضحوۃ الیوم او غد

(زرقانی شرح مواہب جلد ۶ صہ ۲۲۹)

ترجمہ: نبی علیہ السلام اپنے گرد وہ امور معائنہ فرماتے ہیں جو اوروں کو نظر نہیں آتے اور آپ ہر موقعہ پر کتاب الٰہی کی اتباع کرتے ہیں اگر آپ کسی دن کسی غیبی بات کا فرمائیں تو اس کی تصدیق آج نہ تو کل ضرور ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ان اشعار کو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنکر انکار نہ فرمایا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا۔ منع نہ فرمانا صحت مضمون پر دال ہے علم ما فی غد کا تو حضرت حسان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اشعار میں بھی ہے جیسے لڑکیوں کے کلام میں تھا چنانچہ حضرت حسان صاف فرماتے ہیں۔

"وہ اگر کوئی غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہوگی"

یعنے حضور آج اور کل کے آنیوالے واقعات قبل از وقت بتلا دیتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہ فرمایا۔ اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب مزعوم مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے بلکہ منع فرماتے۔

جواب ۳: اگر لڑکیوں کا ایسا کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضرور ان سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے نہ تو تجدید اسلام کرائی اور نہ ہی توبہ. تو اس سے ظاہر ہوا کہ آپ کو غیب داں جاننا شرک نہیں ہے۔

ان الزامی جوابات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے علیہ وسلم کا روکنا مبنی بر حکمت تھا. اور وہ حکمت ہم اپنی طرف سے نہیں شارحین حدیث سے عرض کرتے ہیں۔

مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لِكَرَاهَةِ نِسْبَةِ عِلْمِ الْغَيْبِ اِلَيْهِ لِاَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّمَا يَعْلَمُ الرَّسُوْلُ مِنَ الْغَيْبِ مَا اَعْلَمَهٗ اَوْ لِكَرَاهَةِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْ اَثْنَاءِ ضَرْبِ الدُّفِّ وَاَثْنَاءِ مَرْثِيَّةِ الْقَتْلٰى لِعُلُوِّ مَنْصَبِهٖ عَنْ ذٰلِكَ

منع فرمایا علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جائے کیونکہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

"گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ در وے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت پس آنحضرت را ناخوش آید و بعضے گویند کہ بجہت آں است کہ ذکر شریف وے در اثنا لہو مناسب نہ باشد"

شارحین نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا اس کو منع فرمانا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے لہٰذا آپ کو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں

مناسب نہیں۔

ف ؛ شارحین کی عبارت سے تین تحقیقی جوابات ثابت ہوئے۔

۱۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس واسطے منع کیا کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی تھی درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بتعلیم الٰہی جانتے ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے۔

۳۔ مقتولین کا مرثیہ میں آپ کی ثنا کی جائے اس لئے کہ یہ آپ کے علو منصب کے خلاف ہے۔

اسی قاعدہ سے ہمارے فقہاء کرام نے مسئلہ مستنبط فرمایا ہے کہ میلاد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ بیان کرنا مکروہ ہے لیکن میرے دور کے مقررین بے پناہ کہ جب دیکھیں گے کہ تقریر سے عوام بے مزہ ہوئے ہیں تو جھٹ سے کربلا کے میدان میں کود پڑتے ہیں پھر آلِ حسین رضی اللہ عنہم کو خوب مزے سے ذبح کرتے ہیں (لاحول ولا قوۃ)

فقیر اویسی غفرلہٗ کی گذارش ، شارحین کے فیض سے فقیر اویسی غفرلہٗ کے ذہن میں ایک جواب آتا ہے کہ وہ لڑکیاں شہدائے بدر کے موضوع سے ہٹ گئی تھیں آپ نے لڑکیوں کو اصل موضوع سے ہٹنے کی وجہ سے روکا دوسرا آپ نے تواضع اور انکسار ظاہر فرمایا تاکہ اہلِ ایمان کو بدر کی لڑائی سے فتحیابی پر خیال نہ ہو کہ ہمارا کارنامہ ہے بلکہ فضلِ الٰہی اور پھر شہداء کی ہمت جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سوال ؛ بخاری شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی بیوی عائشہ کو جنگ میں ساتھ لے گئے۔ واپسی پر انہیں راستہ میں چھوڑ آئے۔ پھر جب مدینہ شہر میں پہونچے تو آپ کی بیوی کو ایک صحابی ساتھ لایا اس پر آپ کی بیوی پر زنا کی تہمت لگی اگر آپ کو علم ہوتا کہ تہمت لگیگی تو بیوی کو چھوڑ کر نہ آتے پھر بی بی پر بدگمان نہ ہو جاتے یہاں تک کہ بی بی سے بے لطفی سی ہو گئی جس کی وجہ سے بی بی میکے چلی گئی۔ آپ اس معاملہ میں ایک ماہ تک اند پریشان ہے اور مغموم و محزون نبی کی لاعلمی یہاں تک بڑھی کہ اپنے صحابہ سے بی بی کے بارے میں مشورے کرتے کہ اب کیا کیا جائے۔ حضرت علی نے تو طلاق دینے کا مشورہ بھی دیا اس کے بعد آپ نے بدگمانی میں بی بی عائشہ کو توبہ و استغفار کی تلقین بھی کی۔ غرضیکہ جب تک وحی نہ اتری آپ بی بی عائشہ کے بارے میں لاعلم بھی رہے اور آپ کو بی بی پر شک اور بدگمانی بھی۔

جواب ؛ یہ وہ سوال ہے جو مخالفین کے ہر چھوٹے بڑے کی نوک زبان پر ہے فقیر کی اہلسنت سے اپیل ہے کہ جب مخالفین یہ اعتراض اٹھائیں تو بخاری شریف کتاب التفسیر سورۂ نور سامنے رکھیں، جوابات حدیث شریف میں موجود ہیں۔ فقیر نے صرف اسی حدیث کی بہترین شرح اور معترضین کے ہر سوال کے جوابات لکھے ہیں۔ کتاب کا نام ہے "شرح حدیث افک" یہاں چند جوابات مختصراً لکھتا ہوں۔

الزامی جواب ۱ ؛ اس میں بھی نہ بتانا ثابت ہے نہ کہ نہ جاننا اور قاعدہ شرعیہ ہے نہ بتانے سے نہ جاننا لازم نہیں آتا کیونکہ بہت سے امور معلوم ہوتے ہیں لیکن بتلائے نہیں جاتے۔

جواب ۲ ؛ خود رب نے بھی بہت روز تک ان کی عصمت کی آیات نہ اتاریں تو کیا رب کو بھی خبر نہ تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس واقعہ سے نبی علیہ السلام کو سخت پریشانی ہوگی پھر اس کا طریقہ رہا کہ وہ اپنے نبی علیہ السلام کی پریشانی کو گوارا بھی نہ کیا بلکہ

یہاں ایک عرصہ تک پریشان رکھنے میں حکمت تھی ایسے ہی نبی علیہ السلام کیلئے سمجھئے۔

جواب نمبر ۳: اسی حدیث میں ہے۔

مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَهْلِیْ اِلَّا خَيْرًا — میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں

ف: معلوم ہوتا ہے کہ علم ہے۔ وقت سے پہلے اظہار نہیں فرمایا اور اظہار نہ کرنا مبنی بر حکمت تھا اور ایسی حکمتوں پر علم کی نفی جہالت ہے۔

اہلسنت بھائیوں سے اپیل ہے کہ جب بھی مخالف یہی اعتراض اٹھائے تو فوراً یہی جملہ بخاری شریف سے دکھائیں کیونکہ یہ جملہ نزول آیات سے پہلے کا ہے اور وہابیوں کے ذہن میں یہ بٹھا دیا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو نزول وحی سے پہلے علم نہ تھا یہاں تک کہ مودودی اور وہابی دیوبندیوں کے دیگر بڑے مصنفین مفسرین نے یہی اپنی تصنیفوں اور تفسیروں میں لکھا ہے

جواب نمبر ۴: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سے یہ قاعدہ جانتے تھے کہ ہر نبی علیہ السلام کی بیوی زنا سے محفوظ ہوتی ہے اس قاعدہ پر آپ کو اپنی بیوی کی پاک دامنی کا یقین تھا اور غمگینی بھی لاعلمی سے نہ تھی بلکہ اس کا موجب کچھ اور تھا چنانچہ تفسیر کبیر جلد ۶ مطبوعہ مصر میں ہے۔

فَاِنْ قِيْلَ كَيْفَ جَازَ اَنْ تَكُ اِمْرَاَةُ النَّبِيِّ كَافِرَةً كَامْرَاَةِ نُوْحٍ وَلُوْطٍ وَلَمْ يَجُزْ اَنْ تَكُوْنَ فَاجِرَةً وَاَيْضًا فَلَوْلَمْ يَجُزْ ذَالِكَ لَكَانَ الرَّسُوْلُ اَعْرَفَ النَّاسِ بِامْتِنَاعِهٖ وَلَوْ عَرَفَ ذَالِكَ لَمَا ضَاقَ قَلْبُهٗ وَلَمَا سَاَلَ عَائِشَةَ كَيْفِيَّةَ الْوَاقِعَةِ قُلْنَا اَلْجَوَابُ عَنِ الْاَوَّلِ اَنَّ الْكُفْرَ لَيْسَ مِنَ الْمُنَفِّرَاتِ اَمَّا كَوْنُهَا فَاجِرَةً فَمِنَ الْمُنَفِّرَاتِ وَالْجَوَابُ عَنِ الثَّانِيْ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيْرًا مَا كَانَ يَضِيْقُ قَلْبُهٗ مِنْ اَقْوَالِ الْكُفَّارِ مَعَ عِلْمِهٖ بِفَسَادِ تِلْكَ الْاَقْوَالِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَكَانَ هٰذَا مِنْ هٰذَا الْبَابِ۔

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں کافر تو ہوں جیسے کہ حضرت نوح اور لوط علیہم السلام کی مگر فاجرہ اور بدکار نہ ہوں اور اگر ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور جب حضرت کو یہ معلوم ہوتا کہ نبیوں کی بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو حضور تنگ دل نہ ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ کی کیفیت دریافت نہ فرماتے۔ تو پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے مگر بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے لہذا ممکن نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ (بدکار) ہوں دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگدل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے۔ باوجودیکہ حضور کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے یہ اقوال بالکل فاسد ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کے بے ہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے یعنی حضور کا تنگدل ہونا محض کفار کی بے ہودہ گوئی پر تھا باوجودیکہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کی بے ہودہ بکواس کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔

تو جیسے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کافروں کے مفسدانہ اقوال سے تنگ دل ہوتے تھے جس کو خود حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولقد نعلم انک یضیق الآیۃ اور ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے اسی طرح اس موقعہ پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم

تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں۔ صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت ہی معقول ہے۔ ہر وہ شخص جسکو لوگ زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم اور پریشان ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا مگر مخالف عنید یا بدبخت پلید نہیں مانے گا جب تک وہ الزام رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر نہ لگائے ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہ بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی چاہیے تو یہ تھا گمان نیک اور بدگمانی۔ معاذ اللہ۔

تفسیر کبیر ج ۶ میں ہے

وَثَانِيهَا اَنَّ الْمَعْرُوْفَ مِنْ حَالِ عَائِشَةَ قَبْلَ تِلْكَ الْوَاقِعَةِ اِنَّمَا هُوَ الصَّوْنُ وَ الْبُعْدُ عَنْ مُقَدَّمَاتِ الْفُجُوْرِ وَمَنْ كَانَ كَذَالِكَ كَانَ الْاَلْيَقُ اِحْسَانَ الظَّنِّ بِهٖ وَثَالِثُهَا اَنَّ الْقَاذِفِيْنَ كَانُوْا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَاَتْبَاعِهِمْ وَقَدْ عُرِفَ اَنَّ كَلَامَ الْعَدُوِّ الْمُفْتَرِيْ ضَرْبٌ مِنَ الْهَذَيَانِ فَلِمَجْمُوْعِ هٰذِهِ الْقَرَائِنِ كَانَ ذَالِكَ الْقَوْلُ مَعْلُوْمَ الْفَسَادِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْوَحْيِ۔

ترجمہ: یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے بیش تر کے حالات سے ظاہر تھا کہ عائشہ مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیئے سوم یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے اتباع تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک ہذیان ہے پس بنا برایں جمیع قرائن کے یہ قول بدتراز بول جس سے مخالفوں نے مدعا چاہی ہے نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔

اگرچہ تفسیر کبیر کی عبارتوں سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصۂ افک سے عدم علم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بے وقوفی ہے اور حضرت کو قبل از نزول وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں۔ لیکن دشمن آخر دشمن ہے۔

جواب ۵۔ اور یہ تو ہو سکتا ہی نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ پر بدگمانی ہوئی ہو کیونکہ رب تعالےٰ نے مسلمانوں کو عتاباً فرمایا لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۔ یعنی مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فوراً کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

فائدہ: پتہ چلا کہ نزول برأت سے پہلے ہی مسلمانوں پر نیک گمانی واجب اور بدگمانی حرام تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام سے معصوم ہیں تو آپ بدگمانی ہرگز نہیں فرما سکتے ہاں آپ کا فوراً یہ فرمانا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ کو ظاہر نہ فرمانا مبنی بر حکمت تھا اور وہ یہی کہ منافقوں کو کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ اپنا معاملہ تھا اور خود فیصلہ کر لیا اور وحی کا انتظار نہ کیا کہ فضیلت اور برأۃ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہو تاکہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے وہ سب کالعدم ہو کر مسرت حاصل ہو۔

جواب ۶: پریشانی کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی نہیں ہے اگر کسی عزت وعظمت والے کو غلط الزام لگا دیا جائے اور وہ خود بھی جانتا ہو کہ یہ الزام غلط ہے۔ پھر بھی اپنی بدنامی کے اندیشہ پر پریشان ہوتا ہے۔ لوگوں میں اس افواہ کا پھیلنا ہی پریشانی کا باعث ہوا۔ اگر آیات کے نزول کا انتظار نہ فرمایا جاتا اور پہلے ہی سے عصمت کا اظہار فرمایا جاتا تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کی اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل نہ معلوم ہوتے اور پھر مقدمات کی تحقیقات کرنے کا طریقہ نہ آتا اور صدیقۃ الکبریٰ کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا جو اب ملا۔ اس تاخیر میں صدہا حکمتیں ہیں۔

جواب ۷: مسئلہ عقائد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ رب تعالیٰ فرماتا

ہے اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے۔ اس گندگی سے مراد گندگی زنا ہے یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہو سکتی ہاں کافرہ ہو سکتی ہے کہ کفر سخت جرم ہے مگر گھنونی چیز نہیں۔ ہر شخص اس سے عار نہیں کرتا اور زنا سے ہر طبیعت نفرت اور عار کرتی ہے۔ انبیاء کی بیویوں کو کبھی خواب میں احتلام نہیں ہوتا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس پر تعجب فرمایا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اکذا فی المشکوٰۃ کتاب الغسل، اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور علیہ السلام کو عقیدے کا یہ مسئلہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ صدیقہ سید الانبیاء کی زوجہ پاک ہیں۔ ان سے یہ قصور ہو سکتا ہی نہیں۔

جواب ۹: مرضی الٰہی یہ تھی کہ محبوبۂ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہ راست دیں اور قرآن میں یہ آیات اُتار کر قیامت تک کے مسلمانوں سے تمام دنیا میں اُن کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوالیں کہ نمازی نمازوں میں اُن کی عفت کے گیت گایا کریں۔ اگر اب حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرماتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں۔ غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔ یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی۔

رفعت شان عائشہ رضی اللہ عنہا تو رب تعالےٰ نے اُن کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ کے ذریعے پاکدامنی سے پاک دامنی ظاہر فرمادی۔ حضرت مریم کو تہمت لگی تو شیر خوار روح اللہ سے اُن کی عصمت ظاہر کی مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلوائی گئی بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور اپنی گواہی کو قرآن کا جز بنا دیا تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اللہ تعالےٰ کے ہاں کتنی قدر و منزلت ہے۔

حضرت عائشہ سے ایک مدت تک توجہ

بے التفاتی از عائشہ کا جواب نہ فرمانا اور بے لطفی بھی بدگمانی یا لاعلمی کی دلیل نہیں کیونکہ حالت غم میں عموماً ایسے ہوتا ہے۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے فرمایا کہ چند

رہنا عدم التفاتی سے وہ بعید نظر آئے جو دین کی شرح کے لیے راحت بے نہایت ہوں۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا وحی دیر میں آئی اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی یورش نہ ہوتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو صبر پہ تو اب زیادہ ہو تا رہا اور امتحان بھی ہو گیا کہ کیسی صابرہ ہیں ادھر حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا امتحان کہ علم سے سینہ بھر دیا۔ واقعہ سامنے کر دیا کہ جملہ حالات حق سبحانہ تعالےٰ نے حضرت کے پیش نظر فرما دیے۔ ادھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی۔ اب دیکھنا ہے کہ محبوب رب اپنی محبوبہ یعنی عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر کر کے اللہ جل شانہٗ پر معاملہ تفویض کرتے ہیں جو لائق شان کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بے قرار ہو کر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے ہیں شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں اس واسطے ہو سکتا توجہ نہیں آئی کہ اس میں ایک دوسرا امتحان یہ تھا کہ اُن کی محبوبہ پریشان ہیں ان کی تسکین فرماتے ہیں یا وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بے قرار ہوئے جاتے ہیں۔ اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے لکھا جائے تو بڑے بڑے دفتر نا کافی ہیں۔ اس لئے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کیا۔ سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو براءت صدیقہ کا یقین ہونا ثابت ہوا مگر ان حضرات کا رتبہ دریافت کیجیے جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں ایک یہ کہ ان کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی تھی اور ایک یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا۔ عینی شرح بخاری جلد ۵ صہ ۳۸۴ میں ہے۔

فِی التَّلْوِیْحِ ظَنُّ السُّوْءِ بِالْاَنْبِیَاءِ کُفْرٌ۔	یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے۔

تو جس نے دو بدگمانیاں کیں اس کا کیا حال ہوگا چاہیے کہ وہ توبہ کرے مزید تحقیق فقیر کی کتاب "شرح حدیث افک" دیکھیے۔

سوال ۱: مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے کہ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کسی علم کو چھپایا یا ان پانچ چیزوں کو جانتے

تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔

عن مسروق قالت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا من اخبرک ان محمدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای ربہ او کتم شیئا مما امر بہ او یعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث فقد اعظم الفریۃ

(رواہ الترمذی وفی روایۃ ومن زعم انہ یعلم ما فی غد الخ)

جواب ۱: اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین باتیں فرمائیں۔
۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا۔ قبول نہیں۔ یہ صرف رائے تھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہیں مانی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی حدیث مرفوع ذکر کی بلکہ صحابہ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مخالف وقوع رویت کا اثبات کیا اور اب تک جمہور علماء اسلام اس کو مانتے چلے آتے ہیں۔ اس کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ "علم الغیب فی الاحادیث" میں ہے۔

جواب ۲: آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جن کی تبلیغ کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہیں چھپایا اور جن کو چھپانے کا حکم تھا وہ بے شک چھپائے۔ انوار التنزیل میں ہے

قولہ تعالیٰ بلغ ما انزل الیک المراد تبلیغ ما یتعلق بمصالح العباد و قصد بانزالہ اطلاعہم علیہ فان من الاسرار الالٰہیۃ ما یحرم افشائہ بلغ ما انزل الخ سے مراد ان کی تبلیغ جو بندوں کی مصلحتوں سے متعلق ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نازل کرنے کے بعد ان کی اطلاع بندوں کو ہو ورنہ بعض اسرار وہ ہیں کہ جن کا اظہار ناموزوں ہے۔

روح البیان جلد ۳ میں ہے۔

وفی الحدیث سالنی ربی ای لیلۃ المعراج فلم استطع ان اجیبہ فوضع یدہ بین کتفی بلا تکیف ولا تحدید ای ید قدرۃ لانہ سبحانہ

منزہ عن الجارحۃ فوجدت بردھا فاورثنی علم الاولین والاخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ عہدا علی کتمہ اذ ھو علم لا یقدر علی حملہ غیری وعلم خیرنی فیہ وعلم امرنی بتبلیغہ الی الخاص والعام من امتی وھو الانس والجن والملک (انسان العیون)

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے شب معراج میں کچھ پوچھا میں جواب نہ دے سکا پھر اس نے اپنا دست رحمت و قدرت بے تکیف و تحدید میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی سردی پائی پس مجھے علم الاولین والآخرین عطا فرمایا اور گوناگوں علوم عطا فرمائے۔ ایک علم تو ایسا ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا کسی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ایک ایسا علم جس کے چھپانے اور سکھانے کا مجھے اختیار دیا اور ایک ایسا علم جس کے سکھانے کا ہر خاص و عام امتی کی نسبت فرمایا اور انسان اور جن اور فرشتے یہ سب حضرت کے امتی ہیں هکذا فی مدارج النبوۃ اب حدیث وتفسیر سے ثابت ہوا کہ امر محقق یہی ہے کہ اسرار الٰہی کا علم جو حضرت کو مرحمت ہوا ہے اسکا افشاء حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ تبلیغ کی مراد احکام شرعیہ تبلیغیہ ہیں ورنہ بہت سے اسرار الٰہیہ پر لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔

حدیث ابوھریرہ مشکوٰۃ شریف و بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ السلام سے دو قسم کے علوم ملے۔ ایک وہ جس کی تبلیغ کر دی۔ دوسرے وہ کہ اگر تم کو بتاؤں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ اسرار الٰہیہ نامحرم سے چھپائے گئے اسی طرح صدیقہ کا یہ فرمان کہ کل کی بات حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے اس سے مراد ہے بالذات نہ جانتا ورنہ صدہا احادیث اور قرآنی آیات کی مخالفت لازم آئے گی۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی، دجال کی، امام مہدی کی اور حوض کوثر کی، شفاعت بلکہ امام حسین کی شہادت کی، جنگ بدر ہونے سے پیشتر کفار کے قتل کی

اور جگہ قتل کی خبر دی۔ نیز اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے ظاہری معنے بھی کئے جاویں تو معاذ اللہ انبیاء کے علم کے بھی تو خلاف ہے کہ وہ بھی بہت سے غیوب کا علم جانتے ہیں اور اس میں بالکل نفی ہے۔ مجھے آج یقین ہے کہ کل پنجشنبہ ہوگا۔ سورج نکلے گا مدارت آوے گی۔ یہ بھی تو کل کی بات کا علم ہوا۔ ایسے ہی پانچ چیزوں کو نہ جاننے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالے کے بتلائے بغیر نہیں کیونکہ آیت میں یہ تصریح نہیں کہ ان علوم خمسہ کی اطلاع محال نہیں نہ آیت میں اس کی تعلیم کا انکار بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے۔

کذا فی التفسیر الکبیر للامام الرازی تحت قولہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الامن ارتضی من رسول۔

(قیامت کے علم کی بحث ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔)

وینزل الغیث: مینہ برسنے کا علم کہ کب برسے گا کی تفصیل گزری۔ کتاب الابریز میں اس شبہ کے جواب میں لکھتے ہیں۔

وکیف یخفی علیہ ذالک والاقطاب السبعۃ من امۃ الشریفۃ یعلمونہا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین الذی ھو سبب کل شئ ومنہ کل شئ

یعنی علم قیامت سرور کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جب کہ آپ کی امت شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین والآخرین محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کے تو نیاز مند بھی اس کے عالم ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شئے کا وجود حضور ہی کی بدولت اور حضور ہی سے ہے۔

یعلم ما فی الارحام: اگر یہ معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کسی کو معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی جب تو کچھ کلام ہی نہیں۔ اور واقعی آیت شریفہ کا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہی مطلب ہے لیکن اگر حسب فہم منکرین علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ مراد ہو کہ تعلیم الٰہی بھی

کسی کو علم نہیں یا اللہ جل شانہ کسی کو اس پر اطلاع نہیں دیتا تو قطعاً غلط۔ کثرت سے احادیث میں آیا ہے کہ ہر شخص کا مادہ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں بطور نطفہ جمع ہوتا ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے پھر مضغہ یعنی پارہ گوشت کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ جل شانہ فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھتا ہے کہ کیا عمل کرے گا اور اس کی کتنی عمر ہے اور شقی ہے یا سعید۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب ایمان بالقدر میں ہے کہ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ مَلَکًا بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ عَمَلَہٗ وَاَجَلَہٗ وَرِزْقَہٗ وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ۔ اس سے ثابت کہ فرشتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہے گا اور عمل کیا کریگا۔ کل تو در کنار فرشتہ تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں بتادیا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میں ان کے پیٹ میں لڑکی دیکھتا ہوں۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء کے صد۱۴ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

حدیث (۱) واخرج مالک عن عائشۃ ان ابابکر نحلہا جداد عشرین وسقا من مالہ بالغابۃ فلما حضرت الوفاۃ قال یا بنیۃ واللہ ما من الناس احد احب الیَّ غنی منک ولا اعز علیَّ فقراً بعدی منک وانی کنت نحلتک جداد عشرین وسقا فلو کنت جددتیہ واحتزتیہ کان لک وانما ھو الیوم مال وارث وانما ھما اخواک واختاک فاقتسموہ علی کتاب اللہ فقالت یا ابت لو کان کذا وکذا لترکتہ انما ھی اسماء فمن الاخری قال ذو بطن ابنۃ خارجۃ اراھا جاریۃ واخرجہ ابن سعد وقال فی اخرہ قال ذات بطن ابنۃ خارجۃ قد القی فی روعی انہا جاریۃ فاستوصی بہا خیرا فولدت ام کلثوم۔

حدیث ۲ علامہ کمال الدین دمیری حیوٰۃ الحیوان میں بیان فرماتے ہیں۔

وعن ابی لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال لقی رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم رجلا من البادية وهو متوجه الى بدر لقيه بالروحاء فسئله القوم عن الناس فلم يجدوا عنده خبرا فقالوا له سلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انيكم رسول الله فقالوا انعم فجاء وسلم عليه ثم قال ان كنت رسول الله فاخبرني عما في بطن ناقتي هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وكان غلاما حدثا لا تسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم واقبل على فانا اخبرك عن ذالك نزوت عليها ففي بطنها سخلة منك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افحشت الرجل ثم اعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكلمه بكلمة واحدة حتى قفلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء يهنؤنهم فقال سلمة يا رسول الله ما الذي يهنؤنك والله ان رأينا الا عجائز صلعا كالبدن المعقلة فنحرنها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لكل قوم فراسة وانما يعرفها الاشراف رواه الحاكم في المستدرك وقال هذا صحيح مرسل وحكاه ابن هشام في سيرة۔

ترجمہ حدیث ۵۱: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے ان کو ایک کھجور کا درخت دے دیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار۔ اس درخت سے اب تک جو [illegible] نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث ہیں صرف دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے

لیکن میری تو ایک بہن اسماء ہیں۔ آپ نے دوسری کونسی بتا دی۔ فرمایا حضرت صدیق اکبر نے ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ بس ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

ترجمہ حدیث ۵۲: ایک اعرابی نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ سلمہ نے کہا ایسی بات حضرت رسول اللہ سے نہ پوچھ میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش اور وہ اعرابی حیرت میں رہ گیا۔

ف: اس سے ثابت ہوا کہ حضور کے صحابہ کرام میں سے نو عمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا اب جو کوئی کہے کہ ما فی الارحام کا علم کسی کو تعلیم الٰہی سے بھی نہیں تو وہ بیچارہ ان عبارات مذکورہ کا کیا جواب دے گا۔

علم ما فی الغد: واقعات ما فی غد یعنی کل ہونے والی باتیں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کو معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۲ میں ہے۔

قال (عمر) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرينا مصارع اهل بدر بالامس يقول هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله وهذا مصرع فلان غدا ان شاء الله قال عمر والذي بعثه بالحق ما اخطؤا الحدود التي حدها رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث.

خلاصہ یہ کہ بدر میں حضرت نے دست مبارک سے بتا دیا کہ کل کو یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں شخص۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حضرت کو معلوم تھا کہ کل کو کیا ہوگا۔ اور دوسرے یہ بھی معلوم تھا کہ کون کہاں مریگا یعنی ما فی غد اور بای ارض تموت کا علم اللہ جل شانہ نے مرحمت فرمایا تھا۔

اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر بھی قبل از وقت بیان فرمائی۔

چنانچہ ما ثبت بالسنۃ میں ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین میری ہجرت کے ساٹھویں سال قتل کئے جاویں گے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقتل الحسین علیٰ راٗسِ ستین سنۃ من مہاجری رواہ الطبرانی فی الکبیر۔

باقی مضامین اور آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ کے جوابات فقیر نے آیۃ مذکورہ کے تحت بیان کئے ہیں۔

سوال بی بی عائشہ کا ہار گم ہوگیا۔ جگہ جگہ تلاش کرایا گیا نہ ملا۔ پھر اونٹ کے نیچے برآمد ہوا اگر حضور علیہ السلام کو علم تھا تو لوگوں کو اسی وقت کیوں نہ بتا دیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

الزامی جواب ۱: موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی ربوبیت کے ایک تھوڑے حصے کو بلا واسطہ دیکھا تو یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ کم و بیش ساٹھ میل سے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عین ذات کو ان سر مبارک کی آنکھوں سے ٹکٹکی لگا کر عرصہ دراز تک بلا واسطہ دیکھا ان پر تہمت کہ ہار گم ہو گیا تو علم نہ تھا کہ کہاں پڑا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

جواب ۲: حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا نہ کہ نہ جاننا اور نہ بتانے میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ بعض حضرات نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں جیسے اس مضمون میں نہ بتانا حکمت ہے ایسے ہی ہار کی گمشدگی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہ بتانا۔

مزید حکمتوں کا بیان ہم آگے چل کر عرض کرتے ہیں۔

الزامی جواب ۳: یہ مسئلہ قاعدے سے ہے اسے محض ظنیات سے ثابت کرنا جہالت

کا ثبوت دینا ہے۔ حدیث شریف میں کہاں ہے کہ میں ہار کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالم جمیع اشیا ہونا ثابت ہے پھر مخالفین کا وہم کس شمار و قطار میں ہے خیالات واہیہ کو آیات واحادیث کے مقابلہ میں ان کا رد کرنے کے لئے پیش کرنا مخالفین کی جرأت پر تعجب ہے سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضرت نے نہ بتایا۔

تحقیقی جواب: مقصد یہ تھا کہ آیت تیمم نازل ہو اس سے ایک امت کو سہولت میسر آئے دوسرا عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ظاہر ہو ورنہ ہار کا علم تھا چنانچہ حدیث کو غور سے پڑھئے۔ بخاری ومسلم کی حدیث ہے۔

فبعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلا فوجدھا

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں۔

یحتمل ان یکون فاعل وجدھا النبی صلے اللہ علیہ وسلم

اس سے معلوم ہوا کہ حضور خود اس کے واجد ہیں وہ ہار خود حضور نے پایا۔

فائدہ اس تصریح سے ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہار کی خبر تھی لیکن اُسے نہ بتانا اور ظاہر نہ کرنا مبنی بر حکمت تھا۔ اس کی چند حکمتیں اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ امام الحفاظ حضرت شہاب الدین ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں۔ واستدل بذٰلک علی جواز الاقامۃ فی المکان الذی لا ماء فیھا یعنی اس اقامت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہوا۔ اگر حضور فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے۔

۲۔ یہ بھی بتانا تھا کہ امام گو سفر میں ہو مگر اُس کو مسلمانوں کے حفظ حقوق کا خیال کرنا چاہئے فتح الباری میں ہے۔ وفیہ اعتناء الامام لحفظ حقوق المسلمین وان قلت۔

ف: علماء نے فرمایا کتنے مسائل نکالے کہ دفن میت کے لئے اور اُس کے مثل رعیت

کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہیے۔

فتح الباری میں ہے ویلتحق بتفصیل الضائع الاقامۃ للحقوق المنقطعۃ ودفن المیت ونحو ذالک من مصالح الرعیۃ۔

۳۔ اس میں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ مال کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔ وفیہ اشارۃ الی ترک اضاعۃ المال (فتح الباری)

۴۔ اس اقامت سے پانی نہ ملا اور صحابہ کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا کس طرح وضو کیا جائیگا تو وہ بیچین ہوئے لامحالہ اُن کو سوال کرنا پڑا تو حضرت صدیق اکبر سے سوال کیا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے ضروری سوال کے لئے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارا نہ کیا۔

انما شکوا الی ابی بکر لکون النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکان نائماً وکانوا لا یوقظونہ (فتح الباری)

حضرت صدیق اکبر نے اسی فکر میں کہ نماز کس طرح پڑھیں گے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کوکھ میں ٹھوکریں (انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے خیال اُچھل پڑتا ہے مگر حضور اُن کے زانو پر آرام فرما رہے تھے اس وجہ سے انہیں جنبش نہ ہونے پائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ادب اس درجہ ہونا چاہیئے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو۔

۵۔ فیہ استحباب الصبر لمن نالہ ما یوجب الحرکۃ ویحصل بہ تشویش النائم (فتح الباری)

۶۔ فضیلت حضرت عائشہ صدیقہ، وفیہ دلیل علی فضل عائشۃ وابیہ وتکرار البرکۃ منہا حضرت صدیقہ کی کیسی فضیلت وبرکت ظاہر ہوئی۔ عمرو ابن حارث کی روایت میں وارد ہوا لقد بارک اللہ للناس فیکم ابن ابی ملیکہ کی روایت میں خود جناب سید عالم علیہ السلام نے فرمایا ما کان اعظم برکۃ قلادتک کہ اے صدیقہ تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے۔ قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور

مجبوری کی حالت میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔

بخاری میں بروایت عروہ وارد ہے۔

فواللہ ما نزل بک من امر تکرھینہ الا جعل اللہ ذالک لک وللمسلمین فیہ خیرا

اسید ابن حضیر نے فرمایا کہ اے صدیقہ بخدا آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے اور آپ پر گراں گذرتا ہے تو اللہ تعالے اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرماتا ہے

اور عبد الرحمن ابن قاسم والی روایت میں ہے۔

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر۔ — کہ اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبر نے آیت تیمم نازل ہونے کے بعد تین مرتبہ فرمایا۔

انک لمبارکۃ — اے صدیقہ تم یقیناً بڑی برکت والی ہو۔

اہل ایمان کو تو نظر آتا ہے کہ حضرت صدیقہ کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑی اور پانی نہ ملے تو ان کی برکت سے اللہ تبارک وتعالے نے تیمم کو جائز فرمایا اور مٹی کو مطہر کر دیا لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو، وہاں سوائے اس کے کچھ نہ معلوم ہو کہ حضرت کو علم نہ تھا۔

چشم بد اندیش[1] کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

---

[1] : بد اندیش دشمن کی خدا آنکھ ہی نکال جائے کہ اس کی آنکھ میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے۔

(اویسی غفرلہ)

بلکہ مرضی الٰہی بھی یہی تھی کہ صدیقہ کا ہار گم ہو، مسلمان اس کی تلاش

حکمتِ ربانی میں یہاں رُک جائیں۔ ظہر کا وقت آجاوے پانی نہ ملے۔ تب حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاوے کہ اب کیا کریں۔ تب یہ آیتِ تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ کی عظمت قیامت تک کہ مسلمان معلوم کریں کہ ان کی طفیل ہم کو تیمم کا حکم ملا۔ اگر اسی وقت ہار بتا دیا جاتا تو آیتِ تیمم کیوں نازل ہوتی۔ رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ جو آنکھ قیامت تک کے حالات کو مشاہدہ کرے۔ اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی ہے؟

فقیر اُویسی غفرلہٗ ہار کی گمشدگی کے بعد اظہار کی تاخیر کے طریقے علم نبوی کی بہترین دلیلیں ہیں۔

۱۔ حضور علیہ السلام کو معلوم تھا کہ آیۂ تیمم اترنی ہے لیکن اس میں ذرا دیر تھی۔ ایسے ویرانے میں فارغ بیٹھنے سے صحابہ کرام اکتا جاتے انہیں جہاد جیسی عبادت کے بعد نکما بیٹھنا کب گوارا تھا۔ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہار کی تلاش بہتر عبادت کا سبب بنایا اسی لئے خود آرام فرما گئے۔ اگر ہار کی گمشدگی کی لاعلمی تھی تو پھر چین سے سونے کے کیا معنی؟

۲۔ جب آیۂ تیمم نازل ہو گئی اس کے بعد خود اونٹ کے نیچے سے پالیا جیسا کہ ابھی امام نووی رحمۃ اللہ کا قول گذرا۔

۳۔ جس نگاہ کو عرش کی بلندی اور تحت الثریٰ کی مسافت آڑے نہ آسکے اس کے لئے اونٹ کب حائل ہو سکتا ہے۔

۴۔ منکرینِ رسالت کو نامعلوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شان اقدس میں کونسی وجہ آڑے آتی ہے کہ ایک معمولی جانور بُدبُد تو ہر علاقہ کی زمین کی گہرائی کا علم رکھے

لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی وسعت مانی جائے تو شرک

واللہ اعلم ایسے افہام واذہان کو کیا ہو جاتا ہے جب ایسی واضح باتیں نہیں سمجھ سکتے صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سفہاء الاحلام یعنی نبوت کے گستاخ عقل سے بے بہرہ ہیں۔

سوال

عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی فرطکم علی الحوض من مرّ علی شرب ومن شرب لم یظلما ابداً لیردنّ علی اقوام اعرفھم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیّر بعدی

(متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب الفتن نی الحوض)

ترجمہ: صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمہارے لئے حوض پر خوشی کا باعث ہوں۔ جو شخص مجھ پر گذرا۔ وہ سیراب ہوا اور جو سیراب ہوا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ مجھ پر کچھ قومیں پیش کی جائیں گی۔ میں اُن کو پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچانیں گے۔ پھر پردہ واقع ہوگا میرے اور ان کے درمیان۔ پس میں کہوں گا بے شک وہ مجھ سے ہیں۔ تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے۔ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں (بدعات) پیدا کی ہیں۔ پس میں کہوں گا دوری ہو دوری ہو اس شخص کے لئے جس نے میرے بعد تبدیلی کی۔

فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا

تو آپ لوگوں کو پہچان لیتے۔

معترضین بھی عجیب لوگ ہیں اس لئے کہ جو واقعہ آنیوالا ہے

جواب الزامی ۱: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے بتا دیا۔ آپ کا خبر دینا کہ ہم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کریں گے انک الخ تو حضور کو اس کا علم ہونا تو اسی حدیث سے ظاہر ہے واقعہ تو قیامت کو پیش آئے گا اور خبر آج دیدی۔

جواب ۲: یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ علم نہ ہوتا تو خبر دینا کیونکر ممکن تھا۔ حضور کو دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اس واقعہ کا نظر انور سے گذر جانا۔ بخاری شریف کی حدیث میں بھی مروی ہے:

بینا انا نائم فاذا زمرۃ حتی اذا عرفتھم خرج رجل من بینی و بینھم فقال ھلم فقلت این قال الی النار واللہ قلت وما شانھم قال انھم ارتدوا بعدک علی ادبارھم القھقری۔

حضور فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گذری حتی کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے ان کے درمیان سے نکل کر کہا آؤ۔ میں نے کہا کہاں۔ اس نے عرض کیا بخدا دوزخ کی طرف۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ حضور کے بعد الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔

ف: صحیح بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور ان کا مآل جانتے تھے۔

جواب ۳: انک لا تدری میں ہمزۂ استفہام مقدر ہے جیسا کہ وتلک نعمۃ تمنھا الایۃ اور ھذا ربی میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں بدیں الفاظ وارد ہے۔

قرینہ تو یہ ہے۔

فاقول یا رب منی ومن امتی فقال اما شعرت ما عملوا بعدک	یعنی پس میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار یہ میرے ہیں اور میرے امتی ہیں فرمایا جائیگا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔

اور قاعدہ ہے کہ استفہام انکاری سے اثبات مطلوب ہوتا ہے جس سے لازم آیا کہ آپ یقیناً نہیں جانتے تھے۔

جواب ۴: صحیح مسلم و ابن ماجہ میں ہے۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ بِاَعْمَالِھَا حَسَنِھَا وَقَبِیْحِھَا	یعنی مجھ پر میری اُمت مع اپنے نیک و بد اعمال کے پیش کی گئی۔

دوسری حدیث ابوداؤد ترمذی میں ہے۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتّٰی الْقَذَاۃُ یُخْرِجُھَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَیَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَۃِ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰیَۃٍ اُوْتِیَھَا الرَّجُلُ ثُمَّ نَسِیَھَا۔

یعنی مجھ پر میری امت کی نیکیاں پیش کی گئیں یہاں تک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے دور کرے اور مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کئے گئے۔ پس میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی کو قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت دی گئی پھر وہ اس کو بھول گیا۔

جب حضور اقدس پر امت کے تمام نیک بد صغیر کبیر اعمال پیش کئے گئے اور پیش ہوتے ہیں پھر کس طرح حضور کو ان لوگوں کے اعمال معلوم نہیں ہوتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ انہیں پہلے سے جانتے تھے لیکن اب انہیں امتی وغیرہ کہنے میں راز ہے۔

جواب ۵: بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ ۔

یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت روز قیامت غر و محجل یعنی اس شان سے بلائی جائے گی کہ ان کا سر، ہاتھ اور پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے پس تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔

مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور کے جو امتی ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں انہیں حضور روز قیامت کیسے پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی کے پنج کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا۔ عرض کیا بیشک پہچان لے گا۔ فرمایا کہ میرے امتی اس شان سے محشر میں آئیں گے کہ ان کے پانچوں اعضاء چمکتے جگمگاتے ہوں گے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیشوا ہوں گا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قَالُوْا کَیْفَ تَعْلَمُ مَنْ لَمْ یَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَیْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَیْنَ ظَهْرَیْ خَیْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا یَعْرِفُ خَیْلَهٗ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهُمْ یَاْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَی الْحَوْضِ ۔

مخالفین سے سوال ہے کہ کیا ان مرتدین کے پنج اعضاء بھی چمکیں گے اگر جواب اثبات میں ہے تو دلیل دیں اگر نفی ہے اور یقیناً نفی ہے تو پھر ہمارا مدعا ثابت کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب پہلے سے دیکھ لیا کہ ان کے اعضاء تو چمکتے نہیں فلہذا یہ میرے امتی ہی نہیں جب آپ کو یقین ہے کہ میرے امتی نہیں تو پھر بھی انہیں امتی امتی کہنا مبنی برحکمت ہے اور یہی ہمارا جواب ہے اور وہ حکمت کیا تھی۔ وہ حکمت ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

جواب ۴۔ ان کے متعلق علم کا ایک قرینہ مندرجہ ذیل حدیث بھی ہے۔ مروی ہے کہ

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا روز قیامت پہلے مجھی کو سجدہ کی اجازت ملے گی اور پہلے سر اٹھانے کا بھی مجھے اذن دیا جائیگا پھر میں اپنے سامنے تمام امتیوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا اور اسی طرح اپنے پس پشت اور داہنے اور بائیں بھی۔ ایک شخص نے عرض کیا نوح علیہ السلام کی امت سے حضور کی امت تک بہت امتیں ہوں گی ان سب میں سے حضور اپنی امت کو کسطرح پہچان لیں گے۔ فرمایا ان کے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے۔ اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہوگا۔ میں انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی ذریت ان کے سامنے دوڑتی ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ فَاَعْرِفُ اُمَّتِیْ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَمِنْ خَلْفِیْ مِثْلَ ذٰلِکَ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ مِثْلَ ذٰلِکَ وَعَنْ شِمَالِیْ مِثْلَ ذٰلِکَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَعْرِفُ اُمَّتَکَ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ فِیْمَا بَیْنَ نُوْحٍ اِلٰی اُمَّتِکَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ لَیْسَ اَحَدٌ کَذٰلِکَ غَیْرُهُمْ وَاَعْرِفُهُمْ اَنَّهُمْ یُؤْتَوْنَ کُتُبَهُمْ بِاَیْمَانِهِمْ وَاَعْرِفُهُمْ تَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ذُرِّیَّاتُهُمْ ۔ (رواہ احمد)

ترجمہ اوپر گذرا۔ ان روایات پر غور کرنے والے سوچیے کہ جو ذات اپنی امت کے حلیہ سورا ب بیان فرما رہی ہے ان کی ایک معمولی سی مبنی برحکمت نفی علمی کا ڈھنڈورا پیٹنا کہاں کا انصاف ہے۔ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اَنّٰی لَہُمْ

ہم اُن کو پہچانتے ہیں کیا اُس دن بھول جائیں گے؟ نیز قیامت کے دن مسلمانوں کی یہ علامات ہوں گی۔ اعضاءِ وضو کا چمکنا، چہرہ نورانی ہونا یَوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال کا ہونا، پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا وغیرہ وغیرہ اور کفار کی علامت ہوگی۔ ان کے خلاف ہونا اور ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا، ان کی ارتداد کی خاص علامت ہوگی جو آج بیان ہو رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور اُن کو نہ پہچانیں۔

جواب (۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی و جہنمی لوگوں کو خبر دے دی چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے دو کتابیں ہاتھ میں لیکر صحابہ کو دکھا دیں اور فرمایا اس میں جنتی و جہنمی لوگوں کے نام ہیں۔

تحقیقی جواب (۴) حضور علیہ السلام کا اُن کو اپنا کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا اُن کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا ورنہ ملائکہ نے اُن کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جہنمی کافر سے کہا جاوے گا ذُقۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ عذاب چکھ تو تو عزت کرم والا ہے جیسے اس آیت میں منافقوں کا فروں کو کریم کرنا ان کے غم و الم اور حزن و ملال میں اضافہ مطلوب ہے ایسے ہی یہاں ان مرتدین کو اپنا کہنا حزن و ملال کے لئے ہوگا۔

سوال: صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور آپ قیامت کے روز اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے۔ فرمایا کہ آثارِ وضو سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت غیب داں ہوتے تو آپ شناخت کیواسطے یہ کیوں فرماتے؟

تمہید جواب: یہ سوال مخالفین کو اس وقت سوجھا جب ہم نے ان کے اس اعتراض

حدیث شریف میں ہے کہ حوضِ کوثر پر کچھ لوگ وارد ہوں گے۔ حضور انہیں اپنے صحابی کہہ کر پکاریں گے اور بلائیں گے۔ تب حضرت سے عرض کیا جائیگا۔ کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے۔ آپ کو ان کا حال معلوم نہیں، کے جواب میں مذکورہ بالا حدیث دلیل کے طور پیش کی اگرچہ اس اعتراض پر ہمارے وہی مطالبات اور جوابات ہیں جو مذکور ہوئے لیکن پھر بھی خصوصیت سے اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ اس موقع پر حضرت کو وضو کی فضیلت بیان کرنا مقصود تھا۔ اس واسطے یہ فرمایا کہ میری امت پر خاص فضلِ الٰہی ہے کہ اس روز وہ سب امتوں سے ممتاز ہوگی۔

جواب (۲) مولٰنا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ آل عمران میں لکھتے ہیں کہ دیلمی از ابو رافع روایت میکند کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمود مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ یعنے تصویرات امت من در آب و گل ساختہ بمن نمودند

یعنے ابو رافع سے مروی ہے کہ فرمایا کہ مجھے میری امت کی تصویر پانی اور مٹی میں بناکر دکھائی گئی۔

بعض روایات میں ہے۔

فَعَرَفْتُ حَسَنَهَا وَسَيِّئَهَا یعنے میں نے ان کے نیک و بد کو پہچان لیا۔

اس قسم کی اور روایات ہم نے پہلے بھی بیان کی ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے سے ہی نیک اور برے کو جانتے ہیں تو پھر قیامت میں محض کسی فضیلت و اظہار کیلئے کچھ بیان فرمائیں تو اس سے لاعلمی کیسے آگئی۔

سوال: بعد معراج کے جب حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے کافروں نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو حضور متردد ہوئے جب اللہ جل شانہٗ نے بیت المقدس حضور کے سامنے کیا تب حضور نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔ اگر حضور کو پہلے

سے معلوم ہوتا تو آپ تردد نہ کرتے اور فوراً بتا دیتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ہر چیز کا علم نہیں۔

جواب نمبر ۱، حضور کو بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا جو کفار نے دریافت کی تھیں پھر ان کا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اس طرف التفات نہ ہوگا۔

جواب نمبر ۲، حدیث شریف میں موجود ہے حضور بیت المقدس تشریف لے گئے اور یوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے راستہ میں بیت المقدس پر گذرے اسکو پورے طور پر دیکھا ہی نہیں بلکہ وہاں سواری یعنی براق سے اتر کر مسجد کے اندر تشریف لائے پھر وہاں دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھیں پھر باہر تشریف لائے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ایک برتن شراب کا ایک دودھ کا لائے۔ حضور نے دودھ پسند فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا۔ الفاظ اس حدیث کے جو بروایت انس مشکوٰۃ شریف صہ ۲۲۸ میں مروی ہیں یہ ہیں۔

عَنْ ثابت البنانی عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِیْتُ بِالْبُرَاقِ وَھُوَ دَابَّۃٌ اَبْیَضُ طَوِیْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ یَقَعُ حَافِرُہٗ عِنْدَ مُنْتَھٰی طَرْفِہٖ فَرَکِبْتُہٗ حَتّٰی اَتَیْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُہٗ بِالْحَلْقَۃِ الَّتِیْ تَرْبِطُ بِھَا الْاَنْبِیَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِیْ جِبْرِیْلُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ اِخْتَرْتَ الْفِطْرَۃَ۔

نتیجہ، حضور علیہ السلام کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا، وہاں ٹھہرنا، سواری سے اترنا سواری یعنی براق کو باندھ دینا، بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا، پھر شراب چھوڑنا، دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو وہاں

کے حالات پر آگاہی تھی۔ پھر اگر حضور متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لقد رأیتنی فی الحجر وقریش تسئلنی عن مسرائی فسالتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکربت کربا الحدیث از مشکوٰۃ

اور اس حدیث کے حاشیہ پر ہے۔ لم اثبتھا ای لم اضبطھا ولم احفظھا (از لمعات)

جواب نمبر ۳، ایک روایت میں وارد ہے کہ حضور رسول مقبول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے اوصاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کئے اور حضرت نے سب بتائیے۔ اس حدیث میں تردد و فکر کا نام تک نہیں۔ چنانچہ مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے

پس آمد ابوبکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وگفت یا رسول اللہ وصف کن آنرا بمن کہ من رفتہ ام آنجا و دیدہ ام آنرا پس وصف کرد آنرا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پس گفت ابوبکر اشھد انک رسول اللہ الخ

ترجمہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کی حضور مجھیں بیت المقدس کے حالات سنائیے آپ نے انہیں بیت المقدس کے پورے پورے حالات بتائے یہ سنکر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ

غور کیجیے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو صاف صاف بتا دیا لیکن ابوجہل وغیرہ کو نہ بتانے میں حکمت نہیں تو اور کیا ہے۔

جواب نمبر ۴، حضور علیہ السلام کا کافروں کے سامنے تردد لاعلمی کا نہ تھا بلکہ اس لئے

تھا کہ یہ لوگ تو اپنے آپ کو زیرک زمان سمجھتے ہیں لیکن یہاں حال یہ ہے کہ میرے سے اہم سوال کے بجائے صرف بیت المقدس کی تعمیر اور دروازوں کے متعلق سوال کر رہے ہیں۔ آپ کو ان کی اس طفلانہ حرکت سے پریشانی ہوئی اور متردد انہ بیٹھ گئے یہ ایسے ہے جیسے ایک بڑا علامہ کسی قوم کے ہاں مناظرہ کرنے جائے اور وہ اپنے آپ کو محقق اور مدقق کہلاتے ہوں لیکن جب گفتگو شروع ہو تو وہ بچوں کی طرح معمولی سوالات کرنے شروع ہو جائیں تو وہ ان کی حرکت سے پشیمان ہوں تو یہ نہ کہا جائیگا کہ وہ عالم بھی نہیں۔

سوال ۱۱ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ نے جوتا مبارک اتار دیا یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے آپ نے نماز سے فراغت پاکر صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے۔ عرض کی حضور کو دیکھ کر ہم نے بھی ایسا کیا آپ نے فرمایا مجھے جبریئل نے خبر دی تھی کہ اس میں (قذر) نجاست ہے۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ کو جبریئل علیہ السلام نہ بتاتے۔

جواب ۱۱ جوتے مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی۔ ورنہ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پاپوش مبارک اتارنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ نماز ہی از سرِ نو پڑھتے مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔

جواب ۲ جبریئل علیہ السلام کا خبر دینا اظہارِ عظمت و رفعت شان ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے کہ کمال تنظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے اس سے عدم علم آنسرور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر استدلال ایک عام خیال ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

> "قذر بفتح قاف ذال معجمہ در اصل آنچہ مکروہ پندار د طبع و ظاہر نجاستے نبود کہ نماز باآں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد والا نماز از سر گرفت کہ بعضے نماز باآں گذاردہ بود و خبر دادن جبریئل برآوردن از پا جہت کمال تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بود۔"

سوال ۱۲ ایک شخص[1] نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ چند لوگ آپ میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو میں بھی ہو جاؤں گا۔ آپ نے ستر صحابہ جلیل القدر قاری قرآن اس کے ہمراہ کر دیئے راستہ میں وہ سب کے سب غداری اور بیوفائی کے ساتھ شہید کر ڈالے گئے۔ جس پر آپ کو کمال حزن و ملال ہوا۔ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یوں شہید کر ڈالے جائیں گے، اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو بیر معونہ کے منافقین وصول کے سے آپ سے ستر (۷۰) صحابہ کرام کیوں لے گئے[2] جنہیں وہاں لے جاکر شہید کر دیا گیا۔ اس آفت میں انہیں حضور علیہ السلام نے کیوں پھنسایا۔

الزامی جواب: یہ حدیث واقعہ بیر معونہ سے مشہور ہے مخالفین سے ہمارا سوال ہے کہ اس روایت میں کہاں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں لاعلمی میں انکو بھیج رہا ہوں۔ واقعہ سے لاعلمی سے ثابت کرنا ہے تو پھر ہندو سچا ہے جب کہ اسنے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالٰی کو اگر علم ہوتا تو وہ بنی اسرائیل کے ہاں انبیاء علیہم السلام کو نہ بھیجتا جبکہ بنی اسرائیل نے دو سو انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا ویقتلون النبیین بغیر الحق اس قسم کی قرآن مجید میں درجنوں آیات ہیں اگر کہو کہ اللہ تعالٰے نے عمداً بھیجا تو قتل عمد کا ارتکاب کیا (معاذ اللہ) وہ جواب جو ہم نے ہندو کو دیا ہے وہی ہمارا

---

[1] عامر بن مالک نجدی۔

[2] یہ واقعہ ۴ھ میں ہوا (مدارج النبوۃ)۔

وہابی دیوبندی کر دینا ہوگا۔

جواب نمبر ۲: حضور علیہ السلام اسلام کی آبیاری کے لئے تشریف لائے۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی پیاری جانیں دیکر اسلام کا باغ تیار کیا حضور علیہ السلام کو ان کی شہادت کا علم تھا جیسے اللہ تعالیٰ کو انبیاء علیہم السلام کی شہادت کا علم تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے دینِ حق کے بچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی جانیں قربان کرادیں۔ ایسے ہی نبی علیہ السلام نے سنت الٰہی پر عمل کیا

جواب نمبر ۳: علم کی نفی تو ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ نبی علیہ السلام نے مبلغین مانگنے والے نجدیوں اور آنے والی نسلوں کو بتایا کہ میری تعلیم و تربیت کا کرشمہ دیکھئے کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان دینے کو سعادت سمجھتے بلکہ بدل و جان کوشش کرتے ہیں کہ انہیں راہِ حق میں جان دینے کا موقعہ میسر ہو۔

جواب نمبر ۴: حضور علیہ السلام اپنے علم کی اشاعت کے لئے بلکہ اسلام کی اشاعت کیلئے تشریف لائے یہ موقعہ بھی ایسا تھا کہ نجدی اگرچہ جو کچھ تھے لیکن اسلام کی اشاعت کے لئے مبلغ مانگنے آئے پھر یہ موضوع کے خلاف تھا کہ ایک شخص اشاعت اسلام کے لیے عرض کرتا ہے کہ حضور اپنے نیازمندوں کو اس کی قوم کی ہدایت کیواسطے مبلغ بھیجیں اور آپ اسے یہ جواب دیں کہ ہمیں اشاعت اسلام اور ہدایتِ خلق سے جان زیادہ محبوب ہے۔ وہاں جو جائیں گے شہید ہو جائیں گے۔

ذیل میں ہم چند واقعات درج کرتے ہیں جو بیر معونہ میں صحابہ کرام کو پیش آئے تاکہ ان کے شوقِ شہادت کا ناظرین کو علم ہو اور مذکورہ سوال کا جواب بآسانی سمجھ سکیں۔

۱۔ جانباز تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب شہید ہو گئے اور انہیں سے حضرت منذر بن عمرو رہ گئے تو کفار نے ان سے کہا آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں مگر آپ کے آرزومند شہادت دل نے ہرگز نہ مانا اور آپ نے بمقابلہ شہادت کے امن کو قبول نہ فرمایا (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۱)

ازالہ وہم: یہ تو عرض کیا گیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دین پر جان تصدق کرنے ہی کے لئے روانہ فرمایا تھا اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ سب شہید ہو جاویں گے۔ مگر جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور کے لئے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کر لینے سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قتل عمد کی نسبت کرنا پڑے گی۔ اس کیلئے ایک جواب تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں دوسرا جواب بطور سوال عرض ہے کہ واقعہ ہذا میں کیا کوئی منذر ابن عمرو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خودکشی کا الزام لگائے گا کہ انہوں نے باوجود امن ملنے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا۔

۲۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حارث اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے جب واپس آئے اور لشکرگاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پرندوں کو گردِ لشکر کے دیکھا اور گرد و غبار اٹھا معلوم ہوا اور کافروں کے سواروں کو بلندی پر کھڑا اور اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید دیکھا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب مصلحت کیا ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری کی رائے ہوئی کہ سید کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے۔ حارث نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب ہم پہونچی ہوئی شہادت بہت غنیمت ہے۔ چنانچہ انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا اور ان میں سے چار آدمیوں کو قتل کر کے حارث خود بھی شہید ہو گئے۔

(کذا فی صحیح المسلم ومدارج النبوۃ)

ناظرین: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شوق شہادت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے امن و عافیت کو چھوڑ کر شہادت حاصل کرنے میں سعی کی اور کامیاب ہوئے۔ اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام نے قصداً دیدہ و دانستہ اپنی جان میں ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی۔ اسی طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں ہے کہ فخر عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدہ و دانستہ صحابہ کو روانہ فرما کر قتل عمد کے مرتکب ہوئے والعیاذ باللہ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جانیں راہِ خدا میں نذر کیں اور ان جانوں کے لیے اس سے عمدہ طور پر کام آنے کا

کوئی موقع نہ تھا۔ جان کی بڑی قیمت یہی تھی کہ راہِ خدا میں نثار ہو گئی۔ یہ کہنا کہ اس حادثہ کا اگر حضرت کو علم تھا یا ہوتا تو صحابہ کو نہ بھیجتے اور صحابہ کو علم ہوتا تو وہ نہ جاتے۔ فخرِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر الزام لگانا ہے کہ جب جان تصدق کرنے کا موقع آتا اور یہ سمجھتے کہ جان جاتی ہے تو درگذر کر جاتے اور ہم لوگوں کی طرح خیال کرتے کہ کون مفت خطرہ میں جان ڈالے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تو یہ کہئے اور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ دین پر جان نثار کرنے میں دریغ کر جائیں۔ جان جاتی دیکھیں تو اسلام کی اشاعت کے پاس تک نہ آئیں بلکہ یہ حضرات جب سمجھ لیں کہ اب جان نذر کرنے کا موقع ہے تو بڑی خوشی اور شوق سے جان نذر کریں جیسا کہ میں صحابہ کے واقعات سے ثابت کر چکا ہوں ؎

یاں پہلے ہی سر شوق سے مقتل میں جھکا دوں

لے جان اگر خنجرِ فولاد تمہارا

۲۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیر معونہ پر پہنچے اور انہوں نے حضور سراپا نور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مرغوب حرام بن ملحان کو دیا کہ عامر بن طفیل کے پاس لے جائیں۔ حرام دو شخصوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے جب اس قوم کے نزدیک پہنچے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم یہیں رہو میں جاتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دی تو تم بھی چلے آنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اصحاب کے ساتھ جا ملنا۔ پھر حرام ابن ملحان نے ان لوگوں سے کہا امن دو تو میں تمہیں خدا کے رسول محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا پیام پہنچاؤں۔ حرام ابن ملحان گفتگو ہی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے جو ان کے پیچھے تھا ان لوگوں کے اشارہ سے اُن پر حملہ کیا اور نیزہ مارا کہ وہ حرام کے بدن کے دوسری طرف نکل آیا۔ اس حالت میں حرام ابن ملحان کی زبان سے جو کلمے نکلے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو اس کا کچھ لطف آئے گا۔ حالت تو یہ کہ نیزہ سینے سے پار ہو گیا۔ اب خون چہرہ اور تمام بدن کو رنگین کر رہا ہے اور زبان پر کیا مبارک کلمہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرْ

فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ رب کعبہ کی قسم میری آرزو پوری ہو گئی اور مطلب حاصل ہو گیا مراد مل گئی یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پورے طور پر ہوئی رتبہ شہادت ملا سبحان اللہ ایک تو یہ دل تھے جو دلبرانہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جان نذر کرتے تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص اور حضور اقدس کی صفت کمال کے انکار میں رات دن سرگرم ہیں۔

فلما نزلوها قال بعضهم لبعض ايكم يبلغ رسالة رسول الله صلے الله عليه وسلم اهل هذا الماء فقال حرام بن ملحان انا فخرج بكتاب رسول الله صلے الله عليه وسلم الى عامر بن الطفيل وكان على ذلك الماء فلما اتاهم حرام بن ملحان لم ينظر عامر بن طفيل فى كتاب رسول الله صلے الله عليه وسلم فقال حرام ابن ملحان يا اهل بئر معونة انى رسول رسول الله صلے الله عليه وسلم اليكم وانى اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله فامنوا بالله ورسوله فخرج اليه رجل من كسر البيت برمح فضربه فى جنبه حتى خرج من الشق الآخر فقال الله اكبر فزت ورب الكعبة (كذا فى الخازن صـ۳۰۲ ومدارج النبوة صـ۱۵)

علاوہ ازیں حضور کی خبر نہ دینے اور تحمل فرمانے میں اور بہت سی حکمتیں ہیں۔

۳۔ بیر معونہ میں جب حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود اپنے شوق سے مقابلہ کر کے شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری باقی رہ گئے اور عامر بن طفیل نے ان کو شہید نہ کیا پیشانی کے بال پکڑ کر چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کی رخصت دی اور یہ دریافت کیا کہ ان شہداء سے آپ واقف ہیں۔ فرمایا کہ ہاں واقف ہوں۔ تب وہ اٹھ کر شہداء کے مقتل میں آیا اور ہر ایک کا نام و نسب دریافت کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ کوئی صاحب ایسے تم میں

تھے جن کی نعش یہاں نہیں ہے۔ عمرو نے کہا کہ ہاں عامر بن فہیرہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بندۂ آزاد کردہ تھے وہ ان میں نہیں ہیں۔ کہا وہ کیسے آدمی تھے۔ فرمایا کہ وہ بڑے فاضل اور پرانے مسلمان تھے۔ عامر بن طفیل کافر نے کہا کہ ان کی شہادت کے وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ وہ آسمان کی جانب اٹھا لئے گئے۔

ف: حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا عامر بن طفیل کا ایسا عجیب وغریب واقعہ دیکھنا اور خود اس کو بیان کرنا اور پھر اس جماعت کے قتل سے پشیمان نہ ہونا اور ایمان سے محروم رہنا تعجب خیز اور اس کی کور باطنی اور شقاوت ازلی کی صاف نظیر ہے مگر پھر بھی وہ تو کافر تھا اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ مسلمان نما لوگوں کا آیتیں اور حدیثیں اور عجیب وغریب واقعات کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی علم عظیم نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار ہی کئے جانا اور نصوص پا کر بھی مطمئن نہ ہونا بلکہ اپنے قیاسات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے اس علم عظیم پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے اللہ جل شانہٗ جانے یا یہ۔

۴. بنی کلاب میں ایک اور شخص جبار بن سلمیٰ بھی انہیں کفار میں تھا۔ اس سے منقول ہے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا اور وہ دوسری طرف نکل آیا تو میں نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا فُزتُ واللہ اور یہ دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے اس وقت مجھے یہ فکر ہوئی کہ اس لفظ سے کیا مراد ہے تو میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا اور انہیں تمام حال سنایا۔ کہنے لگے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ خدا کی قسم میں نے مراد پالی۔ میں نے یہ سنکر ضحاک سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے اور میں مسلمان ہو گیا اور یہ واقعہ میرے اسلام لانے کا باعث بنا۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ نے فرمایا سبحان اللہ! سعادتمندوں کو جیسے اس حال کے مشاہدہ سے ایمان نصیب ہوا ویسے ہی اس کے استماع سے بھی صدہا برکات حاصل ہوئیں۔ مخالفین اب تو سمجھے ہوں گے کہ حضور کے اطلاع نہ دینے میں حکمتیں تھیں۔ پھر اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو

مستلزم نہیں۔ ہر چند کفار نے سوال کئے مگر حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے انہیں وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا۔ پھر اگر یہ راز تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ظاہر فرما دیتے۔ اس سینہ مبارک میں اللہ کے ہزاروں راز مخزون تھے حضور امین تھے۔ یہ شان تحمل کی ہے کہ ایسے مواقع پر سکوت فرمائیں اور کام اللہ جل شانہٗ کے سپرد کریں۔

جواب ۵: اللہ تعالیٰ کو تو علم تھا کہ یہ مسلمان مارے جائیں گے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ میرے نبی علیہ السلام کو ان کو مارے جانے سے غم لاحق ہوگا اور یہ بھی اس کا طریقہ عام ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھنا نہیں چاہتا جیسا کہ چند مثالیں فقیر نے کتاب "شرح حدیث افک" میں لکھی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فوراً جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ اے نبی علیہ السلام آپ اپنے فقیروں کو نجدیوں کو ساتھ نہ بھیجیئے۔ اس سے کیوں نہ کہا جائے کہ وہاں بھی حکمت تھی تو یہاں بھی۔

تحقیقی جواب ۶: نبی علیہ السلام ایسے معاملات میں خصوصاً متوجہ رہتے پھر کبھی ان حالات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر فرما دیتے اور کبھی بالامر الٰہی مخفی رکھتے غزوۂ موتہ کو مو بمو بتایا جیسا کہ گذرا اور یہاں بھی کچھ حالات ظاہر فرمائے چنانچہ شیخ محقق سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کو لکھتے ہیں۔

شہیدوں کا سلام: مروی ہے کہ جب قراء کفار کے گھیرے میں تھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے کہ ہم کسی کو نہیں دیکھتے کہ ہمارا سلام تیرے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پہنچائے۔ تو ہی ہمارا سلام حضور کی بارگاہ میں پہنچا۔ اس پر جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دردمندوں کا سلام حضور علیہ السلام کا سلام پہنچایا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان شہیدوں کی خبر صحابہ کرام کو پہنچائی اور فرمایا تمہارے ساتھی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں اور حق تعالیٰ سے

مناجات کر رہے ہیں جس میں تو راضی ہے تو ہم بھی راضی ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

فائدہ: مفسرین کہتے ہیں کہ ان کے حق میں یہ آیت اتری جو بعد کو منسوخ ہو گئی وہ آیت منسوخہ یہ ہے
بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا

غور کیجئے: حضور علیہ السلام نے حالات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبردار فرمایا ہے اور سنیئے۔

حضرت عامر بن فہیرہ کا چشم دید واقعہ: اسی مضمون میں آپ نے حضرت عامر بن فہیرہ کا واقعہ پڑھا۔ اس کے لئے منقول ہے کہ ضحاک بن سفیان نے ایک خط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لکھا جس میں جبار بن سلمی کے اسلام لانے اور انکا حضرت عامر بن فہیرہ کو آسمان پر لیجاتے دیکھنے کا حال تحریر کیا اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شاہد ملاحظہ ہو آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ فرشتوں نے ان کے جسم کو دفن کیا اور ان کو اعلیٰ علیین میں لے گئے۔ مدارج النبوۃ صہ ج۲

فائدہ غور کیجئے اگر حضور علیہ السلام واقعات کو مشاہدہ نہیں فرما رہے تھے تو یہ اعلیٰ علیین اور فرشتوں کے دفنانے کی خبر دینے کا کیا معنیٰ ؟

افسوس صد افسوس: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بوقت خطبہ سینکڑوں میل دور لشکر اسلام کو دیکھیں اور انہیں ہدایت بھی دیں اور ان کے آقا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لاعلمی کی تہمت۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ازالہ وہم: بسا اوقات واقعات کو ظاہر نہ کرنا یا ان سے خاموش رہنا مبنی بر حکمت ہوتا ہے جیسے بار بار عرض کیا کچھ یہاں بھی یہی معاملہ ہوا

تحقیقی جواب: حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قراء مبلغین کو روانہ کرنے سے پہلے ہی آنے والے حادثہ کیطرف اشارہ فرمایا چنانچہ جب عامر نجدی نے مبلغین مانگے تو آپ نے فرمایا انی اخشیٰ علیہم اھل نجد رواہ البخاری، میں ان کے متعلق نجدیوں سے ڈرتا ہوں یہ یقینا اسی طرح ہے جیسے یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کیساتھ روانہ کرتے وقت فرمایا انی لیحزننی ان تذھبوا بہ واخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غفلون۔ بے شک مجھے رنج دیگا کہ تم اسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا لے۔

فائدہ ہم نے رسالہ وقع التاسف عن نفی علم ابی یوسف میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو انکے آنیوالے مکر کا علم تھا جبھی یہی کلمات فرمائے۔ اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نجدی کے مکر و فریب کا علم تھا اسی لئے یہی الفاظ فرمائے۔ آج بھی نجدی اور ان کے چیلے ان کے پاک علم کا انکار کرکے ایسے ہی حزن وملال میں ڈال رہے ہیں جیسے کہ کل ہمارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نجدیوں نے رنج والم اور حزن وملال میں ڈالا۔

حضور علیہ السلام کا حزن وملال: جب قراء صحابہ کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو حضور علیہ السلام بہت غمزدہ اور ملول ہوئے اور سخت کرب محسوس فرمایا یہاں تک کہ ایک ماہ تک ایک روایت میں چالیس روز تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور رعل وذکوان عصیہ اور نجد کے تمام قبائل پر دعا فرمائی (مدارج النبوۃ صہ ج۲)

انتباہ ہم نے اس سوال کے جواب میں طوالت کی ہے اس لئے کہ مخالفین اس واقعہ کو بار بار اور بڑے زور دار دلیل سے سمجھتے ہیں تاہم قلم کو روکا ہے مزید تفصیل فقیر کی کتاب "العین التحریر فی تقاریر دورۃ التفسیر" میں ملاحظہ ہو۔

سوال: مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہما نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ تھا۔ چنانچہ ایک روایت بھی اپنے دعویٰ پر دلیل کے طور پر لکھی ہے وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: لا اعلم ما وراء الجدار میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ اس روایت سے

بھی ان کے دعویٰ کی صداقت معلوم ہوتی ہے اور تم کہتے ہو کہ حضور علیہ السلام علم کلی جانتے ہیں۔

جواب: یہ روایت من گھڑت ہے چنانچہ سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی محقق قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے مدارج شریف میں یوں فرمایا ہے

اینجا اشکال مے آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم من بندہ ام نے دانم در پس ایں دیوار است۔ جوابش آنست۔ کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں۔ دیوار کے پیچھے کی بات کو نہیں جانتا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس بات کی کچھ اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ف: شیخ صاحب اس روایت کی تردید کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہی نہیں بلکہ موضوع ہے اور موضوع روایت سے استدلال گمراہی ہے۔ اور اس روایت کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

لا اصل لہ — یہ حکایت محض بے اصل ہے۔

امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں فرمایا۔

لم یعرف لہ سند — اس کے لئے کوئی سند نہ پہنچائی گئی۔

افسوس ہے کہ مخالفین ایسی باتیں کرید کرید کر پیش کرتے ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی کسر شان ہو۔ نہ معلوم ان لوگوں کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ کس قسم کا بغض وعناد ہے کہ ایسی غیر معتبر اور موضوع روایات پیش کر کے عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں

بلکہ فخریہ طور پر کہتے اور اس موضوع پر مناظرہ کے لئے میدان میں بھی اترے کہ حضور علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے علم نہ تھا اس کے بیشمار دلائل ہیں کہتے ہیں ان میں ایک یہ ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے فرمایا۔ کون ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں۔ آپ نے فرمایا میں تو میں بھی ہوں۔ گویا یہ کلمہ حضور کو ناپسند ہوا۔ اس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو آپ کیوں پوچھتے کہ تم کون ہو کیونکہ آپ کو تو پہلے ہی معلوم تھا۔

جواب حضور علیہ السلام کا مَنْ ذَا فرمانا یعنی یہ کون ہے۔ حضور علیہ السلام کی نفی علم غیب کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ خود اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام سے **کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی** کے جواب میں فرماتا ہے **اَوَلَمْ تُؤْمِنْ** کیا تم ایمان نہیں لائے تو مخالف یہاں بھی یہ کہے گا کہ معاذ اللہ اگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہوتا تو یہ کیوں فرماتا کہ تم ایمان نہیں لائے۔ یاد رہے کہ ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوا کرتی بلکہ اس میں حکمت ہوتی ہے احادیث میں بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتا ہے کہ میرے بندے کیا کرتے ہیں۔ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ غرض یہاں تو حضور کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے وہ اہل علم پر خوب روشن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب کی تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ جب تم کسی کے مکان پر جاؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو تو میں نہ کہدیا کرو بلکہ نام بتلایا کرو کیونکہ لفظ میں کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں ناپسند ہے بلکہ کسی حد تک مضر ہے کیونکہ باہر سے بلانے والا تمہارا دشمن

بھی ہوسکتا ہے اور "النغمۃ تشبہ النغمۃ" آواز آواز کے مشابہ ہوسکتی ہے اور بار بار ایسے واقعات مشاہدے میں آچکے ہیں کہ دشمن دوست کی آواز سے مشابہ کر کے باہر جاکر جان سے مار دیتا ہے اسی لئے آپ نے رہتی دنیا تک اُمت کو سبق سکھایا کہ جب تک بلانے والے کے متعلق یقین نہ ہو کہ کون ہے باہر نہ جاؤ افسوس ہے مخالفین پر کہ حضور علیہ السلام تو اُمت کی خیر خواہی کر رہے ہیں لیکن یہ لوگ ان کی توہین پر کمر بستہ ہو کر آپ کی لاعلمی ثابت کر رہے ہیں۔

لطیفہ اس وقت باہر سے بلانے والا حضور علیہ السلام کا کوئی اجنبی ناواقف نہ تھا بلکہ حضرت جابر صحابی تھے جو اکثر اوقات حاضر باش رہتے تھے کیا (معاذ اللہ) آپ کی حس ظاہری اتنا کمزور پڑ گئی تھی کہ حاضر باش صحابی کی آواز بھی بار بار عرض کرنے سے نہ پہچان سکے جبکہ ہم ایک جانی پہچانی شخصیت دوست وغیرہ کے آواز دینے سے فوراً پہچان جاتے ہیں کہ یہ کون ہے۔

سوال صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سنا۔ آپ نے باہر تشریف لاکر فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں۔ شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو۔ اُس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہوں۔ اس حدیث سے مخالفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی نفی اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو خلافِ فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا؟

جواب اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصود محض تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لئے زبانی قوتیں خرچ کریں۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔

فان قضیت لاحدکم منکم لشئ من اخیہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار (ترمذی)	اگر میں تم میں سے کسی دوسرے کو دوسرے کی چیز دلا دوں۔ تو وہ اُس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے۔

فائدہ: مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا۔ بفرض محال اگر میں تمہاری تیز بیانی اور شیریں بیانی سے تمہیں دوسرے کا حق دلا دوں۔ تو بھی تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے ہی لئے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کے حق کھانے کی کوشش ہی نہ کرو۔ مقصود اس حدیث سے یہ تھا مگر مخالفین نے اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نفی علم غیب پر استدلال کیا۔ اگر حضور کسی کا حق کسی دوسرے کو دلا دیتے کچھ جائے عذر ہوتی کہ اب تو کچھ شُبہ کا موقع ہے کہ حضور نے کسی کا حق کسی اور کو دلا دیا۔ مگر یہاں شبہ کو کچھ بھی دخل نہیں کہ حضور نے ایک کا حق دوسرے کو کیوں نہ دیا۔ بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی جملہ شرطیہ ہے جو صدق واقعہ کا مقتضی نہیں بلکہ ایک فرض محال ہے۔ یعنے ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی کچھ فائدہ نہیں دیکھئے ایسا ہی جملہ شرطیہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدین۔	فرمایئے اگر رحمٰن کی اولاد ہو تو اس کا میں ہی پہلا عبادت کرنے والا ہوں۔

ثابت ہوا شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال

بکہ بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے اور علیٰ ہذا اس حدیث میں بھی یہی معنی ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ شارحین حدیث بھی یہی معنے لیتے ہیں۔ چنانچہ مشارق الانوار کی شرح میں ہے۔

وان قوله عليه السلام فمن قضيت له بحق مسلم الخ شرطيه وهو لا تقتضى صدق المقدم فيكون من باب فرض المحال نظرا الى عدم جواز قراره على الخطاء ويجوز ذالك اذا تعلق به غرض كما فى قوله تعالىٰ فان كان للرحمٰن ولد فانا اول العابدين والغرض فيما نحن فيه التهديد والتقريع على اللسن والاقدام على تلحين الحجج فى اخذ اموال الناس.

ترجمہ: اور حضور علیہ السلام کا قول فمن قضیت الخ کا مطلب یہ ہے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ صدق مقدم کو صدق مقدم کو مقتضی نہیں تو فرض محال کی قبیل سے ہوگا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطا پر برقرار رہنا ممتنع ہے اور ایسا بولا جارہا ہے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قل ان کان للرحمٰن الخ ایسے جملوں سے غرض تہدید و تقریع (دھمکانا ڈرانا) ہوتا ہے۔

یہاں بھی وہی ہے زبان کی چالاکی اور غلط دلائل قائم کرکے لوگوں کے اموال نہ لے۔

سوال بخاری جلد اول کتاب الجنائز میں حضرت ام العلاؑ کی روایت ہے۔

واللّٰه ما ادرى و — خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ حالانکہ میں اللہ

انا رسول الله ما يفعل بى — کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاویگا۔

اس معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بھی خبر نہ تھی کہ قیامت میں مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

اجمالی جواب یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایۃ کی نفی ہے یعنی میں اپنے اٹکل و قیاس سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا بلکہ اس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے تو اے ام العلاؑ تم جو عثمان ابن مظعون کے جنتی ہونے کی گواہی محض قیاس سے دے رہی ہو یہ معتبر نہیں۔ اس غیب کی خبروں میں تو انبیاء کرام بھی قیاس نہیں فرماتے یہاں تک کہ خود میں بھی ایسی باتوں کو اٹکل اور قیاس سے نہیں کہتا بلکہ وحی ربانی سے کہتا ہوں جو کچھ کہتا ہوں (جیسا کہ ہم نے درایۃ کی تحقیق میں عرض کیا ہے۔

تفصیلی جواب دراصل انہیں تعلیم امت مطلوب ہے کیونکہ عثمان بن مظعون پہلے صحابی (رضی اللہ عنہ) ہیں جن کا مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے وصال ہوا تاکہ آئندہ سبق مل جائے کہ کسی کی موت پر خواہ مخواہ قیاس آرائی نہ کی جائے کہ جنتی ہے یا جہنمی ورنہ اگر یہ معنیٰ نہ کیا جائے تو ہزاروں روایات کو غلط ٹھہرانا پڑے گا۔ جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی اور دوزخی کی خبر دی جن کی تفصیل مختصراً عرض کردوں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے فرمایا مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین

میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اُس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم و آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

② عشرہ مبشرہ (دس جنتی صحابی (ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم) کو جنت کی خوشخبری کس نے دی (کیا یہ کوئی کہہ سکتا ہے صحابی تو جنتی ہیں لیکن نبی علیہ السلام کو اپنی خبر نہ تھی کہ وہ . . . . معاذ اللہ

③ ان ہر ایک کو بلکہ ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہشت کا مژدہ جاں فزا سنایا۔

④ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ یہ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

⑤ خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواتین جنت کی سردار بتایا۔

⑥ مجاہد جہنمی کو عین جنگ کے وقت اس کا انجام بد بتایا کہ یہ جہنم میں جائے گا۔

صرف اسی موضوع کی احادیث جمع کی جائیں تو ہزاروں لیکن ضدی کو پھر بھی ضد رہے گی صرف اہلِ ایمان کی تازگی کے لئے کچھ عرض کر دوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِيَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا الْكِتَابُ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهٖ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیسی ہیں تو ہم نے عرض کی کہ نہیں مگر یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور اُن کے آباء کے نام اور اُن کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر اس کے آخر پر میزان لگائی گئی اور ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے

هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا۔

گا ہمیشہ تک پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام دوزخیوں اور ان کے آباء و قبائل کے نام درج ہیں پھر آخر میں میزان (ٹوٹل) لگایا گیا ان میں نہ زیادہ ہوگا نہ کم تا ابد۔

(مشکوٰۃ شریف ص۲۱ باب القدر و ترمذی شریف باب القدر)

اُویسی کی اپیل

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی ہونے کا دم بھرنے والے سے اپیل ہے کہ یہ حدیث صحیح صحاح ستہ کی ترمذی شریف کی مستند روایت پڑھ کر فیصلہ فرمایئے کہ آپ تمام جنتیوں اور دوزخیوں کا رجسٹر ہاتھ میں رکھتے ہیں لیکن وہابیوں دیوبندیوں کے مولوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ اپنے خاتم علی الایمان کی خبر ہے نہ دوسروں کی پھر ڈھٹائی یہ کہ دلائل سے ثابت کیا جا رہا ہے اور دلائل بھی وہ جو منسوخ ہو چکے ہیں اسے کہتے ہیں غدار امتی۔ اب قارئین خود سوچ لیں کہ غدار اُمتی بننا چاہتے ہیں یا وفادار۔

اختیار بدست مختار۔

خاتمہ کا اپنا کسی نہ دوسرے کا نبی ولی کو علم نہیں (معاذ اللہ)

① مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا کہ "جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر و خواہ آخرت و حشر اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ ولی کو نہ نبی کو"۔ (تقویۃ الایمان ص۳۲)

② مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل انبیٹھوی نے لکھا کہ" حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کر کے لکھتے ہیں) میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (براہین قاطعہ ص۵۱ از مولوی خلیل احمد) خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں و اللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (بخدا مجھے نہیں معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا:

لطیفہ دیوبندیوں کو اپنے مولویوں سے ایسی عقیدت ہے کہ جب یہ حوالہ دکھاؤ تو بجائے اپنے مولویوں کی غلطی کے اعتراف و اظہار کے کہتے ہیں جب احادیث میں ہے تو انکار کیوں لیکن انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و احترام کا خیال تک نہیں گذرتا کہ آپ کے حق میں اتنی بڑی جرأت کرنے والے کو سنگسار کرنے کی بات کرنی چاہیئے جبکہ اس سے پہلے تفصیل گذری ہے کہ یہ حدیث اور ایسے ہی جو آیت پارہ ۲۶ احقاف رکوع ۱ بھی منسوخ ہے اور منسوخہ آیات و احادیث سے استدلال گمراہی اور عظیم فتنہ ہے۔

حکایت فقیر اُویسی کے پاس چند زمیندار ایک دیوبندی مُلّاں کو لے آئے اور فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ علمائے دیوبند کا کیا قصور ہے کہ مولوی اُویسی ہر وقت ان کے در پے ہے۔ فقیر نے تقویۃ الایمان اور براہین قاطعہ اٹھوا کر دونوں حوالے دکھائے تو اس نے یہی کہا کہ جب حدیث ہے تو انکار کیوں تو میں نے اسے ناسخ (سورۃ الفتح کی آیت اوّل) دکھائی تو بھی نہ مانا۔ زمینداروں نے اس کے گلے میں پھندا ڈالا اور کھینچنے لگے اور کہا کہ اگر تیرا قتل کرنا ہمارے بس میں ہوتا تو تجھے نہ چھوڑتے اب تیری اتنا سزا کافی ہے تو ہمارے علاقہ سے نکل جا۔

عجیب انکشاف اس آیت کے نزول پر کفار بہت خوش ہوئے یا آج وہابی دیوبندی خوش ہیں چنانچہ تفسیر خازن میں

اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَرِحَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالُوْا وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى مَا اَمْرُنَا وَاَمْرُ مُحَمَّدٍ اِلَّا وَاحِدًا وَمَا لَهٗ عَلَيْنَا مِنْ مَزِيَّةٍ وَّفَضْلٍ لَوْلَا اَنَّهٗ مَا ابْتَدَعَ مَا يَقُوْلُهٗ لَاَخْبَرَهُ الَّذِيْ بَعَثَهٗ بِمَا يُفْعَلُ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ الْاٰيَةَ فَقَالَتِ الصَّحَابَةُ هَنِيْئًا لَكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتَ مَا يُفْعَلُ بِكَ فَمَاذَا يُفْعَلُ بِنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ الْاٰيَةَ وَاَنْزَلَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا وَهٰذَا قَوْلُ اَنَسٍ وَّقَتَادَةَ وَعِكْرِمَةَ قَالُوْا اِنَّمَا هٰذَا قَبْلَ اَنْ يُّخْبَرَ بِغُفْرَانِ ذَنْبِهٖ وَاِنَّمَا اُخْبِرَ بِغُفْرَانِ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات و عزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے اُن کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو اُن کو بھیجنے والا اُنہیں بتا دیتا کہ اُن سے کیا معاملہ کرے گا اور رب نے یہ آیت اتاری لیغفر لک اللہ ما تقدم پر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اُتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں اور یہ آیت اُتری کہ خوشخبری دیجئے کہ اُن کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے یہ حضرت انس اور قتادہ و عکرمہ کا قول ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ حضور علیہ السلام

ذَنْبِہٖ عَامَ الْحُدَیْبِیَّۃِ فَنَسَخَ ذٰلِکَ ۔ کو اُن کی مغفرت کی خبر دی گئی۔ مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

فائدہ دیکھئے کفار حضور علیہ السلام کی لاعلمی از خاتمہ پہ کتنا خوش ہوئے ایسے ہی یہ لوگ آیت دلیل کے طور پر پیش کر کے ضمناً خوشی کا اظہار کرتے ہیں اس سمجھ لیجئے کہ یہ کون ہوئے۔

سوال اگر کوئی کہے کہ آیت لَآ اَدْرِیْ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی جیسے قواعد النسخ ہیں تم نے خود لکھا ہے؟

جواب بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں جیسے وَاِنْ تُبْدُوْا الآیۃ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا سے منسوخ۔ ایسے ہی لَآ اَدْرِیْ کو ابن عباس وانس مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ سے منسوخ مانا۔ مزید تفصیل وتحقیق فقیر نے کتاب "ناسخ منسوخ" میں لکھی ہے۔

یہاں گویا فرمایا گیا قُلْ لَآ اَدْرِیْ اور قل امر ہے۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے

③ بعض آیات صورت میں خبر اور معنیٰ میں امر ہیں جیسے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ یا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ وغیرہ۔

سوال مدینہ پاک میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور علیہ السلام سے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلقیح کہتے ہیں) انصار نے تلقیح چھوڑ دی۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے۔ اس کی شکایت سرکار عالم کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ اپنے دنیاوی معاملات تم خوب جانتے ہو۔

اس حدیث کو لے کر دیوبندی وہابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سخت چوٹ کرتے ہیں اور قاعدہ کلیہ کے طور کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دنیاوی امور میں یکسر بےخبر تھے۔ اسی قاعدہ پر براہین قاطعہ میں لکھا کہ حضور علیہ السلام سے شیطان وملک الموت کا علم زائد ہے اسی قاعدہ پر اشرف علی تھانوی نے الافاضات الیومیہ میں لکھا کہ آپ سے سیاسی لوگ سیاست میں زائد علم رکھتے ہیں (معاذ اللہ) حالانکہ ادھر خود اقراری ہیں کہ حضور علیہ السلام علی الاطلاق جمیع مخلوق سے اعلم ہیں لیکن جب تفصیل کا موقع آتا ہے تو دنیاوی معاملات میں حضور علیہ السلام کو یکسر بےخبر ثابت کرتے ہیں ان کا استدلال حدیث مذکور سے ہے وہ بھی صرف اسی لئے کہ ان کے رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی اور اسماعیل دہلوی سے جو گستاخیاں سرزد ہوئیں وہ صحیح ثابت کی جاسکیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آجائے گدھے کے خیال سے بدتر (معاذ اللہ، صراط المستقیم) اور شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ) کیونکہ ملک الموت اور شیطان کا علم دنیاوی باتوں سے متعلق ہے اسی لئے ان کا علم زائد ہو جائے تو کیا حرج ہے؟

جوابات تفصیلی دیوبندی وہابی کے قاعدہ مذکورہ کا رد تفصیلی تو ہم نے علم الغیب فی الحدیث میں لکھا ہے یہاں صرف اپنا عقیدہ مع مختصر جواب پھر حدیث ہذا کی تفصیل عرض کروں گا۔

حدیث میں صریح ہے "اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ" میں پہلے پچھلے

تمام لوگوں کا علم عطا کیا گیا ہوں۔ اس حدیث شریف میں دینی، دنیوی جمیع علوم کے عطیہ کا دعویٰ ہے فرق صرف اتنا ہے کہ آپ دینی اُمور کے اظہار پر مامور ہیں اور دنیوی کو کے لئے مختار ہیں تاکہ اُمت کے لئے موجب کلفت و مشقت نہ ہو (شروح شفا) لیکن کوشش فرماتے کہ امت دنیوی امور کو بھی دین کے تحت ڈھالنے کے عادی بنیں یہاں تلقیح میں بھی یہی فرمایا کہ یہ لوگ توکل کریں تو تلقیح کی دائمی کلفت و مشقت سے بچ جائیں لیکن جب انہوں نے بے صبری دکھائی تو فرمایا " انتم اعلم باموردنیاکم " لیکن افسوس کہ دیوبندیوں وہابیوں نے یہاں بھی خیانت کرکے غلط ترجمہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم (مجھ سے زیادہ) جاننے والے ہو۔ حالانکہ انتم اعلم باموردنیاکم کا ترجمہ یہ ہے کہ تم اپنے دنیا کے کام کو ہی جانو۔ لیکن علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفی کرنے کے لئے ان حضرات نے حدیث کا ترجمہ ہی اپنی طرف غلط کیا۔ اگر صرف ترجمہ پر مؤمنانہ نگاہ ہو تو مطلب ظاہر ہے کہ جب باغبانوں نے توکل پر عمل نہ کیا تو حضور علیہ السلام نے بطریق عرف زجر کے رنگ میں فرمایا انتم اعلم الخ چنانچہ حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح شفا بحث معجزات میں اسی حدیث تلقیح کا جواب علامہ سنوسی سے بھی نقل فرماتے ہیں۔

ومن معجزاته الباهرة اى اياته الظاهرة (مما جمعه الله له من المعارف) اى الجزئية (والعلوم) اى الكلية والمدركات الظنية واليقينية والاسرار الباطنة والانوار الظاهرة (وخصه) من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين) اى ما يتم به اصلاح الامور الدينوية والاخروية واستشكل بانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وجد الانصار يلحقون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا اوخرج شيصا فقال انتم اعلم بامر دنياكم قال الشيخ السنوسى اراد ان يحملهم على خرق العوائد فى ذلك الى باب التوكل واما هناك فلم يمتثلوا فقال انتم اعرف بدنياكم ولوامتثلوا وتحملوا فى سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة (شرح شفا العلامہ قاری جزاوّل ۲۴۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کے واسطے معارف جزئیہ اور علوم کلیہ اور مدرکات ظنیہ اور یقینیہ اور اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کئے اور آپ کو

دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دیکر خاص کیا۔ اس پر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلقیح نخل کر رہے تھے یعنی خرما کے نر کی کلی کو مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسکو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا انہوں نے چھوڑ دیا تو پس پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرق وخلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے اور باب توکل کی طرف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا انہوں نے اطاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضرت نے فرما دیا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ اگر وہ سال دو سال اطاعت کرتے اور تلقیح نہ کرتے اور امر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتثال کرتے تو انہیں تلقیح کی محنت نہ اُٹھانی پڑتی۔

فائدہ علامہ قاری اور علامہ سنوسی کی شرح سے کتنا صاف واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تلقیح کرنے سے منع فرمایا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا جب پھل کم آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیاوی کاموں کو جانو اگر وہ آپ کے حکم کی سال دو سال اطاعت کرتے تو انہیں تلقیح کرنے کی محنت نہ کرنی پڑتی۔ اور آپ نے اُن کو باب توکل تک پہنچا دینے کا ارادہ فرمایا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی و دنیاوی تمام مصلحتوں پر مطلع فرما دیا ہے۔

انتباہ اس حدیث میں ایک لفظ ایسا بھی نہیں کہ جس کے یہ معنی ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ یا اس واقعہ میں علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفی ہو۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے علم ہونے کی دلیل لینا اوّل درجہ کی خباثت نہیں تو اور کیا ہے۔

ایسے ہی علامہ قیصری رحمۃ اللہ نے فصل الخطاب میں فرمایا کہ

وَلَا يَعْزُبُ عَنْ عِلْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمٰوٰتِ حَيْثُ مَرْتَبَتِهٖ وَاِنْ كَانَ يَقُوْلُ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ (فصل الخطاب)

ترجمہ: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زمین وآسمان میں کچھ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ بشریت کے اعتبار سے یہ فرمادیں کہ تم دنیا کا کام جانتے ہو۔

فائدہ ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام دنیاوی اُمور کا علم ہے زمین وآسمان میں کوئی ذرہ ایسا نہیں جو کہ آپ سے پوشیدہ ہو۔ ہاں اگر

وہ اس نقصان کو کچھ سال دو سال برداشت کر لیتے تو انہیں نفع بھی ہوتا اور یہ محنت نہ اُٹھانی پڑتی تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اُمور دنیاوی کا علم ہے دنیا کا کوئی امر قیامت تک آپ سے مخفی نہیں ہے آپ تو ساری دنیا کو کفِ دست کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں خلاصہ یہ کہ محاورہ عام ہے کہ جب کوئی کسی کی مصلحانہ و مخلصانہ نصیحت پر عمل نہیں کرتا تو ہم بھی عام طور پر کہہ دیتے ہیں تو جان تیرا کام جانے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ متکلم اپنی لاعلمی کا اظہار کر رہا ہے بلکہ مخاطب کو نصیحت قبول نہ کرنے پر اس سے گویا ناراضگی ظاہر کر رہا ہے۔

سوال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب میں کبھی شہد نہ پیوں گا۔ اس پر قرآن کی آیت اتری کہ آپ اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ نے حلال کی آپ کے لئے۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو کیوں ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھا لیتے؟ چنانچہ گکھڑوی نے صاف لکھا کہ نبی علیہ السلام نے شہد کو اپنے اوپر بیویوں کی سازش کے عدم علم کی بنا پر حرام کیا تھا؟ (تبرید النواظر)

جواب در اصل یہ سوال مخالفین کو سورۂ تحریم کے ایک شانِ نزول سے سوجھا ہے جسے فقیر تفصیل سے عرض کرتا ہے جس سے سرے سے سوال بے بنیاد ہو جائیگا لیکن افسوس یہ ہے کہ مخالفین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس شانِ نزول سے نہ صرف لاعلمی ثابت کی ہے بلکہ کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام کر دیا اسی لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے جھڑکا کہ میرے حلال کو حرام کیوں فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ فقیر تفصیلی جواب سے پہلے شانِ نزول عرض کرتا ہے۔

شانِ نزول سورۂ تحریم پ۲۸ کی پہلی آیات کے متعلق ایک روایت یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر تشریف فرما کر شہد نوش فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں وہ آپ سے کہہ دے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی۔ پس چونکہ آپ کو بدبو سے نفرت ہے آپ شہد پینا ترک فرما دیں گے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس نشست کم ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب کبھی شہد نہ پیوں گا۔

اس پر قرآن شریف کی یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔
(پ ۲۸ ع ۱۸ سورۃ التحریم)

اے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہیں وہ چیز جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی۔ اپنی ازواج کی مرضی چاہتے ہو۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فائدہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے۔ اعتقاداً ایسا نہیں جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر سراج منیر اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

بان المراد بهذا التحريم هو الامتناع من الانتفاع بالازواج اعتقاداً۔ والنبي صلى الله عليه وسلم امتنع الانتفاع بها مع اعتقاد لونها حلالاً فان من اعتقد ان هذا التحريم ما احل الله فقد كفر فكيف يضاف الى النبي صلى الله عليه وسلم۔

البتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے۔ از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھہرانا مراد نہیں۔ یعنی آپ نے شہد کو اپنے لئے اس کو حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا۔ پس جو شخص اعتقاد کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ نسبت کیسے ہو سکتی ہے۔

اس سے آگے چل کر صاحب تفسیر "سراج منیر" فرماتے ہیں۔

تبتغي اي تريد ارادة عظمة من مكارم اخلاقك وحسن صحبتك مرضات ازواجك
(سراج منیر)

یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عمیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے تھے اور آپ کے حسن صحبت کا تقاضا تھا۔

فائدہ قرآن کریم کے مبارک لفظ تبتغي مرضات ازواجك اور تفسیر سے بھی یہ صاف ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا اسی لئے شہد چھوڑ دیا۔ اس کو علم سے کیا واسطہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی۔ مگر از آنجا کہ طبع شریف میں کمالِ تحمل و بردباری تھی اور آپ کے اخلاق

کریمہ ایسے تھے کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارہ نہ فرماتے تھے۔ بنا علیہ اس وقت
ازواج سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی اور ان کی رضامندی کے لئے انہیں شہد چھوڑنے
کا اطمینان دلا دیا۔ پھر اس پر یہ بھی منع فرما دیا کہ اس کا کہیں ذکر نہ کیا جاوے مدعا یہ تھا
کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے پاس شہد پیا تھا انہیں شہد چھوڑنے کی اطلاع
نہ دی جائے کیونکہ اس سے ان کو ملال ہوگا اور منظور ہی نہیں کہ کسی کی بھی دل شکنی
ہو۔ دیکھئے ابیّ منافق نے جس کا نفاق اظہر من الشمس ہو چکا تھا مرتے وقت اپنے
لئے آپ کی قمیص مبارک طلب کی۔ آپ نے باوجود اس علم کے وہ منافق ہے اُس کو
وہ قمیص مرحمت فرمائی۔ پس رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے یہ امر
تعجب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اپنے ذاتی
فائدہ کو ترک فرما دیں۔ ایسے بے محل اعتراضات کرنے والے یہ کیا جان سکتے ہیں کہ اُس
آقائے دوجہاں کی رحمت عالمین اور اخلاق عظیم کی خود جناب حق تعالیٰ مجدہٗ نے تعریف
بیان فرمائی:

اِنَّكَ لعلیٰ خلقٍ عظیم اور وما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین اور
عزیزٌ علیہ ما عَنِتُّم حریصٌ علیکم بالمؤمنین رؤفٌ رحیمٌ

یہ ہے اخلاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان۔

چنانچہ علامہ خازن نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ضمن میں وہ حدیث شریف
نقل فرمائی ہے جو صحیح بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان
یمکث عند زینب بنت جحش فیشرب عندھا عسلا فتواطیت انا وحفصۃ

اَنْ اَیَّتنا دخل علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلتقل لہٗ انی اَجِدُ ریح
مغافیر اکلت مغافیر فدخل علی احداھما فقالت ذالک لہٗ فقال بل شربت
عسلا عند زینب بنت جحش ولن اعود لہ وقد حلفت فلا تخبری ذالکَ۔

(التفسیر الخازن وکذا بخاری ومسلم شریف)

"حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کے پاس
جب حضور تشریف لائے اور انہوں نے اپنا منصوبہ کہا کہ ہم حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے مغافیر کی بُو پاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کچھ
مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہم نے تو زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے"

چنانچہ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقات المفاتیح میں اسی حدیث لا تخبری کے
متعلق فرماتے ہیں۔

الظاھر انہ لئلا ینکسر خاطر زینب من امتناعہ من عسلھا مرقاۃ المفاتیح۔

(ترجمہ) یہ اس لئے فرمایا کہ شہد چھوڑنے کی خبر کسی کو نہ دینا تاکہ اگر حضرت زینب بنت جحش کو معلوم ہوا تو اُن کی دل شکنی ہوگی

فائدہ صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ ہمارے مُنہ سے بُوئے مغافیر کو کوئی علاقہ نہیں۔ مگر یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا منشا یہ ہے
کہ حضور شہد پینا ترک فرما دیں۔ اسی لئے اُن کی رضامندی کے لئے فرمایا کہ اب ہم اُن
طرف عود نہ کریں گے یعنی قسم کھاتے ہیں کہ پھر شہد نہ پئیں گے اور تم اس کو شہد چھوڑنے
کی خبر نہ دینا۔ اس لئے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دل شکنی ہوگی۔
غرض کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ و حدیث شریف سے منکرین علم رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی۔ نہیں معلوم کہ منکرین اور وہ کیا سمجھ کر ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ آیت یا حدیث میں یک نہیں جرأت کسی طرح یہ ثابت ہو سکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فلاں امر کا علم نہیں۔

ان احادیث کے علاوہ مخالفین اور روایات بھی علم غیب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار میں پیش کرتے ہیں چونکہ اصولی طور ان کے جوابات بھی آگئے ہیں اسی لئے کتاب کو طول سے بچانے سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ باقی روایات کے جوابات فقیر کی کتاب علوم الغیب فی الحدیث میں پڑھیئے۔

تعجب بالائے تعجب | نہ آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی کا ذکر ہے نہ شان نزول میں دیوبندیوں وہابیوں نے از خود حضور علیہ السلام پر لاعلمی کی تہمت لگائی ہے۔ اس آیت کے تحت مزید تفصیل تفسیر اویسی میں دیکھئے۔

سوال | جب انبیاء علیہم السلام کو غیب عنایت فرمایا جاتا ہے اور وہ غیب جانتے ہیں تو ان کو عالم الغیب علی الاطلاق کہنا کیوں جائز نہیں خدا کی طرح ان کو بھی عالم الغیب کہنا چاہیئے؟

جواب | اگرچہ مبدا کا صدق مشتق کے صدق کی علت ہوتا ہے جیسا کہ عدل کا صدق عادل ہونے کو چاہتا ہے اور ظلم کا صدق ظالم ہونے کو چاہتا ہے وغیرہ لیکن یہاں خاص وجہ کی بنا پر علم کا اطلاق تو جائز ہے لیکن عالم الغیب کا اطلاق مستحسن نہیں اور وہ وجہ یہ ہے کہ صاحب تفسیر کشاف رقمطراز ہیں کہ غیب وہ امر خفی ہے جس تک رسائی ابتداً علم الٰہی ہی کو ہو کہ اس کے بتانے اور دلیل قائم کرنے سے دوسروں

کو بھی ہو لہٰذا اب اگر مطلق عالم الغیب کا اطلاق کسی غیر پر ہو اس سے معنی اول الذکر کا وہم پیدا ہوتا ہے اس وہم سے بچتے ہوئے بلا تقیید عالم الغیب کا اطلاق غیر پر نہ کریں گے جیسا کہ بحر العلوم اور میر سید سند رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے۔

سوال | یہ عجیب منطق ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب غیب جانتے ہیں تو پھر اطلاق نہ ہونا ایسے ہی ہے کہ کہا جائے کہ فلاں شخص کھاتا پیتا ہے چلتا ہے لیکن اسے کھانے والا پینے والا نہ کہا جائے؟

جواب | قرآن وحدیث وشرع میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تخلیق و خلق سے تعبیر کیا گیا لیکن ان کو خالق نہیں کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و تعلیم کا ہے لیکن اسے معلم نہیں کہا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کا صفاتی اسم ہے اور اس کے اسماء کی طرح اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی اسماء توقیفیہ ہیں چونکہ مذکورہ بالا وجہ سے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے اب بلا قید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے استعمال نہیں ہو گا۔

سوال | جو چیز بتا دی جائے اس پر لفظ غیب نہیں بولا جا سکتا۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ کو غیب کا علم نہ تھا؟

جواب (۱) | جاننے کے بعد غیب نہیں رہتا صرف اس کے لئے جو جان لیتا ہے اور جو نہیں جانتا اس کے لئے تو ہنوز غیب ہے اب جاننے والے جو کہتے ہیں کہ وہ غیب جانتا ہے تو اس سے نہ جاننے والے کی بہ نسبت مراد ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو بھی عالم الغیب نہ کہا جائے حالانکہ وہ غیب و حاضر کا نہ صرف عالم بلکہ خالق بھی

ہے تو وہاں بھی یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ غیب جانتا ہے جو اس کی مخلوق سے غیب ہے۔

(۲) ہم نے تفصیل سے لکھا ہے کہ یؤمنون بالغیب میں غیب سے کیا مراد ہے اور جو مراد لی جائے گی اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے بلکہ ہر وقت مشاہدہ فرماتے ہیں۔ دوبارہ سنیئے کہ غیب لغت میں پوشیدہ شے کو کہا جاتا ہے اور اصطلاحِ شرع میں

وَالْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِيْ لَا يُدْرِكُهُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِيْهِ بَدَاهَةُ الْعَقْلِ ۔

یعنی غیب اُس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی اور عقل یا نہیں لیتی۔

اسی طرح صاحبِ تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِيْنَ اَنَّ الْغَيْبَ هُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّةِ هٰذَا الْغَيْبُ يَنْقَسِمُ اِلٰى مَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَاِلٰى مَا لَا دَلِيْلُ عَلَيْهِ

ترجمہ: جمہور مفسّرین کا قول ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس غائب ہو۔ پھر اُس غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل نہ ہو اور ایک وہ جس پر دلیل ہو۔

ثابت ہو گیا کہ غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان آنکھ، ناک، کان، وغیرہ حواس سے محسوس نہ کر سکے اور بلا دلیل بداہتہً عقل میں نہ آسکے۔ حواس خمسہ سے جو چیز اوجھل ہے اُسے غیب کہا جاتا ہے اور جو چیز حواس خمسہ یا بذریعہ آلات و ذرائع کے معلوم ہو اُسے غیب نہیں کہا جاتا۔ اسی لئے ریڈیو تار وغیرہ کی خبر غیب نہیں ایسے ہی آلات سے پیٹ کے بچے کی خبر دینا نبض سے بیماری کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۔ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۔

(پ ۱۹ ع ۱۴ سورۃ الشعراء)

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔ اُسے روح الامین لے کر اترا۔ آپ کے قلب مبارک یعنی دل پر کہ آپ ڈرسناؤ۔ بلکہ دل کے ساتھ تھا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

فرما دیجئے۔ جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اُس نے آپ کے قلب (مبارک) پر اللہ کے اذن سے یہ اُتارا۔

فائدہ آیت میں واضح طور ہے کہ وحی کا تعلق حواس خمسہ کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اس کا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے قلب اقدس کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ عقلِ انسانی سے بالاتر ہے اور نبوت کا اوّلین خاصہ بھی یہ ہوا کرتا ہے کہ ان کے قلب پر خداوند کریم وحی نازل فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر عام انسانوں اور مقام نبوت میں کچھ فرق نہ ہوا اور قلب ہی ایک ایسا مقام ہے جو تمام اجزائے انسانی میں بمنزلہ عرش الٰہی کے ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی عظمت اللہ۔ اللہ، احادیثہ علمائے اُمّت نے جو بیان کی ہے اگر اُس کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے کئی دفاتر چاہئیں، تب بھی ناکافی کیونکہ اسرارِ ربانی کا گنجینہ و خزینہ ہے اور مخفی خزینہ کو مالک کے سوا کسی کو کیا خبر۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۔ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۔

(پ ۲۵ ع سورہ شوریٰ)

اور نہیں ہے کسی بشر کی طاقت کہ اُس کو اللہ کلام کرے۔ مگر القائے یا پردے کے پیچھے یا جبریل بھیج کر وحی کرتا ہے۔ وہ اللہ کے اذن کے ساتھ جو چاہتا ہے۔ بے شک وہ اللہ بڑا جاننے والا بڑا دانا ہے۔

فائدہ

آیت سے ثابت ہوا کہ وحی الٰہی یا بذریعہ رسول یا پردے کے پیچھے سے ہو تو یہ عام انسانوں کی برداشت سے باہر ہے۔ کیونکہ یہ خاصہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے اس کا تعلق انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوا کرتا ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا جو چیز اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ پر وحی فرمائی اس پر غیب کا اطلاق ضرور ہوگا کیونکہ علم ذات سے تو غیب کا پردہ ہی اٹھ گیا ہے جبکہ دوسروں سے پوشیدہ ہے تو غیب ہی ہوگا۔ ہم ابتدا میں ثابت کر چکے ہیں کہ آیت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے تحت تمام مفسرین کرام فرماتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ بِمَا غَابَ عَنْھُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ۔ (جلالین شریف)

جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو غیب ہے یعنی جو ان سے غیب ہے اُن سے قیامت اور جنت

اس آیت اور تفسیر سے ثابت ہوگیا کہ سب جانتے ہیں قیامت برحق ہے جنت دوزخ برحق ہے۔ ان چیزوں کا علم حضور علیہ السلام کو ہے اور یہ چیزیں غیب ہیں۔

سوال کے جواب کا خلاصہ

بقول مخالفین کے جو چیز بتا دی جائے وہ غیب نہیں ہو سکتا۔ تو پھر جنت و دوزخ و قیامت وغیرہا کو قرآن نے غیب کیوں کہا ہے۔

نیز

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو وحی کی گئی ہے اس کو غیب کہا جاتا ہے کیونکہ اسے نہ ہم حواس سے نہ بداہتہ عقل سے اس کو پا سکتے ہیں لہٰذا نبی اللہ کو جو چیز وحی کی گئی اُسے غیب ہی کہا جائے گا ورنہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا انکار لازم آئے گا۔

وحی غیب ہے

جو وحی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کی گئی ہے اُس کو قرآن کریم نے بھی غیب کہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ (ایت ۴۴ سورہ آل عمران)

اے محبوب! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

فائدہ

آیت میں وحی نے غیب کا تعین فرما کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علم غیب کا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہیئے آج تک کسی عالم یا مفسر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کا استعمال نہیں کیا اس لئے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے لہٰذا یہ صفت مخلوق پر استعمال کرنے سے شرک فی الاسماء ہوگا اسی لئے حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے۔

مسلمانوں سے اپیل

غیبی باتوں کا بتانا ایک کمال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں بہت سے افراد و اشیاء کو عطا فرمایا۔ فقیر نے چند شواہد قائم کئے اور قاعدہ ہے کہ ہر کمال جسے ملا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ملا ہے ورنہ مخالفین اتنا تو مانتے ہیں کہ ہر صاحب کمال سے آپ کا مرتبہ اوّل ہے کیونکہ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی لئے لازماً ماننا چاہیئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علوم غیبیہ کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں

یہ کمال منافقین نے نہ مانا۔ جن کے چند نمونے فقیر نے پہلے عرض کئے ہیں اور اب ہمارے دور کے مسلمان نُما چند فرقے منکر ہیں اور دعوائے مسلمانی بھی اس سے عام مسلمانوں کو دھوکہ ہوتا ہے لیکن یہ تو سمجھتا ہے جس کو جس سے ضد ہوتی ہے وہ صاف اقرار نہیں کرتا تو اس کے اطوار خود اس کی مخالفت کے شواہد کافی ہیں جیسے منافقین کے چند اطوار فقیر نقل کر چکا ہے۔ یہاں چند نمونے اعدائے خدا کے ملاحظہ ہوں۔

عقیدہ ہم سب کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ ہر شے کا خالق بھی ہے لیکن ہندو (دہریہ) ہمارے خدا (معبود) کا مخالف ہے وہ نہ اللہ تعالیٰ کا اختیار مانتا ہے نہ علم اور نہ ہی اور کوئی کمال بلکہ اس کے ہر کمال کو نقص و عیب ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ہندو (دہریہ) نے ایک کتاب لکھی ہے "ستیارتھ پرکاش" اس کے چودھویں باب میں قرآن مجید کی بِسْمِ اللّٰہ سے وَالنَّاس تک آیات لکھ کر اللہ تعالیٰ کے علم و اختیار و دیگر کمالات پر پھبتیاں اڑائی ہیں (معاذ اللہ)

چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) پارہ اوّل آیت ۳۶ پر لکھتا ہے "اس سے (ثابت ہوا کہ) خدا ہمہ دان نہیں یعنی ماضی، حال، استقبال کی باتیں پورے طور پر نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا اور خدا میں کچھ جلال (طاقت) بھی نہیں ہے . . . . دیکھئے ایک کافر شیطان نے خدا کے بھی چھکے چھڑا دیئے۔ (ستیارتھ پرکاش صـ۶۲۷)

(۲) پارہ پنجم آیت ۶۷۔۶۹ پر لکھتا ہے "اگر خدا ایسی باتوں کا روزنامچہ رکھتا ہے تو وہ ہمہ دان نہیں۔ اگر ہے تو لکھنے کا کیا کام ہے۔ (ایضاً صـ۶۳۹)

(۳) پارہ بارہواں آیت ۷ سورہ گیارہویں پر لکھتا ہے کہ جب خدا اعمالوں کی آزمائش

کرتا ہے تو ہمہ دان نہیں ہے الخ (ایضاً صـ۶۰۳)

(۴) پارہ ۱۶ اواں آیت ۷۹ تا ۹۱ پر لکھتا ہے بھلا خدا کی کتنی نادانی ہے اسے یہ شک ہوا کہ کہیں لڑکوں کے ماں باپ مجھ سے باغی نہ کر دیئے جائیں (معاذ اللہ)

(ایضاً صـ۶۰۹)

(۵) اعمالنامہ پڑھ کر انصاف کرنا بھلا یہ کام ہمہ داں کا ہو سکتا ہے الخ (ستیارتھ پرکاش صـ۶۳۲)

یہ چند نمونے ہیں ورنہ ایسے گندے کیچڑ اچھالے ہیں کہ اتنا رشدی خبیث نے نہیں اچھالے ہوں گے۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بھی کسی کا مخالف ہوتا ہے وہ خواہ مخواہ ایسی باتیں بناتا رہتا ہے جس طرح اوپر کے مضامین سے سمجھ لیں کہ ہندو چونکہ خدا کا دشمن ہے اسی لئے ایسے بکواسات لکھے تو پھر ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ مخالفین (دیوبندی وہابی) بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے انکار پر اتنا زور لگاتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ . . . . .

اسی لئے فقیر کہتا ہے کہ ہندو خدا کے علم غیب کا منکر ہے اور یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فلہٰذا یہی کہنا موزوں ہے کہ نام دو ہیں دونوں کی حقیقت ایک ہے۔

لطیفہ:۔ ستیارتھ پرکاش (کتاب) میں ہندو نے چند قرآنی آیات جمع کی ہیں انہیں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ علم غیب ہے اور نہ اسے کوئی اختیار ہے اور اس کا طریقہ استدلال اسطرح ہے جیسے ہمارے دور میں دیوبندی وہابی حضور علیہ السلام کے علم غیب اور اختیار کی نفی میں قرآنی آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

فقیر اہل اسلام سے اپیل کرتا ہے کہ ہندو کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" اردو باب ۱۴ کو غور سے پڑھ کر پھر فقیر کے ساتھ مل کر کہہ دیں ع "مل بیٹھے ہیں دیوانے دو"

(ہندو وہابی + دیوبندی)

اعتراضات از اقوال علماً

اور ان کے جوابات

مخالفین کو یہاں سے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے انکار کا معمولی سا سہارا ملا ہے بغلیں بجا ڈالیں اگرچہ درحقیقت وہ انکار نہیں اقرار ہے لیکن دشمن کو ہمیشہ عیب کی تلاش رہتی ہے۔ اسی لئے مخالفین کا آخری وار عبارات فقہا سے ملاحظہ ہو۔

سوال: احناف کے مستند عالم دین بلکہ گیارہویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔

جزم الحنفیۃ بکفر من اعتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعلم الغیب، یعنی تمام حنفی علماء نے اس شخص کے حق میں کفر کا فتویٰ دیا ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں تھے:

جواب: ملا علی قاری ہوں یا کوئی اور ہمارا امام ان سب کی ذاتی علم کی نفی مراد ہوتی ہے چنانچہ یہی حضرات اپنی تصانیف میں علم عطائی نہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے بلکہ ان کے وارثین کاملین اولیاء کرام کے لئے بھی اتنا علوم ثابت کرتے ہیں جن سے عقل دنگ ہو جاتی ہے چنانچہ انہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا۔ فقیر چند ایک عبارات پیش کرتا ہے۔

۱۔ واما ما نعلق بعقدہ ای یجزم قلبہ فی معرفۃ ربہ من ملکوت السموات والارض ای ظواھرھما وبواطنھا وخلق اللہ تعالیٰ ای وسائر

مخلوقاتہ العلویۃ والسفلیۃ وتعیین اسماء الحسنیٰ ای المشتملۃ علی نعوت الجمال وصفات الجلال کما یقتضیہ ذات الکمال وآیاتہ الکبریٰ ای العظمیٰ من عجائب مخلوقاتہ وغرائب مصنوعاتہ وامور الاخرۃ من نشر وحشر وشدائد احوالہا ومکاید اھوالہا واشراط الساعۃ ای علاماتہا من قطعیۃ الرحم وقلۃ الکرام وکثرۃ اللئام وکثرۃ الظلم من الانام واحوال السعداء فی جنۃ النعیم والاشقیاء فی محنۃ الجحیم وعلم ما کان فی بدء الامور وما یکون مما لم یعلمہ ومن انما لا یعلمہ الا بوحی فعلی ما تقدم من انہ معصوم لا یاخذہ فیما اعلم بہ منہ شک ولا ریب۔

(شرح شفا للملا علی قاری جلد ثانی ص ۲۱۲)

مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

رب تعالیٰ کی معرفت میں جو روحانی زمین و آسمان کی بادشاہت یعنی ان کے ظاہر و باطن اور ساری مخلوقات، مخلوقات علوی و سفلی اور اسمائے حسنیٰ کی تعیین یعنی وہ اسماء جو صفات جلال و جمال پر مشتمل ہیں جیسا کہ ذات کمال کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہ نشانیاں جو نہایت عظیم ہیں اور عجیب و غریب مخلوقات و مصنوعات اور آخرت کے معاملات جیسے حشر و نشر جنت و دوزخ اور اس کی سختیاں اور قیامت کی نشانیاں وغیرہ اور ما کان وما یکون کا بدیہیت والی علم تو یہ وہ چیزیں ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور ان میں سے جس چیز کی آپ کو خبر دی گئی ہے اس میں آپ کو کبھی بھی شک و شبہ نہیں ہوا۔

اس مذکورہ عبارت میں ملا علی قاری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بالکل واضح الفاظ میں علم ماکان ومایکون کی تصریح فرما رہے ہیں۔

۲۔ اسی شفا کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔ حضرت ملا علی قاریؒ شفا شریف کی اس عبارت (ومن معجزاتہ الباھرۃ ماجمعہ اللہ لہ من المعارف والعلوم وخصہ بہ من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومعرفتہ بامور شرائعہ وقوانین دینہ وسیاستہ عبادہ ومصالح امتہ) کے ماتحت شرح میں لکھتے ہیں۔

ومن معجزتہ الباھرۃ ای ایاتہ الظاھرۃ (ماجمعہ اللہ لہ من المعارف) ای الجزئیۃ (والعلوم) ای الکلیۃ والمدرکات الظنیۃ والیقینیۃ والاسرار الباطنۃ والانوار الظاھرۃ (وخصہ بہ) ای ما خصہ بہ (من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین) ای ما یتم بہ اصلاح الامور الدنیا والاخرویۃ)۔

یعنی آپ کے روشن معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے واسطے معارفِ جزئیہ، علوم کلیہ، مدرکاتِ ظنیہ اور یقینیہ، اسرارِ باطنہ اور انوارِ ظاہرہ جمع کئے اور آپ کو دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دے کر خاص فرمایا۔

قارئین کرام: غور فرماویں کہ ملا علی قاری حضور علیہ السلام کے لئے علوم کلیہ اور معارفِ جزئیہ کا کیسے صریح الفاظ میں اقرار فرما رہے ہیں اور دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر آپ کے مطلع ہونیکا اعتراف کر رہے ہیں۔

۳۔ یہی ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں شیخ ابو عبداللہ شیرازی کی کتاب عقائد سے نقل کرتے ہیں۔

نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب	یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ جب ترقی مقامات کو حاصل کر کے صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے تو غیب جاننے لگتا ہے یعنی اس مقام کو طے کرنیکے بعد اس کو غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

۴۔ یہی ملا علی قاری اسی کتاب عقائد سے مرقات شرح مشکوٰۃ میں نقل کرتے ہیں

یطلع العبد علی حقائق الاشیاء ویتجلی لہ الغیب وغیب الغیب	یعنی بندے پر ترقیٔ مقامات کے حصول کے بعد تمام اشیاء کی حقائق روشن ہو جاتے ہیں بلکہ غیبوں کا غیب بھی اس پر روشن ہو جاتا ہے۔

۵۔ یہی ملا علی قاری اسی مرقات میں فرماتے ہیں۔

الناس ینقسم الی فطن یدرک الغائب کالمشاھد وھم الانبیاء والی من الغالب علیھم متابعۃ الحس والوھم فقط وھم اکثر الخلائق فلا بد لھم من معلم یکشف لھم المغیبات وما ھو الا النبی المبعوث لھذا الامر

یعنی لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ زیرک جو غیب کو شہادت کی طرح جانتے ہیں۔ یہ انبیاء کی جماعت ہے دوسرا وہ جن پر صرف حس اور وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے ان کو ایک سکھانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور ایسا کرنے والا صرف نبی ہو سکتا ہے جو اسکام کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

۶۔ یہی ملا علی قاری "شرح فقہ اکبر" میں ابو سلیمان دارانیؒ سے نقل کرتے ہیں

الفراسة مكاشفة النفس ومعاينة الغيب وهي من مقامات الايمان	یعنی مومن کی جس فراست کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہے وہ روح کے کشف اور غیب کے معائنہ کا نام ہے جو مقامات ایمان سے ایک مقام ہے۔

۷۔ یہی ملا علی قاری "زبدہ شرح قصیدہ بردہ" میں فرماتے ہیں۔

علمه صلى الله عليه وسلم حاو للفنون العلم ومنها علمه بالامور الغيبية	یعنی آپ کے علم کا سمندر بے شمار علوم و فنون کو حاوی ہے اور غیبوں کا علم بھی بھی حضور علیہ السلام کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

۸۔ قصیدہ بردہ شریف کے شعر

فان من جودك الدنيا وضرتها	ومن علومك علم اللوح والقلم

کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

كون علمهما من علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه

یعنی لوح و قلم کا علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے اور اس لئے کہ حضور کا علم متعدد انواع پر مشتمل ہے۔ کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق عوارف اور معارف جو کہ ذات و صفات سے متعلق ہے اور لوح و قلم کا علم تو حضور کے علم سے ایک سطر اور ان کے علم کے سمندروں سے ایک نہر ہے۔

۹۔ "نزہۃ الخاطر" میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اقطاب اربعہ میں سے ایک عارف کبیر حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اطلعه على غيبه حتى لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة الا بنظره	یعنی بندہ جب کامل ہو جاتا ہے تو باری تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے حتی کہ کوئی درخت نہیں اگتا اور کوئی پتہ ہرا نہیں ہوتا مگر اس کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔

۱۰۔ یہی ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں خمس لا یعلمہن الا اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فمن ادعى علم شئ منها غير مسند الى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كاذبا فى دعواه	یعنی جو کوئی علوم خمس میں سے کسی علم کا دعویٰ کرے اور اس کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کرے (کہ حضور کے بتانے سے مجھے اس کا علم ہوا) تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

ف، ان حوالجات کو منصف مزاج پڑھنے کے بعد انصاف فرمائیے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علوم انبیا علیہم السلام و اولیاء کرام کے متعلق کس طرح گواہی دی ہے اور جن عقائد کو مخالفین کفر و شرک کے کھاتے میں ڈالتے ہیں انہیں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اسلامی عقائد بتائے ہیں۔

سوال، اگر ذاتی کی نفی ہوتی تو فتاویٰ قاضی خاں اور بحر الرائق وغیرہ کتب فقہ میں یہ کیوں لکھا ہوتا

لو تزوج بشهادة الله ورسوله	یعنے ہر شخص اپنے کسی معاملہ پر خدا اور

لا ينعقد النكاح ويكفر لاعتقاده ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب.

رسول کو گواہ کرے وہ کافر ہے اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں علم غیب نہ تھا

تو پھر بھلا وصال کے بعد کیسے ممکن ہو سکتا ہے پس اگر علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوتا تو وہ شخص کافر کیوں ہوتا؟

جواب نمبر ۱: اس عبارت کے متعلق بعض محققین علماء یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ وجہ لزوم کفر شرکت و مساوات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بحق سبحانہ، بنظر ظاہر الفاظ ہے جس سے وہم ہوتا ہے کہ جیسے خداوند تعالیٰ عالم۔ ویسے ہی رسول اکرم عالم ہیں۔ لہٰذا اس کو بعض علماء مرور کفر کہتے ہیں۔

جواب ۲: چونکہ ابتدائے فتویٰ قالوا سے ہے لہٰذا یہ قول صاحب فتاویٰ قاضی خاں کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ کہ فقہا قول ضعیف کو دوسروں پر محمول کر دیتے ہیں اور اس کی نسبت اپنی طرف ناپسند کرتے ہیں اور قالوا لکھتے ہیں یعنے بعض لوگ یوں لکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قالوا غیر مستحسن اور غیر مروی عن الائمہ پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے اس سے اسکا مجروح ہونا اور ضعیف ہونا ثابت ہوا جو کسی طریق سے بھی دعویٰ میں پیش کرنا صحیح نہیں۔ چنانچہ در مختار میں مرقوم ہے کہ لفظ قیل قول بعض اور ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

جواب نمبر ۳: شامی شارح در مختار نے تو صاف طور پر اس کی تردید کر کے فرمایا کہ

انه لا يكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي صلى الله عليه وسلم وان الرسل يعرفون بعض الغيب

یعنے کافر نہیں ہوتا ہے کیونکہ اشیاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کی جاتی ہیں اور نیز انبیاء بعض غیب کو جانتے ہیں۔

جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ

یعنے نہیں ظاہر کرتا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مگر جس سے راضی ہو گیا رسول سے۔

جواب ۴: طحطاوی حاشیہ در مختار میں ہے۔

يكفر لعل وجهه انه حلل ما حرم الله تعالى لان الله تعالى لم يحل النكاح الا بشهود من الجنس فاذا اعتقد الحل بغير ذالك فقد خالف.

یعنے کفر کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس شخص نے حلال و جائز سمجھ لیا۔ اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں حلال نکاح کیا مگر ہم جنس گواہوں سے پس جب اعتقاد کر لیا بغیر اس کے پس تحقیق خلاف کیا۔

جواب ۵: شرح الملتقی میں ہے

لانه ادعى ان الرسول عليه الصلوٰة والسلام يعلم الغيب

یعنے شرح ملتقی میں ہے کہ اس نے غیب دانی رسول کا اعتقاد کر لیا۔

ف: شیخ زادہ التاتارخانیہ سے ناقل کہ

لا يكفر لان الاشياء تعرض على

اور شیخ زادہ نے تاتارخانیہ سے نقل

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیعرف بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔

کر کے کہا کہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ پس بعض غیب کو آپ پہچانتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں کرتا مگر جس سے کہ وہ راضی ہو گیا رسول سے۔

خلاصہ یہ کہ طحطاوی نے کفر کی یہ وجہ قائم کی کہ انسان کے لئے انسان گواہ چاہئے یہی حکم خدا ہے کہ گواہ ہم جنس ضروری ہے اب جو اس نے غیر ہم جنس کو گواہ بنایا تو بطلان حکم کیا اور آخیر میں طحطاوی نے صاف بیان کر دیا کہ شیخ زادہ تاتارخانیہ سے نقل کر کے کہتا ہے کہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ روح مبارک پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کو جانتے ہیں۔ اور آیۃ کریمہ غیب دانی کی دلیل ہے۔

جواب ۲۶: جہاں مخالف کی دلیل میں احتمال قائم ہو جائے تو وہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور مخالف کی پیش کردہ دلیل میں طحطاوی نے ایک گواہ ہم جنس کا احتمال کر دیا جو استدلال کفر کو باطل کرتا ہے اور پھر اخیر میں جا کر صاف لکھ دیا کہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء کو غیب پر اطلاع ہوتی ہے اور اسکو آیت سے مدلل کر دیا۔ بوجہ دلائل کے شخص مذکور پر کیا کفر کا اطلاق آ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور فقہاء کرام نے قاعدہ لکھا ہے جو کہ شرح فقہ اکبر میں مذکور ہے کہ جب تک دلائل قطعیہ سے ثبوت نہ ہو لے کافر نہیں کہہ سکتے۔

اور معدن الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم السلام یعلمون الغیب ویعرض علیہم الاشیاء

یعنے صحیح یہ ہے کہ تحقیق وہ شخص کافر نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام جانتے ہیں غیب کو اور ان پر اشیاء پیش ہوتی ہیں۔

خزینۃ الروایات میں ہے۔

فی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیہم الاشیاء فلا یکون کفراً

یعنی صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ پس کفر نہیں ہوگا۔

اور مجموعہ خانی جلد ثانی میں مرقوم ہے۔

در فتاویٰ حجہ میگوید۔ صحیح آنست کہ ایں مرد کافر نہ شود۔ زیرا کہ اعمال بندگاں بر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض مے کنند

یعنے فتاویٰ حجہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ بندوں کے اعمال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔

جواب ۲۷: لفظ صحیح بمقابل فاسد مستعمل ہوتا ہے چنانچہ عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر میں مرقوم ہے پس صحیح کے مقابل قول کفر فاسد ہو کر مردود ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ ہماری تقریر سے قول کفر یا تو مرجوح یا غلط ہو گیا۔ لہٰذا صحیح قول پر فتویٰ دینا چاہیئے۔ غیر صحیح پر نہیں۔ جیسا کہ شامی میں مذکور ہے۔

واذا ازیلت بالصحیح او الماخوذ بہ او بہ یفتی او علیہ الفتوے

یعنے اور جب مرجوح صحیح کے ساتھ یا معمول بہا یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی سے

لطیفت بمخالفہ — کیاجائے توان کے مخالف فتویٰ نہیں دیاجاسکتا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ہر امتی کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری جلد تاسع میں ہے۔

اخرج ابن المبارک فی الزھد من طریق سعید ابن المسیب لیس من یوم الا یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمتہ غداۃ وعشیۃ فیعرف بسیماھم واعمالھم فلذلک یشھد علیھم

یعنے نہیں ہوتا ہے کوئی دن مگر پیش کی جاتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمت صبح وشام۔ آپ پہچان لیتے ہیں ان کو ان کی علامتوں اور اعمال کے ساتھ۔ پس اسی واسطے ان کے گواہ ہوں گے۔

ان کے علاوہ متعدد روایات فقیر نے فیض الغفور فی علم ما فی الصدور میں لکھے ہیں۔

فائدہ ان روایات سے اُمت کا صبح وشام پیش کیا جانا اور حضرت کا اُن کو پہچاننا اور گواہی دینا ثابت ہے۔ ایسی مستند اور صحیح روایات کو اگر کوئی معترض حضور علیہ السلام کے علم غیب میں شک وشبہ کرے تو وہ اپنی بدقسمتی پہ روئے۔

نوٹ: فقہا کرام کی جن عبارات سے مخالفین نے اعتراضات اٹھائے ہیں فقیر نے ان کے جوابات میں ایک رسالہ "لن تنالوا امانالو احتیٰ تعلموا ما قیل وقالو" عرف "قیل وقال کا حال" لکھا ہے۔

لطیفہ ہم نے مخالفین کا تجربہ کیا ہے کہ نہ صرف عباراتِ فقہا بلکہ قرآنی آیات اور احادیث کا وہ حصہ پڑھ لکھ دیتے ہیں جو ان کے مطلب کا ہے اگر ہوشیاری

سے کام لیا جائے تو ان کے مطلب کا پردہ چاک ہو جائے گا ان کے چند حوالہ جات فقیر نے اپنی کتاب "رفع الحجاب عن تشبہ اہل الحق واہل الغرب" میں دکھلائے ہیں۔

سوال علم غیب خدا کی صفت ہے اس میں کسی کو شریک کرنا فی الصفت ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا شرک ہے؟

جواب غیب جاننا بھی خدا کی صفت ہے اور حاضر چیزوں کا جاننا بھی خدا کی صفت ہے۔ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ" اسی طرح سُننا دیکھنا زندہ ہونا سب خدا کی صفات ہیں۔ تو اگر کسی کو حاضر چیز کا علم مانا یا کسی کو سمیع یا بصیر یا حی مانا ہر طرح شرک ہوا۔ فرق یہی کیا جاتا ہے کہ ہمارا سننا دیکھنا زندہ رہنا خدا کے دینے سے ہے اور حادث ہے۔ خدا کی یہ صفات ذاتی اور قدیم پھر شرک کیسا؟ اسی طرح علم غیب نبی عطائی اور حادث اور متناہی ہے۔ رب کا علم ذاتی قدیم اور کل معلوماتِ غیر متناہیہ کا ہے نیز یہ شرک تو تم پر بھی لازم ہے۔ کیونکہ تم حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب مانتے ہو بعض ہی کا سہی۔ اور خدا کی صفت میں کُلًّا وبعضًا ہر طرح شریک کرنا شرک ہے یہی فرق آج تک مخالفین نے نہ سمجھا یا سمجھا تو ضد کو نہ چھوڑا ورنہ شرح عقائد ودیگر علم کلام میں ثابت کیا گیا ہے کہ حیوٰۃ، قدرت، ارادہ، علم وغیرہ وغیرہ اللہ کی صفات ہیں۔ لیکن یہی صفات مخلوق کی بھی ہیں تو کیا یہ صفات مخلوق کے لئے ماننا شرک ہے جب یہ صفات مخلوق کے لئے ماننا شرک نہیں تو عطائی طور غیب کا علم شرک کیوں۔

سوال حضور علیہ السلام کو علم غیب کب حاصل ہوا۔ تم کبھی تو کہتے ہو کہ معراج میں قطرہ ٹپکایا گیا اُس سے علم غیب ملا اور کبھی کہتے ہو کہ خواب میں سب

کو دیکھا کہ اُس نے اپنا دستِ قدرت حضور علیہ السلام کے شانہ پر رکھا جس سے تمام علوم حاصل ہوئے۔ کبھی کہتے ہو کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان ہے اس کے نزول ختم ہونے سے علم غیب ملا۔ اس میں کونسی بات درست ہے۔ اگر نزولِ قرآن سے پہلے علم مل چکا تھا تو قرآن سے کیا ملا؟ تحصیل حاصل محال ہے۔

جواب (۱) حضور علیہ السلام کو نفس علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے پہلے عالم ارواح میں بھی نبی تھے۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَآءِ اور نبی کہتے ہی اس کو ہیں جو غیب کی خبریں دے مگر ماکان و مایکون کی تکمیل شبِ معراج میں ہوئی۔ لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے کہ تمام اشیا کو نظر سے مشاہدہ فرمایا پھر قرآن نے اُن ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا۔ اسی لئے قرآن ہیں ہے تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا بیان اور معراج میں ہوا تَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ دیکھنا اور ہے بیان کچھ اور۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر اُن کو تمام چیزیں دکھا دیں۔ بعد میں اُن کے نام تبائے۔ وہ مشاہدہ تھا اور یہ بیان۔ اگر چیزیں دکھائی نہ گئی تھیں تو ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ کے کیا معنی ہوں گے۔ یعنی پھر ان چیزوں کو ملائکہ پر پیش فرمایا۔ لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں کہ معراج میں بھی علم ملا اور قرآن سے بھی۔

سوال یہ علوم پہلے تھے تو پھر نزول قرآن کا فائدہ۔

جواب نزول قرآن صرف حضور علیہ السلام کے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اُس سے ہزارہا دیگر فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی آیت کے نزول سے پہلے اُس کے

احکام جاری نہ ہوں گے۔ اُس کی تلاوت وغیرہ نہ ہوگی۔ اگر نزولِ قرآن حضور علیہ السلام کے علم کے لئے تو بعض سورتیں دوبارہ کیوں نازل ہوئیں؟ تفسیر مدارک میں ہے۔

فَاتِحَۃُ الْکِتٰبِ مَکِّیَّۃٌ وَّقِیْلَ مَدَنِیَّۃٌ وَّالْاَصَحُّ اَنَّھَا مَکِّیَّۃٌ وَّمَدَنِیَّۃٌ نَزَلَتْ بِمَکَّۃَ ثُمَّ نَزَلَتْ بِالْمَدِیْنَۃِ۔

سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے مدنی ہے اور صحیح ... ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ اوّلاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں۔

مشکوٰۃ حدیثِ معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شبِ معراج میں پانچ نمازیں اور بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ اس حدیث کی شرح میں مُلّا علی قاری نے سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور سورۂ بقر مدنی ہے۔ پھر اس کی آخری آیات معراج میں کیسے عطا ہوئیں؟ تو جواب دیتے ہیں۔

حَاصِلُہٗ اَنَّہٗ مَا وَقَعَ تَکْرَارُ الْوَحْیِ فِیْہِ تَعْظِیْمًا وَّ اھْتِمَامًا لِّشَانِہٖ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ بِلَا وَاسِطَۃِ جِبْرِیْلَ

خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی مقرر ہوئی، حضور علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کے اہتمام شان کے لئے۔ پس اللہ نے اُس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرمادی۔

اسی حدیث کے ماتحت لمعات میں ہے۔

نَزَلَتْ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ بِلَا وَاسِطَۃٍ ثُمَّ نَزَلَ بِھَا جِبْرِیْلُ فَاُثْبِتَ فِیْ

شبِ معراج میں یہ آیات بغیر واسطے کے اُتریں پھر ان کو جبریل نے اُتارا تو قرآن میں رکھی گئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دو بار نزول

اَلْمُصَاحِفِ۔ کس لئے ہوا؟ حضور علیہ السلام کو تو پہلے علم حاصل ہو چکا تھا۔

نیز اجمال و تفصیل کی کیفیت بھی تھی اور اجمال و تفصیل کا فرق فقیر نے پہلے بسط سے عرض کیا ہے۔

فقط

وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

ھذا آخر ما سطرہ قلم الفقیر القادری

ابی الصالح محمد فیض احمد الاویسی

الرضوی غفرلہٗ

۳ ربیع الاول شریف ۱۴۰۱ھ

بروز ہفتہ